گفتگو
واصف علی واصف رح

واصف علی واصف

گفتگو-27

کاشف پبلی کیشنز

301-A، جوہر ٹاؤن-لاہور

نام کتاب گفتگو-27

مصنف واصف علی واصفؒ

سال اشاعت 2011ء

قیمت روپے

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

301-اے، جوہر ٹاؤن، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز:

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور ۷۳۱۴۱۶۹ ۳

مجھے فطرت نے بخشی چشمِ بینا
میں رنگوں کی صدا سنتا رہا ہوں

(واصفؔ علی واصفؔ)

''سچ وہ ہے جو سچے کی زبان سے نکلے''

روشنی کے مسافر روشنی کے سفیر ہوتے ہیں۔ وہ اُجالوں میں رہتے ہیں' اُجالوں کی بات کرتے ہیں' خود کو بھی اُجالتے ہیں اور دوسروں کو بھی تمام عمر اُجالتے رہتے ہیں۔ روشنی کے مسافر لوگوں کو اُسی روشنی کی طرف لے جاتے ہیں' جس سے وہ خود منوّر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف تاریکیوں کے خوگر' اندھیروں میں رہتے ہیں' اندھیرا پھیلاتے ہیں اور مایوسی کے سائے گہرے کرتے ہیں۔ حق وصداقت کی روشنی کے مسافر اپنے اندر نورِ ایمان کی قوت سے مالا مال ہوتے ہیں اور اسی نورِ ایمان کے سبب وہ خوف اور حُزن سے آزاد ہوتے ہیں۔ دوسروں کیلئے آزادی کا پیام وہی لا سکتا ہے جو خود آزاد ہو۔ وہ شخصیت جو صداقت سے مالا مال ہو گی' وہی قال کو حال کا لباس عطا کر سکے گی۔ نورِ ایمان کو جلوہ گر ہونے کیلئے قلبِ صادق درکار ہوتا ہے۔ سچائی کی شمع روشن کرنے کیلئے سچائی کے علم کے علاوہ ایک پیکرِ صداقت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نورانی حکمت اور برہانی دانش جن قلوب کا مقدر ہوتی ہے وہ پہلے سے منتخب اور مختص ہوتے ہیں۔ قدرتِ کاملہ جسے چاہے اس بے پایاں رحمت کیلئے مخصوص و منصوص کر لے۔ پیکرِ صداقت ہر حال میں صداقت کی شمع جلائے رکھتا ہے۔ کاذب ماحول کی مسموم ہوائیں اُس کے قلب میں فروزاں صداقت کا چراغ گل نہیں کر سکتیں۔ وہ پیکرِ صداقت ''شرکت میانِ حق و باطل''

کسی قیمت پر قبول نہیں کرتا۔ اِس طریقِ راہروی اور راہبری کے متعلق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے اَزل سے قلندروں کا طریق

......ایسی ہی طریقت پر چلنے والے ایک پیکرِ صداقت حضرت واصف علی واصف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نورِ ایمان وصداقت کی جو شمع روشن کی تھی، اُس کی لَو تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ آپؒ کی محافلِ گفتگو میں بیٹھنے والے آپؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی روح کو اُجالتے اور اپنی دینی، سماجی، اور روحانی زندگی میں آسودگی پاتے۔ 80ء کی دہائی میں جو محفلیں منعقد ہوئیں، خوش قسمتی سے وہ آڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی رہیں۔ پیغامِ حق وصداقت، وقت کی حد بندیاں قبول نہیں کرتا۔ عہدِ حاضر میں بھی آپؒ کی تعلیمات اسی طرح قابلِ عمل اور موجبِ شفا ثابت ہورہی ہیں جیسے ماضی میں لوگوں کا تجربہ رہا۔ اس گفتگو کی ٹرانسکرپشن سپردِ قرطاس وقلم کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ بحمداللہ!

طالبانِ حق وصداقت کی ضیافتِ خیال کیلئے ''گفتگو'' کا 27واں والیوم حاضرِ خدمت ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ادارے کو اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہیں تاکہ اس سلسلہ تحریر کو مزید آراستہ کیا جائے۔

عرضِ ناشر

فہرست

[1]

[2]

[3]

[4]

[5]

O

1

16 کیا ماننے والوں کو پریشان رکھا جاتا ہے؟

17 فرعون باغی ہے لیکن بادشاہ ہے، موسیٰ علیہ السلام دوست ہیں لیکن بے دست و پا۔ کیوں؟

18 کیا دعائیں ہمیشہ منظور ہوتی ہیں؟ کبھی کبھی منظور ہوتی ہیں یا کبھی نہیں؟

19 کیا دعا سے نتائج اور وجوہات کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں؟

20 کیا صرف دعا کے ذریعے وہ نتیجہ مل سکتا ہے جس پر دعا کے علاوہ کوئی اور استحقاق نہ ہو؟

21 کیا کسی پیغمبر کی کوئی دعا نامنظور ہوئی ہے؟

22 کیا کسی کافر کی کوئی آرزو کبھی پوری ہوئی ہے؟

23 کیا ہماری محنت نصیب کے تابع ہے؟

24 کیا نصیب بدل سکتا ہے؟

25 کیا نصیب کو نصیب بدلتا ہے؟

26 کیا دو نصیب ہوتے ہیں، تبدیل کرنے والا اور تبدیل ہونے والا؟

27 کیا بیماری دعا سے دور ہوتی ہے یا دوا سے؟

28 کیا سکون آسمانوں سے نازل ہوتا ہے یا یہ اپنے خیال سے نازل ہوتا ہے؟

29 کیا سکون خودگریزی کا نام ہے یا بے عملی کا عمل؟

30 کیا ایمان والے کافروں کی بنائی ہوئی آسائشیں خرید کر سکتے ہیں؟

31 کیا یہود سے اسلحہ لے کر ہنود کے خلاف جہاد کیا جا سکتا ہے؟

سوال:

یہ جو بے رنگی ہوتی ہے یہ کیا ہے؟

جواب:

اس چیز کا نہ آپ کی ذات سے تعلق ہے اور نہ آپ کی ضرورت سے تعلق ہے۔ یہ ڈکشنری کا لفظ ہے اور جو آدمی اسے استعمال کرتا ہے اسے کرنے دو۔ یہ اس کا مسئلہ ہے، آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔ لوگ بزرگوں کے رسالوں سے لفظ پڑھ کے استعمال کر لیتے ہیں اور سننے والا کہتا ہے کہ یہ کوئی خاص Term استعمال ہو رہی ہے، میں تو نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے ____ رنگ کو رنگ کہتے ہیں اور بے رنگ کو بے رنگ کہتے ہیں۔ یہ لفظ بنایا ہے درویشوں نے۔ جس طرح سفید روشنی سے سات رنگ نکلتے ہیں، یہ سائنٹیفک ہے۔ آپ نے کبھی Spectrum دیکھا ہے؟ Prism دیکھا ہے؟ Prism سے جب لائٹ نکالی جائے تو سامنے سات رنگ ہوتے ہیں جیسے آسمان پر قوسِ قزح ہوتی ہے۔ حالانکہ آسمان پر تو کوئی رنگ نہیں ہوتے۔ آپ نے کبھی دیکھا کہ آسمان پر کتنے رنگ ہوتے ہیں؟ کبھی قوسِ قزح دیکھی ہے؟ اس کے کتنے رنگ ہوتے ہیں؟ قوسِ قزح کیا ہوتی ہے؟

سوال:

وہ Rainbow ہوتی ہے۔

جواب:

Rainbow میں رنگ ہوتے ہیں، کبھی غور سے دیکھو تو سات رنگ ہیں۔ کتنے رنگ ہیں؟ آپ کو رنگوں کا پتہ ہے کہ کون کون سے ہیں؟

سوال:

وائلٹ، انڈیگو، بلیو، گرین، ییلو، اورنج اور ریڈ۔

جواب:

ہاں یہ سات رنگ ہیں Violet, Indigo, Blue, Green, Orange, Red۔ اب یہ سات رنگ سفید رنگ کے حصے ہیں اور یہ سات رنگ جب کسی خاص فارمولے کے مطابق باہم مل جائیں تو سفید رنگ بن جاتا ہے۔ سفید رنگ بے رنگ ہے، تو بے رنگ میں بڑے رنگ ہیں۔ اس سے پھر فقراء نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہے لیکن ہر رنگ اس کا ہے۔ اس لیے اس کو بے رنگ کہا

بارنگ کو بے رنگ کے پردے میں کبھی دیکھ

جو بارنگ ہے وہ نظر آرہا ہے۔ اس لیے جو نظر آرہا ہے وہ بارنگ ہے، اس کو بے رنگ کے پردے میں دیکھ۔ یعنی کہ بنانے والے نے، جس نے اس کا اظہار کیا ہے اس نے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ اظہار سے مخفی کو دیکھ۔ یعنی کہ مظہر سے مخفی دیکھنا۔ آپ یہ دیکھا کرو۔ جو کچھ مظہر ہے وہ جلوہ ہے۔ پھر مخفی کیا ہے؟ جلوہ پیدا

کرنے والا۔ اگر تم نے مظہر سے مخفی نہ دیکھا پھر تمہارے لیے بے رنگ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بے رنگ کا مطلب کیا ہے؟ نے رنگی میں یا بارنگی میں بے رنگی دیکھنا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ہے قصہ۔ فقیروں نے یہ بات بتائی ہے۔ آپ کو بے رنگی کا مسئلہ کیوں پیدا ہوا؟

سوال:

میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ کیا ہے؟

جواب:

وہ لوگ جو اللہ کے تقرب میں چلے جاتے ہیں وہ پھر رنگوں سے بھاگتے ہیں۔ اہلِ ذکر حضرات جو اپنے حلقۂ ذکر میں ذکر کرتے ہیں، پھر مراقبہ میں رنگ دیکھتے ہیں، اُسے نور کے ساتھ تشبیہہ دیتے ہیں کہ رنگ دیکھا، نور دیکھا۔ جو اللہ کے زیادہ تقرب والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رنگ جو ہیں یہ دراصل آپ کے ہیں اور اللہ بے رنگ ہے۔ اس بارے میں ایک اور بزرگ نے کہا کہ جس طرح ہر صورت ہے، تو صورت جو ہے یہ صورت بنانے والے کا اظہار ہے، چہرہ جو ہے چہرہ بنانے والے کا اظہار ہے اور بنانے والے کا اپنا چہرہ نہیں ہے اور یہ سارے چہرے اس کے اپنے ہیں۔ آپ بات سمجھے ہیں؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے اس کے لیے کہا

دسّے صورت راہ بے صورت دا
پر کم نہیں بے سُوجھت دا

یعنی کہ تم ناسمجھی کا کام نہ کرنا کیونکہ بے سوجھ آدمی یہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ ساری

صورتیں بےصورت کا راہ ہے۔ ہر رنگ جو ہے یہ بے رنگ کا راہ بتاتا ہے۔ اس لیے پھر وہ مراقبے سے نکال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس کا راستہ دیکھو' اس کا رنگ دیکھو کہ اس کا اپنا رنگ کوئی نہیں ہے۔ اُس بے رنگ کو عربی میں کہتے ہیں صبغت اللہ یعنی اللہ کا رنگ۔ صبغت اللہ ج ومن احسن من اللہ صبغۃ اللہ کا رنگ جو ہے سب سے اچھا رنگ ہے۔ اور وہ رنگ کیا ہے؟ بے رنگ ہے۔ اس رنگ کو' بے رنگ کو صبغۃ اللہ کہتے ہیں۔ وہ اللہ کا رنگ ہے۔ بات سمجھ آئی؟ اللہ کا رنگ جو ہے وہ بے رنگ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا اپنا چہرہ کوئی نہیں ہے اور ہر چہرہ اس کا اپنا ہے۔ اس لیے چہروں سے بے چہرہ کو دیکھنا' صورت سے بے صورت کو دیکھنا' مظہر سے مخفی کو دیکھنا اور صفت سے ذات کو پہچاننا جو ہے بے رنگی ہوتی ہے۔ اس کائنات میں جتنی بھی صفات کارگر ہیں ان کے پیچھے ذات ہے۔ ہم صفات کو دیکھتے رہتے ہیں اور ذات کو بھول جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں جس نے ظلم کیا' زیادتی کی' چور مال لے کے چلا گیا' مگر یہ ساری صفات ہیں۔ ذات کیا ہے؟ اس کا امر ــــــــ اس لیے آپ عمل سے جھگڑا نہ کیا کرو' لڑنے والے سے مت لڑا کرو بلکہ یہ دیکھو کہ امر کس کا چل رہا ہے۔ آپ موجود عمل سے صاحبِ امر کو دیکھو یا نعمتوں سے نعمت دینے والے کو دیکھو' منعم کو دیکھو' صفت سے ذات کو دیکھو' عیاں سے نہاں کو دیکھو' جو عیاں ہے اس کے پیچھے نہاں ہے تو ہر عیاں سے نہاں کو دیکھو' گلاب کو دیکھو' پھول کو دیکھو اور اس کے ذریعے پیدا کرنے والے کو دیکھو' اس کو جس نے یہ بنایا ہے' کیا صورت بنائی ہے ــــ بے رنگ کا سفر۔ آپ کو کیا ضرورت ہے؟ اس کا پہلا سبق یہ ہوتا ہے کہ

پہچانو کہ یہ کائنات کیا ہے، پھر خالق کے بارے میں غور کرو۔ رنگ سے بے رنگ کو دیکھو۔ دیکھو کہ آپ کا کیا رنگ ہے۔ اس میں ایک اور مقام یہ ہے کہ رنگ طریقوں کو بھی کہتے ہیں، چشتی، قادری، نقش بندی، سہروردی ___ یہ سارے رنگ ہیں۔ یہ سارے طریقت کے رنگ ہیں۔ اس کو یوں بھی کہتے ہیں۔ اور جو توحید ہے وہ بے رنگ ہے۔ اس کا رنگ کوئی نہیں ہے۔ اللہ تو اللہ ہے۔ یہ جو طریقت کے رنگ ہیں یہ ہمارے ہوتے ہیں اور اللہ والوں کا رنگ نہیں ہوتا۔ آپ میں شریعت کے رنگ ہیں، طریقت کے رنگ ہیں، چشتی رنگ ہے، قادری رنگ ہے، نقش بندی رنگ ہے، سہروردی رنگ ہے، شیعہ رنگ ہے، سُنّی رنگ ہے اور اللہ کا جو رنگ ہے وہ ہے بے رنگ۔ اس میں کوئی طریقت بھی نہیں ہے۔ اللہ کا مذہب بھی نہیں ہوتا؛ مذہب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ کا اپنا مذہب نہیں ہوتا۔ اللہ کو مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے تو کافروں کو بھی پیدا کرنا ہے، انہیں خوراک دینی ہے، تو اللہ کی بات اور ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ خالی توحید سمجھنا خطرہ ہے کیوں کہ وہ بے رنگ ہے اور جب تک تمہیں شریعت کا پتہ نہ ہو تو بے رنگ کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ گوتم بدھ اللہ کا ہو سکتا ہے لیکن مسلمان نہیں تھا، گورونانک اللہ کے قریب ہو سکتا ہے لیکن وہ مسلمان نہیں تھا۔ بے رنگ کا قرب جو ہے وہ آپ کو بے رنگ ہی بنائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفر مشکل ہے۔ آپ کے لیے بہتر سفر درود شریف والا ہے، آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ دعا یہ کرنی چاہیے کہ آپ کو بارنگ میں بے رنگ نظر آئے۔ یہ پہچانا کرو ___ یہ ہے بے رنگ اور بارنگ کا فیصلہ ___

فاروقی صاحب اب بولو ______

سوال:

قرآن پڑھیں تو یہ لگتا ہے کہ نبیوں سے عہد لیا گیا اور نبی پہلے سے ہی مبعوث ہیں تو سورۃ والضحیٰ میں آتا ہے کہ ہم نے آپؐ کو ضآلاً فھدی، تو اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب:

یہاں ضآلاً کا مطلب تذبذب ہے، یہ فرمایا گیا کہ ہم نے آپؐ کو متذبذب پایا، سوچ میں گم پایا۔ اللہ جب یہ کہے تو تم وہ لفظ یاد کرو کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں، تو اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال:

ارفع ترین مقام ہے۔

جواب:

پھر اس میں کیا رہ گیا۔ جب انسان گمراہ ہوتا ہے، عام طور پر ہو جاتا ہے تو پھر وہ سوالات پیدا کرتا ہے کہ کیا پیغمبر پہلے سے مبعوث ہیں، اگر ہیں تو پھر پیغمبر سے غلطی کیوں ہوتی ہے، اگر پیغمبر اللہ کے قریب ہے تو نوح علیہ السلام کا بیٹا دریا میں کیوں چلا گیا، اس نے کہنا کیوں نہیں مانا، پیغمبر کی کوشش کے باوجود لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوئے، کیا پیغمبر خدانخواستہ آپ بھی راہ سے ہٹ سکتے ہیں، راہ سے ہٹے تو پیغمبر کیسے ہیں ____ اپنی غلطی کو جواز دینے کے لیے اپنے بزرگوں کی غلطی تلاش کرنا عام طور پر یہ لوگوں کی فطرت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایسا کہتے

ہیں کہ صرف یہ ہم تو نہیں بلکہ ہمارے ابا حضور بھی کئی دفعہ ایسا کر لیا کرتے تھے۔ یہ گمراہی ہے۔ انسان جب چلتے چلتے تھک جاتا ہے تو اُسے پھر سمجھ نہیں آتی۔ یہ مقام سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا مقام ہے **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی** نہیں مارا جو مارا آپؐ نے بلکہ اللہ نے وہ کنکریاں ماریں۔ یعنی کہ آپؐ کا عمل اللہ کا عمل ہے۔ آپؐ نہیں بولتے مگر جب تک وحی نہ ہو۔ آپؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ **یداللہ** ۔اب یہ جو الفاظ ہیں جب علماء کو سمجھ نہیں آتے تو وہ کہتے ہیں **کل نفس ذائقۃ الموت** کہ ہر چیز کو موت ہے، پھر حادث اور قدیم کی بحث شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز کو جب موت ہے، جو پیدا ہوا سو مرے گا، تو پیغمبر بھی پیدا ہوئے اور مر گئے، بس وہ ہم جیسے ہی ہیں، اللہ نے خود ہی کہا کہ **قل انا بشر مثلکم** کہ تمہاری طرح کا انسان ہوں، میری طرف وحی آتی ہے۔ پھر کہے گا کہ یہ کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔ یہ خاص بات کیوں نہیں ہے۔ وہ تمہاری طرح کے انسان ہیں لیکن آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ علماء کہاں گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری طرح کے انسان ہیں لیکن ان کا نام ہمارا کلمہ ہے، آدمی ہماری طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نام ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ تو وہ ہمارے جیسے آدمی کیسے ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ یہ گمراہ ٹولہ ہے، اُسے کہتے ہیں علمائے سوٗ جھوٹے علماء، گمراہ علماء، وہ جو بحث کرنے والے ہیں کہ آپؐ بھی پیدا ہوئے اور آپؐ بھی چلے گئے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپؐ چلے گئے ہیں تو کیا ایک گیا ہوا آدمی محبت اور خوف پیدا کر سکتا ہے۔ اور آپ لوگ زندہ ہو لیکن آپ کے اپنے بچے آپ کا کہنا نہیں مانتے **انا للہ وانا الیہ راجعون** آپؐ کے نام پر آج تک

نعت کہی جا رہی ہے' آج تک مانا جا رہا ہے ورفعنا لک ذکرک کائنات میں ہمہ حال ہمہ وقت اذان میں آپ کا نام بلند ہو رہا ہے۔ کیا یہ ہم جیسے انسان ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ آپؐ کے جانے کے بعد آپ کا نام بلند ہوتا جا رہا ہے۔ لاہور میں ایک مقام ہے' وہاں جا کے دیکھو کہ جہانگیر کا ایک مقبرہ ہے' وہ اپنے زمانے میں بڑا بادشاہ ہوتا تھا اور وہاں پر کس طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور حضور پاک ﷺ کے غلام داتا صاحبؒ کے ہاں جا کے دیکھا کرو کہ وہاں کیا حال ہے' صبح سے شام تک قرآن شریف پڑھا جا رہا ہے۔ اور جہانگیر کے مقبرے پر

؎ برمزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے

وہاں نہ تو چراغ ہوگا نہ پھول ہوں گے' کوئی شے بھی نہیں ہوگی ____ تو اس طرح کے سوال نوجوانوں کے ذہنوں کو' اچھے ذہنوں کو گمراہ کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ایک سوال یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اللہ کیسے درود شریف پڑھتا ہوگا' ہم تو یہ پڑھتے ہیں اور اللہ کیا پڑھتا ہوگا' پھر حضور پاک ﷺ خود کیا درود شریف پڑھتے ہوں گے۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہہ کے پہلے شیطان کا نام لیا ہے' یہ کیسا قرآن شریف ہے کہ کلام اللہ کا ہے اور پہلے شیطان کا نام ہے ____ یہ گمراہ کرنے والے سوال ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ کے نام سے پہلے شیطان سے پناہ مانگو تو کیا شیطان کوئی Important Agency ہے۔ یہ گمراہی ہے۔ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم اس بات کو اور طرح سے سمجھتے ہیں۔ وہ چیز جو تمہارے شعور کا حصہ بن جائے اس کو پہچانا کرو۔ وہ چیز جو تمہارے

ایمان کا حصہ ہے اُسے پہچانا کرو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی عمل درمیان میں شروع نہیں ہوتا۔ کیا کہا؟ کہ اللہ تعالیٰ 1985ء سے درود شریف شروع کردے اور 1986ء میں بند کردے، ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ تو قدیم ہے۔ وہ کب سے درود بھیج رہا ہے؟ جب سے وہ ذات ہے اور جب تک اللہ بھیجتا رہے گا تب تک وہ ذات ہے۔ قدیم کی محبت بھی قدیم ہوگی، قدیم کی چاہت بھی قدیم ہوگی اور قدیم کا محبوب فانی نہیں ہوتا۔ اس لیے یاد رکھنا کہ ضاآلاً کا معنی نعوذ باللہ گمراہی نہیں ہے۔ ضاآلاً کا معنی؟ تذبذب۔ کہ ہم نے آپؐ کو تشویش میں پایا تو ہم نے آپؐ کو سیدھا راستہ بتایا۔ آپؐ کو تو ہدایت کے لیے پیدا کیا، ہادی بنا کے پیدا کیا، ہادی جو ہے ضاآلاً نہیں ہوتا۔ ہادی کیسے ضاآلاً ہوسکتا ہے۔ انہیں تو ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا۔ یہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے درمیان کی باتیں ہیں، اس لیے ذرا خیال رکھا کرو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

ترجمہ کرنے والوں نے ایسا لکھا ہے۔

جواب:

ترجمہ کرنے والوں نے بڑی کوشش کی ہے کہ حضور پاک ﷺ کو اپنے جیسا انسان ثابت کریں اور آپؐ کی کامیابی کو فتوحات کے ذریعے ثابت کریں۔ میں نے بتایا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی سوانح حیات جسے ہم سیرت کہتے ہیں، سیرت کا علم ہی تمہارے پاس پیغمبرؐ کی زندگی کا علم ہے اور سیرت جو ہے وہ آپ کی دن

کی زندگی کا ریکارڈ ہے رات کی زندگی کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ یعنی رات کی زندگی تو تم لوگوں کے علم میں نہیں آئی۔ سیرت جو ہے وہ آپ کی زندگی میں بھی آپ کی سیرت تھی اور آپؐ کے بعد آپؐ کے جاں نثاروں نے جو کام کیا ہے وہ بھی آپؐ ہی کی سیرت ہے۔ آپؐ کے نام کے سہارے آپؐ کے دم کے سہارے آپؐ کے علم کے سہارے جو آپؐ کے جاننے والوں ماننے والوں اور چاہنے والوں نے کیا وہ بھی سیرت ہی میں شامل ہوگا۔ فقیروں کی کرامت بھی معجزات ہی میں شامل ہوگی اور وہ آپؐ کا معجزہ ہے۔ یعنی کہ آپؐ کی اتنی تاثیریں ہیں کہ آپؐ کے جانے کے بعد بھی آپؐ کی تاثیریں چل رہی ہیں۔ اس لیے یہ بات بڑے دھیان سے سمجھ لو کہ آپ کا وجود کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم آپؐ کو نعوذ باللہ Ordinary سمجھ لینا' Ordinary نہیں ہیں' یہ ایک خاص مقام ہے۔ یہاں سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں کہ ضآلاً فھدیٰ۔ یہاں پر فھدیٰ پر زور لگاؤ۔ یہاں مرگی پڑتی ہے؟ جب فھدیٰ ہوگیا تو اب ضآلاً کیا ہے۔ یہاں سے آدمی گمراہ ہوتا ہے ____

آپ کا سوال یہ تھا کہ جب سارے پیغمبر ہدایت پا کر آتے ہیں' اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں تو پیغمبر کا ہر عمل آپ لوگوں کے لیے باعثِ تقلید ہے' پیغمبر کا عمل آپ لوگوں کے لیے سنت ہے تو کیا پیغمبر کے عمل میں غلطی ہوسکتی ہے؟ آپ بتاؤ ____ وہ تو آپ کے لیے تقلید ہے۔ بس یہی ہے راز اور اس کو پہچانو۔ ہر نبی ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو یہ بات بتائی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی' آپؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے' بعثت کے اعلان سے پہلے

کی زندگی جو ہے وہ بھی منشائے قرآن کے مطابق ہے۔ یعنی قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کی زندگی بھی قرآن کے نزول کے مطابق ہے۔ آپؐ صادق اور امین تو بعثت سے پہلے ہی ہیں، قرآن تو اب آ رہا ہے۔ یہ ہے بات سمجھنے والی۔ ایک اور بات سمجھو کہ صداقت اور امانت کی وجہ سے پیغمبری نہیں ملی، صفات کی وجہ سے پیغمبری نہیں ملتی۔ وہ مومنین جو حضور پاک ﷺ کے بیان کا علم اپنے پاس رکھتے ہیں انہیں وہ مرتبہ نہیں ملے گا۔ اب کسی آدمی کے پاس بفرضِ محال وہ صفات ہو جائیں یا وہ علم بھی ہو جائے تو کیا وہ پیغمبر ہو سکتا ہے؟ پیغمبر ہونا صفات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ صفات جو ہیں وہ پیغمبری کی عطا ہیں۔ اس لیے آپ یہ دیکھو کہ پیغمبر کب بنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو پیغمبر نہیں بناتا۔ یہ فانی کا باقی کی طرف سے مبعوث ہونا ہے۔ کوئی مقام تو ہے جہاں یہ دونوں ملتے ہیں، جب تک وہ مقام سمجھ نہ آئے تو اس پہ بحث نہ کرو۔ کون سا مقام؟ جب پیدا ہونے والا اور مر جانے والا انسان باقی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ اللہ ایسا ہے اور اللہ ویسا ہے۔ کون سا مقام ہے؟ یہ تجربہ آپ کو تو نہیں ہو سکتا۔ کون سا مقام ہے جہاں اللہ جو ہے بندے کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہے کہ اس بندے کو ہم نے ایسے پیدا کیا ہے۔ یہ بات ہر آدمی کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے پیغمبر کیا ہوتا ہے؟ اللہ کا فیصلہ۔ اللہ نے کہا کہ آپؐ کے بعد نبی نہیں ہوگا تو نہیں ہوگا۔ اس میں دقت کیا ہے؟ اللہ نے کہا کہ یہ میرے محبوب ہیں تو بس پھر مبارک ہو آپؐ محبوب ہیں۔ اب اللہ کے محبوبؐ کے اندر کسی خامی کو Locate کرنے کی تمنا آپ کو ایمان سے خارج کر دے گی۔ اللہ کی ذات بے نقص ہے اور اللہ کا محبوب ﷺ بھی بے نقص۔ کسی نقص کی تمنا یا کسی

خامی کی کوشش جو ہے یہ تمہیں مولوی ہونے کے باوجود گمراہ کردے گی۔ اس لیے استغفار کرنا بہت بہتر ہے۔ جب علماء نے یہ کہا کہ حضور پاک ﷺ ایسا کر لیتے تو ویسا ہو جاتا ـــــ یہاں گمراہی آ گئی۔ آپؐ اللہ کے بے نقص محبوب ہیں۔

حسنت جمیع خصالہٖ

آپؐ کی ہر بات ہی خوب صورت ہے' آپ کا ہر عمل خوب صورت ہے' ہر بات صحیح ہے۔ آپؐ اگر فیصلہ کریں کہ محمد رسول اللہ کا ٹائیٹل کاٹ دو' تب بھی صحیح ہے اور آپؐ فرمائیں کہ یہ لکھ دو' تب بھی صحیح ہے۔ جو آپؐ کہیں وہ صحیح ہے' تحقیق نہ ہو تب بھی صحیح ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے' ہم نے زندہ ہونا دیکھا نہیں ہے لیکن آپؐ نے فرمایا ہے تو صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہے تو یہ صحیح ہے۔ ہم نے اللہ دیکھا ہے کیا؟ گمراہ ہونے کے لیے یہ چھوٹا سا نکتہ بھی کافی ہے کہ اللہ پتہ نہیں ہے کہ نہیں ہے' پتہ تو کرو' مشکل ہی لگتا ہے۔ یہ دیکھو کہ جب حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ ہے تو پھر ہے۔ اور اگر تم حضور پاک ﷺ کو Ordinary انسان سمجھنے لگ جاؤ گے تو تمہارے پاس نہ اللہ رہے گا' نہ حضور پاک ﷺ اور نہ تمہارا ایمان اور نہ ہی تم رہو گے۔ اللہ بے نقص ذات ہے' اس کے محبوب ﷺ بے نقص ہیں' آپؐ نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ عین حق ہے' برحق ہے۔

اب بتاؤ کہ کیا سوال بنتا ہے؟

سوال:

نہیں بنتا۔

جواب:

بالکل ٹھیک ہے، نہیں بن سکتا۔ کسی کی محبت میں دخل نہ دو، اللہ کے الفاظ کا معنٰی اپنی ڈکشنریوں سے مت بناؤ۔ اللہ جانے اور اللہ کے محبوب ﷺ جانیں۔

سوال:

مولانا رومؒ نے اس کے اور ہی معانی بتائے ہیں کہ سارا عرب گمراہی میں گھرا ہوا تھا اور پھر وہ ہدایت یافتہ ہو گیا۔

جواب:

یہ کوشش ہے اور ہم اس میں دخل نہیں دیتے۔ ہم مولانا رومؒ سے بھی دو قدم آگے ہیں کہ ہم اس میں عمل دخل نہیں دیتے۔ کتنی آسان سی بات ہے۔ مولانا رومؒ نے یہ کہا کہ He was surrounded by ignorance یعنی آپؐ کے اردگرد جہالت تھی۔ یہ کہنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے، وضاحت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ کے معاملات اور اللہ کے محبوب ﷺ کے معاملات وہ دونوں جانیں۔ اِس کے وہ جانے اور اُس کے یہ جانے۔ آپ محبت میں آگے چلو۔ اس میں تجویزیں نہ کرو، اس کی تشریحیں نہ کرو۔ کبھی یہ بات نہ کرنا۔ پھر جب یہ کہو گے کہ آپؐ کے اردگرد جاہل لوگ تھے، گمراہ لوگ تھے، پھر ان سب کو اللہ نے پاک کر دیا تو یہ سوال آئے گا کہ کیا سارے پاک ہو گئے؟ کیا سارے ہدایت یافتہ ہو گئے؟ کیا پیغمبر کی موجودگی تمام کافروں کو اسلام پر لاتی ہے؟ کیا پیغمبر کے ساتھ لوگ جنگ نہیں کرتے، وہ لوگ کیوں ہدایت پر نہ آئے ـــــ یہ گمراہی کی دلیلیں ہیں۔ اور جو پیغمبر ﷺ کی ذات نے فرمایا وہ حق

ہے اور شکر کی بات ہے کہ تم تک پہنچا اور تمہارے ایمان کا حصہ بنا۔اب اپنے ایمان کو بغیر شک کے محفوظ رکھو۔کبھی سوال پیدا ہوں تو ان کے جواب کو اپنے دل سے دیکھو ___

ایک چیز یہ بتانے والی ہے کہ زندگی میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ایک وہ جنہیں کسی نے بتا دیا اور وہ مان کے چل پڑے۔تحقیق نہیں کی۔چونکہ بتانے والا معتبر ذریعہ ہے' انہوں نے فرما دیا اور ہم چل پڑے۔ایسے آدمی عام طور پر سہولت میں رہتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم تحقیق کریں گے۔تحقیق کرنے کے لیے ایک Maturity چاہیے۔جب تک ذہن پوری طرح Mature نہ ہو' تحقیق نہیں ہو سکتی۔غیر پختہ ذہن کے ساتھ تحقیق کرنے والا ذہن کی ساری جلا بھی ضائع کر بیٹھتا ہے اور تحقیق نہیں ہو سکتی۔تحقیق بند بھی نہیں کی گئی' یہ حکم ہے کہ غور کرو۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کب غور کرو اور کب غور نہ کرو' تا کہ آپ لوگوں کو آسانی ہو جائے۔اگر آپ کا ایمان قوی ہو گیا تو یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ نے اس راستے کو چھوڑنا نہیں ہے' تو پھر غور کرو۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ نکتہ سمجھ نہیں آ رہا۔اب وہ نکتہ آپ کو سمجھ آ جائے گا کیونکہ ایمان کی قوت سے یہی وہ سوال حل ہونا ہے اور اسی سوال نے ایمان کو توڑنا ہے' وہ سوال ہی ایمان کو توڑنے والا ہے۔ایمان توڑنے والا سوال یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔برباد کر کے رکھ دیا ___ دوسرا یہ کہے گا کہ اللہ نے جو بھی کیا اُس نے ہمیں ماننے والا بنایا اور ہم ایمان پر قائم ہیں' یہ اللہ کی مہربانی ہے۔اب وہی سوال ایمان ساز ہے اور وہی سوال ایمان شکن

ہے۔ایک سوال ہے کہ کربلا گزر گئی' ماننے والے شکست کھا گئے ۔کیا ماننے والے شکست کھا گئے یا فتح ہوئی ؟ بظاہر شکست ہوئی۔ ماننے والوں نے اپنی اس ابتلا کو اللہ کا امر کہہ کے ابتلا کو تسلیم کر لیا اور تسلیم ورضا کا پورا باب کھول گئے۔ اور جو انکار کرنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے مروادیا۔یہی ایک بات ہے جو کافروں کو سمجھ نہیں آتی کہ مسلمانوں کی یہ حالت ہے اور پھر بھی اپنے دین کو سچا کہتے ہیں۔اصل مسلمان کہتا ہے کہ جب یہ حالت ہے تب تو ہم دین کو سچا کہہ رہے ہیں۔دین کا سچا ہونا کسی حالت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خیال کا نام ہے۔ایک نے کہا کہ آج تک کوئی دعا منظور نہیں ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ دین کو چھوڑ دو۔کہتا ہے کہ میرا دین یہ ہے کہ دعا منظور ہو کہ نہ ہو میں اسی دین پر چل رہا ہوں۔ایک کہتا ہے کہ جب ہم خانہ کعبہ میں حج کرنے گئے تو بڑی ہی ابتلاء' افراتفری اور پریشانی تھی' زکام نزلہ' کھانسی ہو گیا۔دوسرے نے کہا کہ چھوڑ دیا ہوتا۔اس نے کہا کہ اس کے باوجود جو لطف آیا تو ہم نے حج جاری رکھا۔یہ تو ہو گیا آدھے سفر والا' لیکن جو اور ایمان والا ہوتا ہے اُسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ نزلہ اور زکام کیا ہے' وہ اپنا حج کر آتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہی نہیں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔یہ ہے آپ کے اعتقاد کی پختگی' یہ حالات کی ناپختگی سے بے نیاز ہے۔کیا کہا؟ اعتقاد کی جو پختگی ہے وہ حالات کی ناہمواری سے بے نیاز ہوتی ہے۔اگر حالات خراب ہوں تو اُسے پرواہ نہیں ہوتی اور وہ کہتا ہے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ حالات ہوتے کیا ہیں بلکہ ہمیں تو خیال کا پتہ ہے۔

اس لیے زندگی میں جب بھی سوالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو یہ

سمجھو کہ یہ سوالات ہی ایمان شکن ہوتے ہیں اور سوالات ہی ایمان ساز ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ قریب کرنا چاہتا ہے ان پر سوال نازل فرماتا ہے کہ غور کرکہ میں ہوں کہ نہیں ہوں۔ اللہ کو تم نے مان تو لیا ہے اب جاننے کا سفر ہے۔ اور جس نے بھاگ جانا ہوا سوال اس کو بھگا دیتا ہے اسے خیال آتا ہے کہ پتہ نہیں اللہ ہے کہ نہیں ہے، تم ایسے ہی وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرلو۔ ایمان کیا ہے؟ کہ ہم نے ایک دیکھے ہوئے خدا کو مانا ہے اور ہم نے ایسا مانا ہے کہ وہ ہمارا کام کرے یا نہ کرے، ہم مانیں گے، وہ ہمیں دیکھے نہ دیکھے ہم اُسے مان رہے ہیں اور ہم ہر حال میں اُسے مانتے رہیں گے، زندگی میں اس کو مانیں گے، موت میں اس کو مانیں گے، مرنے سے پہلے اُسے مانیں گے، مرنے کے بعد اس کو مانیں گے، غریبی میں بھی مانیں گے، امیری میں بھی مانیں گے، صحت میں مانیں گے اور بیماری میں بھی مانیں گے۔ اب اللہ سے علیحدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہ گئی تو پھر تحقیق کرلو۔ ایمان قائم ہو گیا۔ اب بتاؤ کہ یہ کیا ہے۔ اپنا بن کے سوال کرو گے تو پھر سوالوں کا جواب ملے گا اور غیر بن کے سوال کرو گے تو واللہ خیر المٰکرین اللہ اُڑا کے رکھ دے گا۔ اس لیے عام مسلمانوں میں، نوجوان ذہنوں میں پریشانی کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ جب وہ جھنجلا جاتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں۔ سوال پیدا ہونا تو بالکل جائز ہے لیکن سوال کے ساتھ جب وہ فیصلے پہ آ جائیں تو انہیں کہو کہ یہ فیصلہ کرلو کہ ایمان کا فیصلہ نہیں بدلنا۔ مثلاً ایک بچے کا باپ ہے اور بچے کا باپ سے جھگڑا ہو گیا۔ فیصلہ یہ ہے کہ کہنا باپ کا ماننا ہے۔ باپ کہتا ہے کہ یہ میرا حکم ہے۔ اگر حکم ہے تو پھر سرِ تسلیم خم ہے۔ اب

مان لو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بغاوت نہ ہو تو بحث کی اجازت ہے۔ بغاوت کا امکان ہو تو بحث کا خیال ہی تمہیں گمراہ کر دے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یاد رکھنا کہ کوئی ایسا نہیں جو مجھ سے یہ پوچھے کہ میں نے ایسا کیوں کیا بلکہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ بل ھم یسئلون بلکہ انہی لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ تم اللہ سے پوچھو تم اپنے سوالوں کے جواب دینے کی تیاری کرو۔ اس لیے اپنوں سے بات ہو سکتی ہے اور بیگانوں کو سوال کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ زندگی میں جب بھی سوال ہوں تو سوالوں کو آپ نے ایمان کی قوت سے حل کرنا ہے، بیزاری میں سوال گمراہی پیدا کر دے گا____ ہم نے آپ کے لیے کچھ سوال اکٹھے کیے ہیں جو آپ کو بتائے جائیں۔ یہ سوال عام طور پر اس عمر میں آپ پر نازل ہو سکتے ہیں اور پھر ان سوالوں کا جواب ایمان اور یقین کی روشنی میں حل کیا جائے۔ چغتائی صاحب پڑھ کے سنائیں گے۔ یہ سوال غور سے سنو۔ یہ سوال اگر زندگی میں کبھی آئیں تو ان کے جواب کے لیے رجوع کرنا چاہیے، پھر ہم آپ کو اس کا جواب بتائیں گے یعنی کبھی ان میں سے کوئی سوال آپ کو کھٹکے، کوئی سوال ہو تو۔ اس مضمون کا نام ہے ''سوال یہ ہے کہ''۔

سوال:

کیا زندگی دینے والا زندگی واپس لینے کے علاوہ بھی اس پر کوئی اختیار رکھتا ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

جواب:

سوال کی وضاحت یہ ہے کہ یہ تو اس کا حق ہے کہ زندگی دے دی اور وہ

واپس لے جائے گا' اس کے علاوہ بھی کیا اس کا حق ہے؟ جب یہ سمجھ نہ آئے کہ کیا ہے اور ہے تو کیا ہے تو غور کرو کہ کیا وہ حق نظر آتا ہے' محسوس ہوتا ہے' کیا وہ جتایا جاتا ہے' کیا صرف ہمارے خیال کا ہی حق ہے؟ سوال کو سمجھو اور دل میں رکھو۔ مثال کے طور پر انہوں نے کہہ دیا کہ حق ہے تو اب بتاؤ کہ کیا حق ہے؟

سوال:

زندگی کے ساتھ حواسِ خمسہ دیے' روزی دی' اور چیزیں دیں۔

جواب.

وہ تو اس نے کافروں کو بھی دیے ہیں۔ حق کیا ہے؟

سوال:

حق یہ ہے کہ اس کی رضا پر رہیں۔

جواب:

نہ رہے تو پھر حق کیا ہوا؟ جان لینے والا حق تو ہر ایک کے ساتھ ہے۔ زندگی واپس لینے کا اس کا حق تو نظر آ رہا ہے کہ وہ لے جائے گا۔ باقی تو نظر نہیں آ رہا۔ کوئی اس کی رضا پر رہے یا نہ رہے' وہ زندگی تو واپس لے لے گا۔ آپ ایمان والوں کا یہ بیان ہے کہ اس کا حق ہے کہ اس کی رضا پر رہیں اگر نہ رہیں تو؟

سوال:

پھر تو حق ادا نہ ہوا۔

جواب:

یہ تو آپ کہہ رہے ہیں۔ موت کا اس کا جو حق ہے وہ تو نظر آ رہا ہے اور

اطاعت کا جو حق ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔ باقی بیان میں ہے، عمل میں آئے یا نہ آئے۔ یہ دقّت ہے۔ سوال کہاں پیدا ہو رہا ہے؟ جو چیز مشاہدے میں ہے، جیسے موت مشاہدے میں ہے اور باقی مشاہدے میں نہیں ہے، باقی آپ لوگوں کے صرف احساس اور ایمان میں ہے۔ اور جو کم ایمان والا ہے اس کے احساس میں بھی نہیں ہے۔ سوال یوں بنتا ہے۔

آگے پڑھو_____ دوسرے سوال

سوال:

کیا خالق مخلوق کے تجربے یا مشاہدے میں آ سکتا ہے؟

کیا خالق مخلوق کی آواز اور پکار پر ان کی امداد کرتا ہے؟ کیا ہمیشہ ایسے ہوتا ہے؟

کیا خالق اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں تخلیق کے حوالے سے کوئی امتیازی سلوک کرتا ہے؟

جواب:

یعنی کیا کوئی ایسا مقام آتا ہے کہ دوائی مسلمان پہ اثر کرے اور کافر پہ نہ کرے؟ اگلا سوال۔

سوال:

کیا ہر انسان کو یکساں صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے یا الگ صلاحیت کے ساتھ؟

جواب:

سوال یادرکھو کہ صلاحیتیں برابردی گئی ہیں یا الگ الگ دی گئی ہیں؟

سوال:

کیا بدصورت اور خوب صورت انسان ہوتے ہیں؟ بدصورت کسی غلطی کی سزا کے طور پر بدصورت پیدا ہوتا ہے اور خوب صورت کسی نیکی کے دم سے خوب صورت ہوتا ہے؟

جواب:

یعنی بدصورت کیسے پیدا ہوگیا اور خوب صورت کیسے پیدا ہوگیا؟ آ گے۔

سوال:

کیا پیدائش سے پہلے بھی کوئی نیکی بدی ہوتی ہے؟

جواب:

یعنی جس کے انعام اور سزا کے طور پر وہ خوب صورت ہوا یا بدصورت ہوا۔ بات سمجھ آئی؟ ہاں آ گے ______

سوال:

کیا انسانوں کے اژدہام میں ایک آدمی اپنے ایمان کے حوالے سے اپنا امتیاز ثابت کرسکتا ہے؟

جواب:

کیا کوئی یہ ثابت کرسکتا ہے کہ جو سارے لوگ ہیں میں ان میں زیادہ ایمان رکھتا ہوں۔ کیا آپ کے پاس ایمان پختہ ہے جو لوگوں میں ثابت کیا جاسکتا

ہے؟ سارے لوگ ہوں اور کوئی یہ کہے کہ میرا ایمان زیادہ ہے تو وہ کیسے ثابت کرے گا۔ کیا یہ بات ثابت ہو سکتی ہے؟

سوال سنتے جاؤ_____

سوال:

کیا ہونا اور نہ ہونا سب کے لیے نہیں ہوتا؟

جواب:

ہونا اور نہ ہونا ہوتا رہتا ہے' سب کے لیے یہ ہے کہ وہ ہیں اور پھر نہیں ہیں' کافر بھی چلا گیا اور مومن بھی چلا گیا۔ پھر فرق کیا ہے؟

سوال:

کیا ماننے والے شکست سے دوچار نہیں ہوتے؟

جواب:

اس کو ماننے والے' اس کا نام لینے والے' شکست' قید' فال آف ڈھاکہ' ایک لاکھ مسلمان قیدی' اللہ کے نام پر نعرۂ تکبیر اور جیل خانہ_____ کیا ایسا نہیں ہوتا؟ آپ کی تاریخ میں ہوا کہ نہیں ہوا؟ ہوا! ہمارے پاس مردان سے ایک پٹھان آیا اور کہنے لگا کہ اور تو اور' ایک ہندو زنانی نے ہمیں شکست دے دی۔ یعنی اندرا گاندھی۔ اس سے سوال پیدا ہو گیا۔ آگے پڑھو_____

سوال:

کیا نہ ماننے والے سرفراز نہیں ہوتے۔

جواب:

ہزار بار ہوئے۔ حالانکہ روس خدا کو نہیں مانتا اور ہم ماننے والے

ڈر رہے ہیں۔ عجیب بات ہے ____ آ گے.....

سوال:

کیا تسلیم کا انعام شہادت ہے؟

سوال:

کیا اس کا انعام شہادت ہی ہے اور ماننے والے شہید ہی ہوتے جائیں

گے۔ کیا ماننے والا کمزور ہونے کے باجود کبھی فاتح بھی ہوسکتا ہے؟ کیا کربلا کبھی

کمزور کے لیے بھی ہے کہ وہ فتح بنے؟ کیا کبھی یزید کو بھی شکست ہوئی ہے؟

____ آ گے چلو۔

سوال:

کیا کمزور وجود فاتح ہوسکتا ہے؟

جواب:

وہ کمزور ہے اور لڑائی ''ڈاڈھے'' سے ہے، پاکستان اور روس کی لڑائی ہو

جائے تو کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہو کہ پاکستان جیت سکتا ہے؟ کیا کبھی ایسا ممکن

ہوسکتا ہے؟ یہ سوالات ہیں ____ ہاں آ گے۔

سوال:

کیا خالق کو نہ ماننے والے خالق کی کائنات کے مالک ہوسکتے ہیں۔

جواب:

اندازہ لگاؤ، روز ہی ہوئے پڑے ہیں۔ خالق کی کائنات ہے اور امریکہ مالک ہوا پڑا ہے، روس مالک ہوا پڑا ہے، چین مالک ہوا پڑا ہے، جو چاہیں فیصلہ کر دیں، آپ کی سیکورٹی کو Insecure کر دیں۔ کائنات اللہ کی ہے، ہم اس کے ماننے والے ہیں اور وہ نہ ماننے والے ہیں۔ نہ ماننے والے ماننے والوں کو بیچ سکتے ہیں______

سوال:

کیا اس زمین پر باغیوں کی حکومت تو نہیں؟

جواب:

یہ سوچا جائے کہ کیا باغی حکومت تو نہیں کر رہے؟

سوال:

کیا ایمان رکھنے والے پریشانیٔ حالات کا شکار تو نہیں؟

جواب:

چار دن کی زندگی ہے اور ایمان والے کے لیے اس میں پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں، کبھی پیسہ نہیں اور کبھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ یعنی کہ دِقت ہی دِقت ہے، بے چارے مسلمانوں پر برق گرتی ہے۔

سوال:

کیا ماننے والوں کو پریشان رکھا جاتا ہے؟

جواب:

یہ بے چارے کب تک پریشان رہیں گے۔ لبنان پریشان ہے' عراق پریشان ہے' ایران پریشان ہے' افغانستان پریشان ہے' بنگلہ دیش پریشان ہے' ہندوستان کا مسلمان پریشان ہے' پاکستان میں بھی یہ شروع ہو گئے ____ کیا یہ ماننے والے کی سزا ہے؟ ____ اگلا سوال ____

سوال:

فرعون باغی ہے لیکن بادشاہ ہے' موسی علیہ السلام دوست ہیں لیکن بے دست و پا۔ کیوں؟

جواب:

کمال ہے' باغی ہے لیکن اس کو بادشاہی دے دی اور اور موسیٰ علیہ السلام کو باہر نکال دیا' پیغمبر بنا دیا لیکن در بدر کر دیا ____ گستاخ اور باغی کو بادشاہی دے دی' باغی ہے لیکن تخت کا مالک ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بادشاہی دے دیتا اور فرعون کو باہر نکال دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگلا سوال ____

سوال:

کیا دعائیں ہمیشہ منظور ہوتی ہیں؟ کبھی کبھی منظور ہوتی ہیں یا کبھی نہیں؟

جواب:

روز ہی آپ کے ہاں ہوتا ہے کہ یہ دعا مانگی ہے' پچھلے دو سال سے ہم

دعا مانگ رہے ہیں، ایک خاص دعا۔ کب سے دعا مانگ رہے ہیں، کبھی منظور ہوگی؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیشہ ہر ایک کی دعا منظور ہو جاتی ہے؟ اپنے دل میں اس کا جواب ڈھونڈو۔ کیا دعا ہمیشہ منظور ہوتی ہے، یا کبھی کبھی منظور ہوتی ہے یا کبھی نامنظور، یا کبھی بھی منظور نہیں ہوتی؟

سوال:

کیا دعا سے نتائج اور وجوہات کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں؟

جواب:

یعنی ایک وجہ اور نتیجہ ہے کہ یہاں سے وہاں تک جانا ہے، ٹرین کے ذریعے جائیں یا ہوائی جہاز کے ذریعے جائیں یا بس کے ذریعے ____ دعا مانگ اور بغیر وجہ کے پہنچ جا۔ کیا آپ نے ایسا کبھی دیکھا؟ کیا آپ کے ساتھ ایسا ہوا کہ دعا پشاور میں مانگی ہو اور آنکھ کھلی ہو تو لاہور میں ہوں، گاڑی کے بغیر ____ پھر دعا کیا کرتی ہے، اگر سبب اور نتیجے کو نہیں توڑتی تو اور کیا کرتی ہے؟

سوال:

کیا صرف دعا کے ذریعے وہ نتیجہ مل سکتا ہے جس پر دعا کے علاوہ کوئی اور استحقاق نہ ہو؟

جواب:

جب ہم دعا کو منظور ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمیں اور بھی وجہ مل جاتی ہے کہ اس کی وجہ یہ بھی ہے۔ مریض صحت یاب ہو گیا تو کہیں گے کہ ڈاکٹر کا نسخہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ نے ایسا واقعہ دیکھا کہ دعا کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں تھی

اور دعا منظور ہوئی تو وہ نتیجہ نکل آیا۔ مثلاً کشتی کے ڈوب جانے میں اب کوئی اور بات باقی نہیں تھی اور دعا ہوگئی تو کشتی نہیں ڈوبی۔ کیا آپ نے ایسی بات دیکھی؟

سوال:

کیا بانجھ پن بار آور ہوسکتا ہے؟

جواب:

جو ہمیشہ کے لیے Barren ہے کیا وہ Fertile ہوسکتا ہے؟ Barren جو ہے Fertile کیسے ہوگا جب تک کوئی سائینٹیفک کاروائی نہ ہو۔ کیا دعا سے ہوسکتا ہے؟

سوال:

کیا کسی پیغمبر کی کوئی دعا نا منظور ہوئی ہے؟

جواب:

کئی دفعہ۔

سوال:

کیا کسی کافر کی کوئی آرزو کبھی پوری ہوئی ہے؟

جواب:

تقریباً ہمیشہ۔

سوال:

کیا ہماری محنت نصیب کے تابع ہے؟

جواب:

کیا نصیب تھا تو وہ محنت ہو رہی تھی؟ کیا محنت سے ہم نصیب کو بدل سکتے ہیں؟

سوال:

کیا نصیب محنت کے تابع ہے؟

جواب:

اگر محنت کریں تو کیا نصیب بدل جاتا ہے؟ کیا مزدور صبح سے شام تک محنت نہیں کرتا؟ اس کا نصیب پھر غریبی ہی غریبی ہے۔

سوال:

کیا نصیب بدل سکتا ہے؟

کیا نصیب کو بدلنے والی شے بھی نصیب ہی کہلاتی ہے؟

جواب:

اگر نصیب بدل جائے تو بدلنے کے بعد جو شے ہے وہ بھی نصیب ہے۔
اگر مقدر بدل گیا تو بدلنے والی شے کیا تھی؟ وہ بھی مقدر ہے۔

سوال:

کیا نصیب کو نصیب بدلتا ہے؟

جواب:

جب نصیب بدل گیا تو بدل جانے والا کیا تھا؟ وہ بھی میرا نصیب تھا۔
اب کتنے نصیب بن گئے؟ دو۔

سوال:

کیا دو نصیب ہوتے ہیں، تبدیل کرنے والا اور تبدیل ہونے والا؟

جواب:

یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تبدیل کرنے والا اگر نصیب ہے تو تبدیل ہونے والا بھی نصیب تھا؟ نگاہِ مردِ مومن نے تقدیر بدل دی۔ اگر وہ تقدیر ہے تو کیا بدل سکتی ہے؟

سوال:

کیا بیماری دعا سے دور ہوتی ہے یا دوا سے؟

جواب:

اگر دعا سے دور ہوتی ہے تو دوا حرام ہوگئی، اگر دوا سے دور ہوتی ہے تو دعا کا تکلف کیا کررہے ہو، ڈاکٹر صاحب کو ملو۔ ہم کیوں کنفیوژن میں آئیں۔

سوال:

کیا وقت بدلنے کا کوئی موسم ہوتا ہے؟

جواب:

کیا کوئی وقت ہوتا ہے کہ موسم بدل جائے کہ اب مسلمانوں پر اچھا وقت آ گیا، اب ہم برے وقت سے گزر رہے ہیں۔ کیا یہ کائنات کے کوئی موسم ہیں؟ یا یہ کوئی ہماری اپنی غلطیاں ہیں۔ 1947ء میں یہی قوم تھی جو ملک بنا رہی تھی، غلام مسلمان ملک بنا رہے تھے اور آج آزاد مسلمان ملک توڑ رہے ہیں۔ کیا وہ موسم اچھا تھا؟ کیا یہ موسم خراب ہے؟ یہ کیا بات ہے؟ ایک وقت تھا کہ گاؤں

کے رہنے والے لاہور میں آ کے جائیداد بنا رہے تھے' لاہور میں خوش تھے اور اب کہتے ہیں کہ میں لاہور سے پریشان ہوں' جی چاہتا ہے کہ گاؤں واپس چلا جاؤں۔ وہ آنے کا موسم تھا اور یہ جانے کا موسم ہے۔ یہ کیا ہے؟ وہی انسان اس جگہ سے گھبرا گیا جس جگہ پر وہ اطمینان سے بیٹھا تھا۔ کیا یہ کوئی موسم ہوتا ہے؟ یا یہ کوئی غلطی ہوتی ہے؟ یہ کوئی عمل ہوتا ہے؟ ایک وقت میں آپ خوش ہوتے ہیں کہ ان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئے' پھر شرمندہ ہوتے ہیں کہ ان ماں باپ کے گھر ہم نے کیا پیدا ہونا تھا۔

سوال:

کیا امید اور خوف کے زمانے ہوتے ہیں؟

جواب:

کیا یہ زمانے ہوتے ہیں؟ مثلاً اب مسلمانوں کی امید کا زمانہ آ گیا' اب خوف کا زمانہ آ گیا' تمام مسلمان پریشان ہیں' جیسے میں نے بتایا تھا کہ انڈیا بنگلہ دیش اور پاکستان کے مسلمان پریشان ہیں۔ کیا یہ کوئی زمانہ ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کائنات میں ٹائم ہی ایسا آ گیا ہے کہ سارے مسلمان پریشان ہیں۔ لبنان سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمان۔

سوال:

کیا سکون آسمانوں سے نازل ہوتا ہے یا یہ اپنے خیال سے نازل ہوتا ہے۔

جواب:

سکون کدھر سے آتا ہے؟ کیا یہ اوپر سے بارش کی طرح آتا ہے یا اگر اندر ہی خیال ٹھیک ہو جائے تو سکون آ جاتا ہے۔

سوال:

کیا سکون خودگریزی کا نام ہے یا بے عملی کا عمل؟

جواب:

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اپنی زندگی کو بھول جانے کا نام سکون ہے۔ ''میں سکون سے ہوں کیونکہ دفتر جو نہیں گیا''۔ اس کا نام سکون تو نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ نہ دفتر کی فائلیں نظر آئیں گی اور نہ ضمیر ملامت کرے گا، ہم سکون سے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہے؟ خودگریزی اپنے آپ سے فرار ہے۔ بے عملی کا عمل یہ ہے کہ آرام سے بیٹھے ہیں، دفتر نہیں گئے، سکون مل گیا۔ کارخانے نہیں گئے، سکون مل گیا۔ کہیں ایسا سکون بے عملی کا زمانہ تو نہیں ہے؟

سوال:

کیا ایمان والے کافروں کی بنائی ہوئی آسائشیں خرید کر سکتے ہیں؟

جواب:

تم ہو مسلمان اور خرید کے لائے ہو جاپان کی گاڑی۔ کہتا ہے کہ جاپان والے لوگ کافر ہیں۔ تم کافروں کا سامان خریدتے ہو اور مومن کہلاتے ہو۔ تم کرتے کیا ہو۔ کہتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ یہ امریکہ سے آئی ہے۔ اگر یہ امریکہ سے آئی ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا کر رہے ہو؟ یہ خیال کرو۔

سوال:

کیاامپورٹ اور ایکسپورٹ کا سارانظام قابلِ غورتونہیں!

جواب:

اس پرغورکروکہ یہ کیانظام ہے۔

سوال:

کیایہود سے اسلحہ لےکرہنود کے خلاف جہاد کیا جاسکتا ہے؟

جواب:

اسلحہ کہاں سے لوگے؟ یہودی سے۔لڑناکس کے ساتھ ہے؟ ہندو کے ساتھ۔کیا یہ جہاد ہوگا۔کافر سے اسلحہ لےکرکافر کے خلاف لڑنا کیا جہاد ہوسکتا ہے؟ یہ غورطلب ہے۔

سوال:

کیاایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک کے خلاف جہاد کرسکتا ہے؟

جواب:

کیاعراق ایران جہاد میں ہیں کہ جہالت میں ہیں۔کیا مسلمان کا مسلمان کے خلاف جہاد ہوسکتا ہے۔

سوال:

کیا مومن ہونے کے لیے کسی ادارے سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے؟

جواب:

کیا اس پہ جماعت اسلامی کی مہر ہو، تبلیغی جماعت کی مہر ہو، دیوبندی کی مہر ہو یا بریلوی کی مہر ہو۔ کیا وہ مومن بناتے ہیں یا تمہارا اپنا دل مومن ہے؟

سوال:

کیا ہم ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں جو خود کو مومن کہے؟

جواب:

وہ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور تم کہتے ہو کہ وہ کافر ہے۔ سارے علماء کے سب علماء کے خلاف فتوے موجود ہیں۔ سب ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ لگاتے ہیں۔ مسلمانوں کا فیورٹ طریقہ یہی ہے کہ جو مقابلے کا دوسرا مولوی ہو اس کے خلاف فتویٰ کہ وہ کافر ہے۔

سوال:

کیا اعمال کو نیت سے پہچانا جاتا ہے یا نتیجے سے؟

جواب:

یہ فیصلہ کرو۔ جب نیت سے پہچانا جاتا ہے تو پھر نتیجے کی کیا بات ہے۔ جس کی نیت اچھی ہو اور نتیجہ برا ہو تو کیا کریں؟ تم اسے برا ہی کہو گے لیکن اس کی نیت اچھی ہے۔

سوال:

بڑا مشکل سوال ہے۔

جواب:

مشکل تو ہے لیکن اگر کبھی یہ نوجوانوں کے ذہن میں اٹک جائے تو گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔اس لیے میں یہ سوال بتا رہا ہوں ۔ یہ سوال زندگی میں آئیں گے۔ اگر نیت اچھی ہو، عمل برا ہو تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ یہاں غور کرنا پڑے گا۔ وہ کہے گا کہ میری نیت تو اچھی تھی، میں نے فقیر کو خیرات دی، اس کی طرف روپے کا سکہ پھینکا، وہ اس کی آنکھ میں لگا، آنکھ پھوٹ گئی۔نیت اچھی تھی، نتیجہ برا نکلا۔ اسی طرح آپ سے کوئی سائل مانگنے کے لیے آئے، وہ کہے کہ میں بھوک سے مر رہا ہوں، آپ اُسے نہیں دیتے، اس لیے نہیں دیتے کہ وہ ہمت کرے، کھائے پیے ____ وہ بیچارہ بھوک سے مرگیا۔ اب وہاں پر نیت کیا کرے گی۔

سوال:

کیا نیت جاننے کا بھی کوئی علم ہے؟

جواب:

اب بتاؤ کہ کسی کی نیت کو کیسے پہچانو گے؟ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ کے زمانے میں جنگ تھی، ایک کافر نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کو قتل کر دیا۔حضور پاک ﷺ تک بات پہنچی کہ اس نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا تھا تو آپؐ نے قتل کرنے والے سے پوچھا کہ تو نے قتل کیوں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس نے نقلی کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے دل کو کھول کے دیکھ لیا تھا؟ تو یہ جاننے کا علم کیا ہے کہ اس کی نیت

کیا تھی۔

سوال:

کیا ظاہر علم اور مخفی علم الگ الگ علوم ہیں؟

جواب:

یہ سوال پیدا ہوگا' روز ہی آئے گا کہ کیا ظاہر کا علم اور ہے اور باطن کا علم اور ہے؟ کیا دو قسم کے علم ہیں؟ یہ کیا علم ہے؟ یہ سوال پیش آتا ہے

سوال:

کیا مجبور کا گناہ ہوتا ہے؟

جواب:

جو مجبور ہے اس کا کیا گناہ ہوتا ہے' وہ تھا ہی مجبور۔ اس کے اوپر سے گناہ کا پہیہ گزر گیا۔ اس کی کیا غلطی؟

سوال:

کیا بے بس جواب دہ ہے؟

جواب:

جب بے بس ہے تو کیا جواب دہ ہے۔ لنگڑے آدمی سے دوڑ کا نتیجہ کیا پوچھتے ہو۔ وہ بے چارہ تھا ہی لنگڑا۔

سوال:

کیا پابند' آزاد کہلا سکتا ہے؟

جواب:

جو پابند ہو وہ آزاد کیسے ہے۔ جب آپ پابند ہوں' ویزے کی پابندی ہو تو کیا آزادی ہے۔ اگر آپ کو یہ کہہ دیا جائے کہ لاہور کے آدمی صرف لاہور میں رہیں تو مر ہی جاؤ گے۔ آپ لاہور سے باہر نہیں جا سکتے' یہ کہہ دیا جائے تو آپ کا دم حبس ہو جائے گا' Death ہو جائے گی ___ تو پابند' آزاد نہیں ہے۔

سوال:

کیا عبادت عابد کی مجبوری ہے کہ اختیار؟

جواب:

اختیار تو تب ہے جب عبادت چھوڑنے پہ بھی اختیار ہو۔ عبادت کرنے اور چھوڑنے پہ اختیار نہیں ہے بلکہ یہ مجبوری ہے۔

سوال:

کیا کائنات کی ہر شے خالق کی تسبیح بیان کر رہی ہے؟

جواب:

یہ اللہ کہہ رہا ہے کہ **یسبح للہ مافی السموٰت وما فی الارض** کائنات میں' آسمانوں میں اور زمین میں جو چیز ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ جب ہر شے تسبیح بیان کر رہی ہے تو گمراہ کون ہے؟

سوال:

کیا تسبیح بیان کرنے والی شے باغی ہو سکتی ہے؟

جواب:

اللہ کا ارشاد ہے کہ یسبح للہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض اس میں جو وما فی الارض ہے اس میں کلھم ہیں، وہ تسبیح بیان کرر ہے ہیں، کیا وہ گمراہ ہو سکتے ہیں؟

سوال:

کیا سرکش کو سرکشی فطرتاً نہیں ملی؟

جواب:

پہلا سرکش شیطان ہے، اُسے گمراہ کرنے والا تو کوئی شیطان نہیں ملا۔ پہلی گمراہی کیا فطرتاً نہیں تھی۔ فطری بات تو نہیں تھی؟ کہ اس کی فطرت میں سرکشی ہو؟

سوال:

اگر فطری امر ہے تو گناہ کیسے؟

جواب:

اس کے ذہن میں بغاوت رکھی گئی ہے۔

سوال:

اگر ایک مسلمان ملک کسی غیر مسلم ملک کے خلاف جہاد میں مصروف ہو تو کیا دوسرے مسلمان ممالک پر جہاد فرض نہیں ہو جاتا؟

جواب:

اگر افغانستان روس کے خلاف جہاد کرر ہا ہے تو کیا آپ لوگوں پر فرض

ہے؟ اگر ہم مسلمان ہیں تو یہ سب کا فرض ہے۔ ورنہ وہ بھی جہاد نہیں ہے۔ یہ فیصلہ کرو۔

سوال:

کیا مسلمان قوموں کو ایک ملت بننے کا کبھی موقع مل سکے گا۔ کیسے؟

جواب:

اتنی مسلمان قومیں ہیں، کیا وہ ملتِ اسلامیہ نہیں بن سکتے۔ ایک ملتِ واحدہ بن جائیں۔ مگر نہیں بنتے۔ اس میں دقت کیا ہے؟

سوال:

کیا مسلمانوں کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟

جواب:

یہ غور والی بات ہے۔ حج تمہارا اور سامان ان کا بکتا ہے۔ آپ جب حج پہ گئے تھے تو کیا لائے تھے؟ کم سے کم ٹیپ ریکارڈر لے آئے ہوں گے۔ یعنی غیر مسلموں کی چیز لائے ہوں گے۔ اب تو جائے نماز بھی وہ لوگ بناتے ہیں۔ آپ کی مدینہ شریف کی اور مکہ شریف سے جو بھی خرید وفروخت آتی ہے ساری کی ساری غیر مسلموں کی ہے۔ جو جو لاتے ہو وہ ساری غیر مسلموں کی چیزیں ہوتی ہیں۔ مثلاً فلپس کا سامان لاتے ہیں تو یہ کسی نان مسلم کی کمپنی ہوگی۔ جو بھی آپ کا سامان آئے گا وہ غیر مسلموں کا ہوگا۔ حج تمہارا اور فائدہ ان کا، جہاز ان کے، سمندر ان کے، سامان ان کا، گاڑیاں ان کی۔ وہ دھڑا دھڑ گاڑیاں بنا رہے ہیں، تم خریدتے جاؤ، وہ بیچتے جائیں۔

سوال:

کیا مسلمان کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟ حج ہمارا، جہاز اُن کے، سامان ان کا، تجارت اُن کی۔

جواب:

بیڑہ غرق ہوا پڑا ہے۔ سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

کیا مسلمانوں کا تیل، یہودی کے ٹینکوں میں تو استعمال نہیں ہو رہا؟

جواب:

یہ سوچنا پڑے گا۔ جب 1965ء کی جنگ تھی تو پتہ یہ چلا کہ افغانستان کو ہم نے جو ٹرانزٹ ویزہ دیا تھا اس کے ذریعے ہمارا غلہ سمگل ہو کے افغانستان پہنچتا اور افغانستان سے وہ غلہ ڈائریکٹ ٹرانزٹ میں انڈیا پہنچتا اور ہندوستان کی فوج ہمارا غلہ کھا کے ہمارے خلاف لڑتی تھی۔ اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ کی چیز دشمن کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور دشمن اس کا استعمال آپ کے خلاف کرتا ہے۔ مسلمانوں کے ملک میں پیدا ہونے والا تیل یہودی کے ٹینکوں میں اور یہودی کے ٹینک مسلمانوں کے خلاف۔ کیا کہیں ایسا ہوتا ہے؟

سوال:

کیا ہمارا مستقبل سب مسلمانوں کا مستقبل ہے؟

جواب:

اب یہ سوچو۔ کیا پاکستان کی بقا سب کی بقا ہے۔ کیا سارے Spectator

ہیں اور دیکھتے جا رہے ہیں؟ یہاں انہوں نے شکار گاہیں بنائی ہوئی ہیں اور شکرے بازی کی ہوئی ہے۔عیاشی کے سامان بنائے ہوئے ہیں۔کیا ان کا مستقبل ہمارا مستقبل تو نہیں ہے؟

سوال:

کیا سچے دین کو ماننے والے ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟

جواب:

یہ بڑا سوال ہے۔دین سچا اور ماننے والے جھوٹے ہیں' قصہ کیا ہے؟ کیا آپ سارے ہاتھ کھڑا کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔کیا یہ دین سچا ہے کہ نہیں ہے۔آپ یہ تو بتاتے ہو کہ یہ دین سچا ہے' اور دین دار؟ وہ سچا نہیں ہے۔کیا پھر آپ نے دین کو مانا؟ یا سچ کو آپ معذوری سمجھ رہے ہو؟ یہ سوال ہے' اس پہ غور کرو۔

سوال:

کیا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں؟

جواب:

اگر بھائی ہیں تو ایک بھائی دوسرے کے خلاف مقدمہ کیوں کر رہا ہے؟ سوچو۔چور کون ہے؟ ڈاکو کون ہے؟ بینک کس نے لوٹا؟ قتل کس نے کیا؟ یہ بھائی بھائی ہیں؟

سوال:

کیا مسلمان معاشرہ قائم ہو چکا ہے؟

جواب:

کیاوہ اسلامی معاشرہ قائم ہوگیا؟نہیں ہوا۔انا للہ۔ پتہ نہیں کب ہوگا؟

سوال:

کیامسلمانوں پراسلام نافذ ہو چکا ہے؟

جواب:

کیا آپ کے ہاں اسلام نافذ ہو چکا ہے، ہور ہا ہے، ہونے والا ہے یا کبھی نہیں ہوگا؟ سوال یہ ہے۔لگتا ہے کہ ابھی تک تو نہیں ہوسکا۔آگے آپ اس کے جواب پہ غور کرو۔

سوال:

کیا آج اسلام کی وہی حالت ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی؟

جواب:

جس اسلام کا چودہ سو سال پہلے آغاز ہوا تھا کیا وہی اسلام آپ کے ہاں ہے، وہی حالت ہے اس کی یا راستے میں لوگوں نے اسے تبدیل کر دیا، کچھ رنگ بدل دیا۔

سوال:

کیا ترقی کرنے کے لیے مذہب کا ہونا بہت ہی ضروری ہے؟

جواب:

یہ ہے آپ کا ماڈرن سوال، کہ ارتقا کرو، ترقی کرو، مشینیں لگاؤ، فیکٹریاں لگاؤ۔ کیا اس کے لیے مذہب کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کالا شاہ کا کو

فیکٹری لگانی ہے تو لگا دو؛ اس میں کیا عبادت کی ضرورت ہے؟ یہ سوال ہے ــــ

سوال:

کیا لا مذہب لوگ ترقی نہیں کرتے؟

جواب:

وہ جن کا مذہب نہیں ہے وہ بھی ترقی کر رہے ہیں۔ جاپان میں انڈسٹری بہت ہے لیکن مذہب نہیں، چین میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے، روس میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے، امریکہ میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے۔ کیا آپ کے ہاں انڈسٹری کے لیے پہلے مذہب کا ہونا ضروری ہے؟ سوچو۔

سوال:

کیا مذہب حاصل ہونے کے بعد ترقی ہے؟

جواب:

جب مذہب ہی حاصل ہو گیا تو اب ترقی کیا کرنی ہے۔ کیا پھر بھی ترقی ضروری ہے؟ کہ پانچ نمازیں بھی پوری ہوں اور انڈسٹری بھی ضرور لگانی ہے، گھی مل لگانے کی ضرورت ہے۔

سوال:

کیا ترقی کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا؟

جواب:

آپ بتاؤ کہ ترقی کے بغیر کیا گزارہ نہیں ہوتا؟ ترقی کیا ہے؟

سوال:

ترقی کا معیار کیا ہے؟

جواب:

یہ بتاؤ کہ ترقی کہتے کسے ہیں؟

سوال:

ترقی کافر معاشرے کی تقلید ہے یا مذہب پر ریسرچ؟

جواب:

آپ کافر معاشرے کی تقلید کو ترقی کہتے ہیں، آسائش ہو، کاریں ہوں مکانات ہوں ــــــ یہ ترقی ہوگئی، معیارِ زندگی بلند ہوگیا جیسے کافروں کا ہوتا ہے۔ یا پھر مذہب پر ریسرچ کرنی شروع کردی کہ علامہ شبلی نعمانی نے کیا فرمایا، امام غزالیؒ نے کیا فرمایا۔ اس پہ ریسرچ کرتے ہیں۔ اصل میں ترقی کیا ہے؟ یہ سوال ہے۔

سوال:

کیا آج کے ترقی یافتہ ممالک کوئی مذہب رکھتے ہیں؟

جواب:

کیا ان کا کوئی مذہب ہے؟ چین، جاپان، روس اور دوسروں کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ترقی یافتہ ہونا تو کوئی مذہب نہیں ہے۔ انگلستان کا کیا مذہب ہے؟ روس کا کیا مذہب ہے؟ کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہاں ترقی ہے مذہب نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو خطبہ دیا کہ تم لوگ اللہ کا

خوف کیا کرو، نمازیں پڑھا کرو، روزے رکھا کرو، ساری عبادت کرو، اگر تم عبادت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی سرفراز کرے گا، تمہیں بھی ایٹم بم بنانا آ جائے گا۔
ایک بندہ بولا کہ جنہوں نے ایٹم بم بنایا ہے وہ کون سی نمازیں پڑھتے ہیں۔

سوال:

کیا آج کے پس ماندہ ممالک میں مذہب کے چرچے زیادہ ہیں۔

جواب:

مذہب زیادہ پس ماندہ علاقوں میں ہے، جو بیچارے رہ گئے ہیں، تھرڈ ورلڈ۔

سوال:

گھر سے قبرستان تک کا فاصلہ طے کرنے کے لیے کتنی ترقی چاہیے؟

جواب:

اب یہ بتاؤ۔ جانا تو آپ نے آخر میانی صاحب ہے۔ کتنی ترقی چاہیے؟ گھر سے چلنا ہے بلکہ وہ بھی چار آدمی اٹھا کے لے جائیں گے، آپ کو میانی صاحب کے قبرستان تک جانے کے لیے کتنی ساری ترقی چاہیے۔ یہ ہے ہمارا سوال ____ کیا ہے؟ گھر سے قبرستان تک جانے کے لیے کتنی ترقی چاہیے۔ آپ کو راستے میں کیا پیسے چاہییں؟ وہ سفر تو مفت ہوگا ____ آگے پڑھو۔

سوال:

کیا قوم میں وحدتِ افکار اور وحدتِ کردار پیدا کرنے کے لیے عذاب

کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوسکتا؟

جواب:

اگر زلزلہ آ گیا تو قوم اکٹھی ہو جائے گی' جنگ ہوگئی تو قوم اکٹھی ہو جائے گی' کوئی ہنگامہ پیدا ہو گیا تو قوم اکٹھی ہو جائے گی۔ کیا اس کے علاوہ ہماری قوم' پاکستانی قوم اکٹھی نہیں ہو سکتی؟ یہ ایک سوال ہے۔ کیا عذاب کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے؟

سوال:

کیا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی بڑی مخلوق بھی ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہو؟

جواب:

خالق کے اور مخلوق کے درمیان کوئی سپر مخلوق ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان علما، صاحبان ہیں' مشائخ کرام ہیں' یعنی کہ وہ حکم رکھتے ہیں خالق جیسا کہ تم لوگوں کو مار پڑے گی ____ یہ تو اللہ کہہ سکتا ہے' تم تو نہیں کہہ سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی سپر مخلوق ان لوگوں پر خالق جیسا حکم نافذ کرتی ہے۔ یہ سوال زندگی میں کبھی تمہارے سامنے آ سکتے ہیں۔ اس لیے یہ بتا رہا ہوں۔

سوال:

کیا خالق نے مخلوق کو مخلوق کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے؟

جواب:

کیا اللہ تعالیٰ نے بندے کو بندے کے حوالے کر کے چھوڑ دیا ہے کہ وہ بندہ بندے کو ہلاک کرتا جائے یا خالق اپنے بندے کی نگرانی کرتا ہے۔ سوچو؟

سوال:

کیا خالق مخلوق سے ناراض ہے؟

جواب:

کہیں خالق مخلوق سے ناراض تو نہیں ہو گیا کیونکہ انہیں بندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

سوال:

کیا خالق مخلوق کو معاف نہیں کر سکتا؟

جواب:

اب سوال دوسرا آ گیا۔ اب یہ خالق سے سوال ہے کہ کیا آپ ہمیں معاف نہیں کر سکتے؟ معاف کر دیں_____

سوال:

کیا اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ وسیع نہیں ہے؟

جواب:

یہ اس کا اعلان ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کر اور ہمیں غضب سے بچا۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟_____

......یہ ہیں سوالات۔ زندگی میں کبھی یہ سوالات آ سکتے ہیں۔ اگر ایسے

سوال آ جائیں تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ سوالات آ جائیں تو ان کا جواب اپنے ایمان سے تلاش کرو۔ کہاں سے؟ ایمان سے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ ایمان ذرا کمزور ہوا تو یہ سوالات آپ کو بے ایمان کر دیں گے۔ اگر ایمان موجود ہے' قوی ہے تو ان سوالات کا جواب آپ کو اپنے ایمان سے بالکل مل جائے گا۔ ایمان جتنا قوی ہوگا سوالوں کا جواب اتنا ہی جلد مل جائے گا۔ یہ وہ سوال ہیں جو صاحبانِ ایمان کو جواب میں ملے ہوئے ہیں۔ کیا کہا میں نے؟ ان کے جواب مل چکے ہیں۔ ہر آدمی کو جس کا ایمان درست ہے اس کو یہ جواب مل جاتے ہیں۔ آپ بھی اپنے ایمان کی قوت سے ان کا جواب اللہ تعالیٰ سے لو' آپ کو جواب مل جائے گا۔ اس کا نسخہ میں نے یہ بتایا ہے ____ آگے بولو۔

سوال:

اہلِ ظاہر کو ان سوالات کے جوابات سوچنے پڑتے ہیں۔

جواب:

اہلِ ظاہر کا جو علم ہے ان لوگوں کو کیا کرنا پڑتا ہے؟ کہ ان سوالوں کے جواب کتابوں سے ڈھونڈو' سوچو' تلاش کرو ____ تلاش کرنے پڑتے ہیں' ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ کس کو؟ اہلِ ظاہر کو۔

سوال:

اہلِ باطن پر جواب پہلے آشکار ہوتا ہے' سوال بعد میں بنتا ہے۔

جواب:

جو اہلِ باطن ہیں ان کو جواب مل چکا ہوتا ہے' تب وہ سوال کرتے ہیں۔

جواب ان کے پاس ہوتا ہے' تب وہ سوال کرتے ہیں۔ جواب پہلے ملتا ہے اور سوال بعد میں۔ وہ ہیں اہلِ باطن۔ اہلِ ظاہر کون ہیں؟ جن کے پاس سوال ہی سوال ہوں اور جواب نہ ہو۔ انہیں کیا کہیں گے؟ اہلِ ظاہر۔ اہلِ باطن کون ہے؟ کہ جواب پہلے مل گیا۔ اگر امام عالی مقام علیہ السلام گھر سے نکلے تو جواب پہلے مل گیا کہ یہ کربلا ہے' اب آ گیا آپ کا ڈیرہ۔ جواب پہلے ہے' سوال بعد میں ہے۔

سوال:

اگر جواب معلوم نہ ہو تو سوال گستاخی ہے۔

جواب:

اگر جواب کا پتہ نہ ہو تو سوال کیا ہے؟ یہ گستاخی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ یہ کیا ہے' یہ تو بڑی گستاخی کی بات ہے۔ جواب پتہ نہیں کیا ہو مگر یہ گستاخ ہو گیا' ایمان سے باہر ہو گیا۔

سوال:

اگر جواب معلوم ہو تو سوال بے باکی ہے۔

جواب:

اگر جواب کا پتہ ہے پھر سوال کیوں کیا جا رہا ہے؟ تاکہ جواب واضح کیا جائے۔ یہ بے باکی ہے۔ بے باکی کی اجازت ہوتی ہے' گستاخی کی نہیں۔ بیباکی کا مطلب ہے Frank بات۔

سوال:

جیسے تشریح کرنے کے لیے ہو۔

جواب:

ہاں تشریح کرنے کے لیئے Frank بات۔

سوال:

بے باکی میں تعلق قائم رہتا ہے اور گستاخی میں تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

جواب:

بے باکی میں اللہ سے تعلق قائم رہے گا اور جب گستاخی ہوگی کہ اللہ نے یہ کیوں کیا تو اس گستاخ کا تعلق ٹوٹ گیا۔ گمراہ ہو گئے اور کافر ہو گئے۔

سوال:

اگر ہم ذہن سے سوچیں تو سوال ہی سوال ہیں۔

جواب:

سوال کب پیدا ہوتا ہے؟ جب تم صرف ذہن سے سوچو۔ زندگی ذہن سے گزارو گے تو سوال ہی سوال پیدا ہوں گے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ذہن کاوش کرتا جا رہا ہے، غور کرتا جا رہا ہے تو سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

اگر ہم دل سے محسوس کریں تو جواب ہی جواب ہیں۔

جواب:

دل سے محسوس کرنا محبت کا نام ہے، یا اللہ جو تیرا کام ہے تو کر، ہم نے تجھے مان لیا، ہم ہر حال میں ماننے والے ہیں۔

سوال:

اگر ہم اس کے ہیں تو وہ ہمارا ہے۔

جواب:

آسان بات ہے۔

سوال:

پھر جواب ہی جواب ہیں۔

جواب:

اگر ہم اس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے تو پھر جواب ہی جواب ہیں۔

سوال:

اگر ہم صرف اپنے لیے ہیں تو ہم پر عذاب ہے، علم کا عذاب، ذہن کا عذاب، سوال ہی سوال۔

جواب:

اگر ہم صرف اپنے لیے زندگی بسر کر رہے ہیں تو سوال ہی سوال، پریشانی ہی پریشانی۔ اپنے آپ کو اس کا بنا کے رکھو، سارے جواب مل جائیں گے۔

سوال:

سوال دراصل ذہن کا نام ہے۔

جواب:

سوال کس کا نام ہے؟ ذہن کا۔ جواب کس کا نام ہے؟ دل کا۔

سوال:

مانے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا متمنی ماننے سے گریز کرتا ہے۔

جواب:

جو صرف جاننا چاہے وہ ماننے سے باز رہتا ہے۔ تم مانتے جاؤ اور جاننے کی فکر نہ کرو۔ جو وہ کر رہا ہے ٹھیک ہے' غریب رکھے تب ٹھیک ہے اور امیر رکھے تب ٹھیک ہے' جان لے لے تب ٹھیک ہے' ابتلا ہو تب ٹھیک ہے' بیماری ہو تب ٹھیک ہے اور صحت ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ بلکہ سب ٹھیک ہی ٹھیک ہے۔

سوال:

سوال دراصل ذہن کا نام ہے اور جواب دل کا نام ہے۔ ماننے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا متمنی ماننے سے گریز کرتا ہے۔ شک سوال پیدا کرتا ہے۔ اور یقین جواب مہیا کرتا ہے۔

جواب:

جب شک سوال پیدا کرتا ہے اور یقین جواب مہیا کرتا ہے تو تم یقین میں داخل ہو جاؤ' تمہیں جواب مل جائیں گے اور شک میں داخل ہو گئے تو سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

شک یقین کی کمی کا نام ہے اور یقین شک کی نفی کا نام ہے۔

جواب:

یقین آ گیا تو شک نکل گیا جاء الحق وزھق الباطل۔

سوال:

کیا یقین، ایمان ہی ہوتا ہے؟

جواب:

یہ ایمان ہی ہوتا ہے۔

سوال:

آسمانوں اور زمین کے تمام سفر سوالات کے سفر ہیں۔

جواب:

یاد رکھنا کہ آسمانوں کے سفر اور زمین کے سفر جو ہیں یہ سوالات کے سفر ہیں کہ یہ کیوں ہے، چاند کیا ہے

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

سوال:

لیکن دل کا سفر جواب کا سفر ہے۔

جواب:

دل کا سفر جواب کا اور محبت کا سفر ہے۔

سوال:

ان سوالات کے جوابات دانشوروں سے نہ پوچھیں اپنے دل سے

پوچھیں، اس دل سے جو گداز ہونے کا دعویٰ بھی رکھتا ہے۔

جواب:

اس میں دانشوری کی بات نہیں ہے، یہ اپنے آپ سے پوچھو۔ کس سے پوچھو؟ اپنے دل سے پوچھو۔ اب یہ سوال کبھی پیدا ہوں تو اپنے دل سے پوچھو، جواب مل جائے گا______

اب ان سے باہر کوئی سوال ہے تو پوچھو۔

سوال:

یہی کافی ہے۔

جواب:

یہ مضمون اگلے Thursday کو آپ کے اخبار میں آئے گا۔ اب آپ کو بات سمجھ آ گئی ہے؟ جب کبھی سوال پیدا ہو تو آپ فوراً عبادت کرو اور کہو کہ یارب العالمین، سوال پیدا ہوا ہے، یہ شک نہیں ہے بلکہ مجھے یقین ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ مجھے یقین تو بہت ہے لیکن میں ذرا تصدیق چاہتا ہوں۔ پھر ان کو وہ واقعہ دکھایا گیا کہ موت سے زندگی کیسے پیدا ہوئی۔ جب انہوں نے دیکھا اور ان کو یقین آ گیا تو انہوں نے کہا قال اسلمت لرب العالمین میں پوری طرح ایمان لایا، پوری سلامتی کے ساتھ۔ گویا کہ ولکن تطمئن القلبی کہ میں یہ اپنے قلب کے اطمینان کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ بس سوال آپ کے ایمان کو نہ چھیڑے بلکہ اطمینانِ قلب کے لیے ہو۔ ایمان قائم رکھو، پھر سوال کرو۔ جب سوال کرو تو تعلق قائم رہے اور گستاخی نہ ہو۔ پھر آپ کو

جواب مل جائے گا۔ گستاخ کو جواب نہیں ملے گا۔ اگر اپنا بن کے پوچھو تو جواب مل جائے گا' غیر بن کے پوچھو تو کبھی نہیں ملے گا۔ یہ ہے آپ کو آج کا پیغام۔ زندگی میں سوالات آئیں تو غور سے' اپنے آپ سے جواب مہیا کرو۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس 1987ء کے زمانے میں آپ پر آسانیاں نازل فرمائے' ہر چند کہ سال تو روز ہی شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملکی حوالے سے محفوظ فرمائے' آپ کو اپنی زندگی کے حوالے سے کامیابی عطا فرمائے۔ یارب العالمین! ارادوں کی کامیابی عطا فرما اور کامیاب سفر کا ارادہ عطا فرما ــــــ کامیاب سفر وہی ہے جو اللہ کی رضا ہو۔ یارب العالمین! رحم فرما' بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا پیغام دے اور چھوٹوں کو بڑوں کا ادب سکھا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یاارحم الرّٰحمین۔

1. اس کی کیا پہچان ہے کہ کون سی تکلیف خدا کی طرف سے ہے یا دوسری طرف سے ____
2. دل میں جو آرزو پیدا ہوتی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے؟
3. ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة کا کیا مطلب ہے؟
4. قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ کوئی اور آیت نازل کرتے ہیں.....
5. قرآن پاک میں سیروا فی الارض کا حکم ہے۔ یہ کیسے آتی ہے۔ پھر مکذبین کے لیے اس کی کیا ضرورت ہے؟

سوالات

1 ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ______

2 غیبت کے بارے میں بتادیں ______

3 آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

4 جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

سوال:

ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ـــــــــ

جواب:

ہاں مستقبل روشن ہے، روشن مستقبل کا ثبوت تو ہوتا نہیں ہے بلکہ روشن مستقبل صرف تسلیم ہوتا ہے۔ گنتی کی چند باتیں آپ لوگ یاد رکھ لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی ایسا دَور زندگی میں نہیں آئے گا کہ اچھائی کا راستہ بند ہو جائے یا برائی کا راستہ بند ہو جائے۔ اچھے آدمی کے لیے اچھا راستہ ہر وقت Available ہوتا ہے اور برے آدمی کے لیے بُرا راستہ Available ہوتا ہے اور برائی کا راستہ بند بھی ہو سکتا ہے اگر نیکی چاہے تو ـــــــــ لیکن نیکی کا راستہ بند نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے فیصلہ کر لیا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے معاون ہیں، خادم ہیں، ان لوگوں کا راستہ رک نہیں سکتا۔ گویا کہ نیک آدمی کا مستقبل کبھی تاریک ہو ہی نہیں سکتا، چاہے دنیا سے سورج چلا ہی جائے، نیک آدمی کی رات بھی نیک، نیک آدمی کا دن بھی نیک، نیک آدمی کی رات بھی روشن اور نیک آدمی کا دن بھی روشن، بلکہ رات دن سے زیادہ روشن۔ تاریکی کے زمانے

میں جگنو زیادہ روشنی دے گا۔ تو نیکی روشنی ہے' اس کو Further روشنی کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے یا حالات کی سازگاریت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ حالات ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو لوگ نیک گروپ میں تو شامل ہوتے ہیں لیکن نیک نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں فلاں گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں' اس گروپ کے حالات پتہ نہیں کیا ہیں' اس سے شاید میری نیکی مسدود ہو جائے۔ تو انفرادی طور پر نیکی مسدود نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ ایک سٹیج آتی ہے کہ آپ کو مصلیٰ بچھانے کی جگہ نہ ملے۔ تو پھر آپ دل میں بچھا لیں کیونکہ اللہ Visible نہیں ہے۔ شکر کرو' نظر تو آتا نہیں ہے اور نہ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ آپ کے خیال کے ساتھ اللہ ہے' اللہ کا خیال ہی اللہ ہوتا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کا خیال حالات کی وجہ سے بند ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا' فاقے میں یادِ الٰہی نہیں بھولتی' کوئی مر جائے تو پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ کہ اللہ کی مرضی ہو گئی' یہ کوئی نہیں کہے گا کہ صحت خراب ہو گئی یا یہ ہو گیا بلکہ اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ کی حد قبرستان سے شروع ہوتی ہے۔ تو اللہ کا علاقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا' دنیا کے علاقے ختم ہو گئے' ایل ڈی اے ختم ہو جائے گا' کچھ اور ختم ہو جائے گا مگر اللہ کا علاقہ ختم نہیں ہو گا' ہندو کے دَور میں ختم نہیں ہو گا' کافر کے زمانے میں بھی ختم نہیں ہو گا۔ لہٰذا نیک لوگوں کے لیے' مومن مسلمانوں کے لیے روشن مستقبل ہے۔ یادِ الٰہی محدود زندگی کے اندر آپ کو چاہیے۔ اس کے لیے یہ شرط نہ لگانا کہ اللہ لامحدود ہے اور اس کے لیے میری لامحدود زندگی ہو تو پھر میں یاد کروں' محدود زندگی میں

پیغمبر اپنی پیغمبری کا دَور پورا کر گئے' علیہم السلام۔ اور وہ جو پیغام لانے والے تھے وہ اپنا پیغام پورا دے گئے' نبی' نبی ہو گئے اور ولی' ولی ہو گئے اور زندگی اتنی مختصر رہی۔ میرا خیال ہے کہ کسی ولی کی تعریف میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ He lived a long life. یعنی وہ ولی تھے اس لیے وہ نوّے سال رہے۔ تو یہ ولایت کا ثبوت نہیں ہے۔ ولایت کا ثبوت کیا ہے؟ کہ مختصر زندگی' جتنی بھی ہے اس کے اندر کسی زمانے میں ان کو یادِ الٰہی میں غافل نہیں پایا گیا' کسی زمانے میں ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں دیکھا گیا اور کسی زمانے میں رخ ان کا غلط نہیں ہوا۔ یہ تو آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ زمانے کون سے تھے' دوپہر کا زمانہ تھا کہ رات کا زمانہ تھا' برسات کا تھا کہ بہار کا۔ اللہ والا جو ہے وہ اللہ والا رہتا ہے کیونکہ اللہ اس کے خیال کے ساتھ ہے۔ خیال جو ہے وہ اس نے قائم رکھا ہوا ہے اس لیے اللہ جو ہے مکمل طور پر ان کے ساتھ ہے اور اللہ کے ساتھ مشاہدوں کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ مرنے کے بعد۔ اس لیے جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں زندگی میں دیکھنا چاہتا ہوں تو پھر بزرگ کہتے ہیں کہ تو زندگی میں مَر جا۔ کہتے ہیں کہ قبرستان سے اس کی حد شروع ہو گی مگر وہ کہتا ہے کہ میں قبرستان کو نہیں مانتا' مجھے ابھی چاہیے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک طریقہ ہے کہ تُو زندگی میں مَر جا۔ کہتا ہے کہ زندگی میں ہم کیسے مَر سکتے ہیں' آپ بتاؤ' تو سہی۔ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد نہ رشتے داروں کا Visit کیا جاتا ہے' نہ دعوتیں قبول ہوتی ہیں نہ الیکشن کمپین ہوتی ہے' نہ تقریر ہوتی ہے۔ آپ اس زندگی میں الیکشن کمپین بند کر دو' تقریریں بند کر دو اور رشتے داروں کے پاس جانا بند کر دو۔ مر جانے والا ایک

خیال میں پڑا ہوتا ہے۔تو تم بھی ایک خیال میں پڑ جاؤ۔مرنے والے کو کھانے
پینے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔تو آپ بھی کھانے پینے کا کبھی فکر نہ کرو۔کہتا ہے کہ
کھانے پینے کا فکر نہ کریں تو پھر مَر ہی جائیں گے۔کہتا ہے کہ مَر تو پہلے ہی گئے
ہیں آپ' اب کیا کھانا ہے۔آپ نے مرنے کا تو پروگرام بنایا ہے' لہٰذا مرنے
سے پہلے مرنے کا فارمولا جو ہے وہاں سے اللہ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔جب
تک پوری بات کا پتہ نہ چلے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔اب وہ کہتا ہے کہ میں
کھاؤں گا کیسے؟ اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی طاقت جو ہے یہ کھانے سے نہیں
ہے' طاقت اللہ کے حکم سے ہے۔کھا کھا کے لوگ کمزور ہو گئے۔کھا کھا کے مَر گئے
مگر طاقت نہ آئی۔طاقت بہر حال اللہ کے اَمر سے ہے۔کون سا اَمر ہوتا ہے کہ
کھانا طاقت بن جاتا ہے؟ یہ اللہ کو پتہ ہے۔لہٰذا جب اللہ کو قادر مان لیا تو قادر
سے محبت قدرت کا جلوہ ہے۔اب آپ نے قدرت کا جلوہ دیکھنا ہے یا حالات
کے جلوے دیکھنے ہیں۔یہ ایک پوائنٹ یاد رکھنے والا ہے کہ قدرت کا جلوہ دیکھنے
والے حالات کی زَد میں نہیں ہوتے۔ان کے لیے حالات کیا شے ہیں۔حالات
کا جو تھپیڑا ہے' آیا ہے اور گیا ہے۔اگر آپ کو خوشی دے دی جائے اور آپ کا
محبوب' کوئی عزیز' چلو دوست ہی لے لو' بہت پیارا دوست ہے' اس کے بارے
میں کوئی کہے کہ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے دے دیتے ہیں اور دوست آپ کا مار
دیتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' جدائی قبول نہیں ہے۔حالانکہ آپ گِلہ کر
رہے تھے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔اب پیسہ آپ کو دیتے ہیں۔اگر کوئی
آپ کے بچے لے جائے خدانخواستہ اور آپ کو دو کروڑ روپیہ دے جائے تو آپ

کہیں گے کہ ہمیں دو کروڑ نہیں چاہیے ہمیں بچے چاہییں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کی بقاء چاہیے' حالات کی فراوانی نہیں چاہیے۔ اللہ سے اگر محبت ہو جائے تو پھر آپ کو کیا چاہیے' یہ محبت دے کر آپ کون سے حالات مانگتے ہو اور محبت کے لیے کون سے وسیلے ضروری ہیں؟ آپ بولو۔ کیا اللہ سے محبت کے لیے پیسے ہونے چاہییں' سفید کپڑے ہونے چاہییں' کالی شلواریں ہونی چاہییں' پیلا رومال ہونا چاہیے؟ نہیں۔ آپ یہ کہیں کہ محبت اس کی مہربانی ہے اور وہ محبت کرا دے تو محبت ہو گی۔ اس کے لیے حالات کی بات نہیں ہے۔ اب جو شخص محبت کو حالات سے شروع کرتا ہے تو وہ شخص تو محبت سے پہلے ہی محروم ہو گیا کیونکہ محبت نے آپ کو حالات سے غافل کرنا تھا اور آپ حالات لے کے محبت کی طرف چلے آئے۔ ''ہم اللہ سے محبت کرنے آئے ہیں'' اور پہلے یہ کام کرتے ہیں کہ پیسے جیب میں ہیں کہ نہیں ہیں' بلکہ پیسے ہاتھ میں رکھو' کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے پیسے ہاتھ سے گم کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح تو آپ اللہ سے محبت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے پاس جانے والا جو ہے وہ تو حالات کو چھوڑ کر گیا ہے۔ حالات کا گِلہ کہاں پر ہوتا ہے؟ جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ حالات کا کارساز آپ نے کسے مانا؟ اللہ کو۔ اور آپ کدھر جا رہے ہو؟ اللہ کے پاس۔ جب اس نے کام اُلٹا پلٹا کر دیا تو پھر کام ٹھیک ہو گیا۔ جب اللہ نے کیا ہے تو ٹھیک ہے اور جو تم نے کیا ہے وہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو کارساز مانو تو اُسی کو کارسازی کرنے دو' تم اس کی طرف راضی ہو کر چلتے جاؤ۔ پھر حالات ٹھیک ہیں' مستقبل ٹھیک ہے۔ مستقبل کس کا ٹھیک ہے؟ ٹھیک کا ٹھیک ہے۔ اچھے کا مستقبل اچھا ہوتا

ہے اور برے کا مستقبل برا ہوتا ہے۔ یہیں تو ہمارے ایمان کا آغاز ہوا کہ کافروں نے کہا کہ دیکھو ہم امیر لوگ ہیں' آپ لوگ ہمارے راستے پہ چلو ہم آپ کو مال دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ پر سونے کا پہاڑ رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاندی کا پہاڑ رکھ دو' سورج رکھ دو' ستارے رکھ دو' چاند رکھ دو' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم چھوڑیں۔ کیونکہ ہم کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں تم کار کی بات کر رہے ہو' کام یا کار کی بات کا ہم نے کیا کرنا' ہم تو کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں' وہاں ہمیں اس بات کو سوچنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہمیں کس حال میں رکھے۔ لہٰذا اللہ کی محبت جو ہے وہ ہمیں جس حال میں رکھے راضی رہنے کا نام ہے' گِلے کا نام ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا سمجھے؟ یہ کہ انسان راضی رہے۔ چاہے اللہ جس حال میں رکھے یہ اس کی رضا ہے' اب خطرہ اس کو کوئی نہیں ہے۔ خطرہ صرف ایک چیز کا ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد سے میں غافل نہ ہو جاؤں' جو غافل ہے وہ حالات کی زد میں ہے' اور جو یاد میں ہے اس کے حالات صحیح ہو گئے۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جب یہ دیکھا جائے کہ آپ کے خیال کے مطابق ایک ایسا وقت آ رہا ہے جس سے اسلام ختم ہو جانا ہے' خدانخواستہ' اگر یہ تمہیں سمجھ آ جائے کہ اسلام ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے تو سمجھو کہ ختم نہیں ہونا کیونکہ اللہ نے ختم ہونے ہی نہیں دینا۔ بڑے بڑے لوگ آئے' بڑے بڑے واقعات ہوئے' اسلام کے لشکر کے کل دو آدمی رہ گئے' لگتا تھا اب اس کے بعد اسلام ختم ہو جائے گا مگر یہ نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی مثال بتائی ہے کہ جب حضور پاک ﷺ غار میں تشریف رکھتے تھے تو عین اُسی مقام پر وہ

قافلہ پہنچ گیا جو آپ کی تلاش میں آیا تھا۔ تو ایک مکڑی کے جالے نے سارا کھیل بنا دیا۔ اگر وہیں خدانخواستہ ملاقات ہو جاتی تو اسلام ختم ہو گیا تھا۔ تو اسلام ختم نہیں ہو سکتا' کہیں مکڑی کا جالا آ جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' کہیں کوئی اور واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسلام ختم ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ نہ اسلام ختم ہوا اور نہ اس نے ختم کیا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ختم نہیں کرنا۔ تو مسلمان ختم کیسے ہوگا۔ مسلمان بھی قائم ہے۔ اور اگر عقیدے کے ساتھ اُس کی موت ہے تو شہادت ہے' عقیدے کے علاوہ موت ہے تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان تو مرتا نہیں ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہی ہے۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ اب دشمن کا لشکر مسلمانوں سے ہٹ کے کعبے کی طرف حملہ کرنے جا رہا ہے تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب تماشہ دیکھو۔ کہتا ہے کہ اب پتہ لگے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنا کھیل دکھانا ہے۔ مقصد یہ کہ اب آپ کا کھیل ختم ہو گیا' اب اسلام کی طاقت کو دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے! مسلمانوں کی طاقت تو آپ نے دیکھ لی۔ اب اسلام کی طاقت دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے تو جلوہ آپ کو نظر آئے گا' ضرور آئے گا۔ یہ بات میں نے آپ کو پہلے لکھ کر بتائی تھی کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور جب آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔ جب آسمان گرتا نظر آ رہا ہے کہ اب انتہا ہو گئی ہے اور خانہ کعبہ کے قریب دشمن کی طاقتیں پہنچ گئی ہیں تو اب ٹھہر جاؤ' اب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ٹھیک کہا تھا کہ ہماری چابیاں ہمارے حوالے کرو' ہمارے اونٹ ہمارے حوالے کرو' پھر کعبہ جانے اور کعبے کا محافظ جانے۔ اب آپ اللہ

اللہ کرتے جاؤ اور پھر دیکھو کہ ہوتا کیا ہے۔ اس لیے اسلام کا مستقبل جو ہے وہ کبھی تاریک نہیں ہوتا بلکہ مستقبل روشن ہی ہے۔ مسلمان کے پاس اگر خطرہ آئے تو مسلمان دونوں باتیں جانتا ہے' خطرہ ٹالنا بھی جانتا ہے اور شہید ہونا بھی جانتا ہے۔ اس طرح مستقبل روشن ہے۔ اگر اسلام کے پاس خطرہ چلا جائے تو اسلام ہر صورت میں جانتا ہے۔ اسلام مالک کا نام ہے۔ اسلام کس کا نام ہے؟ مالک کا نام ہے۔ تو پھر کیا خطرہ ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ حالات کا مستقبل خراب ہے۔ تو جب تک مستقبل نہ آئے تب تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ اب یہاں ایک فلسفے کی بات ہے کہ دو انداز ہوتے ہیں' ایک Passive یا Negative یا Pessimist یعنی تاریک پہلو والا' کہ بالکل تباہی ہو جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ تباہی نہیں ہوگی۔ یہ دونوں جھوٹی باتیں ہیں کیونکہ کل ابھی آیا نہیں۔ وہ آدمی جو صرف تاریک پہلو میں رہتا ہے وہ تو آنے سے پہلے ہی مر گیا' پریشان ہو گیا۔ حالانکہ ہر ایک کو پتہ ہے' کیا پتہ ہے؟ کہ موت آئے گی' کسی کو شک ہے کوئی؟ پکی بات ہے۔ اگر کسی آدمی کو بتا دو کہ تیری موت سوا تین مہینے کے بعد آ رہی ہے' تو وہ آج ہی مرنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے مستقبل کو مخفی رکھا ہے۔ جس طرح آپ قربانی کا بکرا دیکھیں' چھری سے پہلے کھاتا پیتا ہے' رونق لگاتا ہے کیونکہ اسے کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ تو انسان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ آنے والے حالات کیا ہیں؟ آنے والا آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ کہتا ہے کہ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو جانے والوں سے فرصت نہیں مل رہی۔ مستقبل کے بارے میں اس وقت غور کرو

جب تم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا جانتے ہو،ورنہ غور نہ کرنا کیونکہ ایمان چلا جائے گا۔ فقرہ میرا یاد رکھنا۔ کیا کہا میں نے؟ اگر کوئی کہے کہ کل کا سورج مجھے نکلتا نظر نہیں آ رہا تو اس کا ایمان تو یہیں سے چلا گیا۔ اب آپ کا ایمان چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں اور سورج نکلتا ہی رہتا ہے' کفر کی یلغاریں ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایمان سرفراز رہتا ہے بلکہ جتنا کفر زیادہ ہوگا اتنا ہی ایمان زیادہ افروز ہوگا۔

یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را
فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را

کہتا ہے کہ تو مشکلات ذرا زیادہ کرتا کہ ہمیں جاگنے کا موقع ملے' ابھی تو مشکلات ہیں ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ باباجی آپ کو کچھ فکر محسوس ہوا کہ خطرہ آ رہا ہے؟ بابا کہتا ہے کہ خطرہ محسوس ہوتا تو پھر میں ضرور جانتا' ابھی تو کوئی بات نہیں ہے۔

ہنوز دلی دور است

ان کے لیے خطرہ نہیں ہے کیونکہ اگر خطرہ ہے تو وہ خود ہی ٹال لیں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ سے زیادہ مرتبے والے اور زیادہ جاننے والے انسان مطمئن بیٹھے ہوں تو آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر ابا حضور تشریف فرما ہیں تو بیٹا کیوں پریشان ہو رہا ہے۔ اب یہ نہ کہو کہ دشمن قریب آ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کرو اور انہیں اپنا کام کرنے دو۔ ان کے لیے تو اشارے کی بات ہے جس کے بارے میں کہا تھا کہ

اس کے لیے دلی دور ہے' دشمن پھر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو جہاں جاننے
والے ہوں وہاں نہ جاننے والے کا پریشان ہونا ناجائز ہے۔ تو آپ زیادہ
پریشان نہ ہوں۔ اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مرض ٹھیک ہو رہا ہے' مریض کو دیکھنے
والے کہتے ہیں کہ یہ تو مر رہا ہے' ڈاکٹر بہتر جانتا ہے اور ڈاکٹر پر اعتماد بہتر ہے۔
مستقبل کو جاننے والے اگر یہ کہہ دیں کہ مستقبل روشن ہے تو پھر یہ روشن ہے۔ اگر
انہوں نے بچے کو دیکھ کر بتا دیا کہ یہ بچہ بڑے روشن ستارے والا ہے تو اس بچے
نے ستارے تک پہنچنا ہے۔ تو دیکھنے والے نے پہلے بتا دیا کہ یہ روشن ستارہ ہے' یہ
بہتر بچہ ہے' یہ طاقت ور بچہ ہے' یہ بڑا ہو کے بڑا بنے گا۔ اب بچہ کہتا ہے کہ میں تو
نہیں ہو سکتا' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ جب بڑا ہو گا تو پتہ چلے گا کہ اس نے کیا بننا ہے۔

اب آپ یہ دیکھیں کہ انسان ایک مشین ہے' یہ فرض کر لیں۔ اگر اس
مشین کے اندر ایک پرزہ ایسا ہے جسے اگر ذرا ٹچ کر دیا جائے تو بندہ بدل جاتا
ہے۔ آپ اس پرزے کو دل کہہ لیں۔ اگر ایک بادشاہ خوش باش زندگی گزار رہا ہو'
اس کے دل پہ اثر ہوا تو اس نے بادشاہی چھوڑ دی۔ اگر ایک انسان بڑے غصے
والا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی واقعہ ہو گیا تو پھر اس کے بعد وہ مَر ہی گیا کیونکہ دل
ٹوٹ گیا۔ کہتا ہے جب میں نے یہ دیکھا کہ دوست کے ہاتھ میں خنجر تھا تو پھر میرا
اعتبار ہی اُٹھ گیا اور اس کے بعد پھر کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ اسی طرح اگر کوئی اور پرزہ
ٹچ کر دیا جائے تو کافر مومن ہو جاتا ہے۔ اس پرزے کو آپ نصیب کہہ لیں۔ تو
وہ جو نصیب تھا اس کو ٹچ کر دیا تو وہ جو کافر تھا مومن ہونا شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ

اس کے بعد میرا ایمان قوی ہو گیا' فلاں آدمی نے ایک بات کی میرے کان میں تو پھر مجھے بات سمجھ آ گئی۔ مقصد یہ ہے کہ زندگی کے اندر Logical Sequence ، تسلسلِ حالات کے علاوہ بھی کچھ واقعات ہیں جو حالات کا تسلسل بدل دیتے ہیں کہ انسان کدھر جا رہا تھا اور کہاں جا نکلا ۔

منم محو خیال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی کہ بندہ کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے کیونکہ اندر سے پرزہ بدل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ آپ کے اندر ایسا پرزہ بدل دیا جائے کہ آپ مکمل سچے ہو جائیں پھر آپ اپنے آپ کو سب سے پہلے دیکھیں۔ پھر آپ کو اپنے اندر جو قباحتیں نظر آئیں گی' اس کا تدارک کون کرے گا؟ جب قیامت کا وقت ہو گا' حساب کتاب کا وقت ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہے؟ وہ تمہیں خود ہی سچا کر دے گا اور پھر تمہارے سامنے تمہارے اعمال نامے رکھ دے گا کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟ آپ کیسے کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ اب تو آپ اپنے آپ کو Defend کرتے ہیں مگر اس وقت آپ کیا بن جائیں گے؟ Witness of Prosecution۔ پھر آپ خود کو کہیں گے کہ یہ جھوٹا ہے' یہ مسجد سے جوتی چرانے گیا تھا' یہ تو حج کرنے نہیں گیا تھا بلکہ سامان خریدنے گیا تھا۔ تو آپ کے جھوٹ کے زمانے کا دفاع آپ کے سچ کے زمانے میں Prosecution ہو جاتا ہے۔ تب آپ ہی اپنے آپ کو پکڑ لیں گے۔ عام حالات میں اس کو ضمیر کہتے ہیں اور خاص زمانے میں اس کو فضل کہتے ہیں۔ اگر آپ پر اللہ کا فضل ہو جائے اور اللہ آپ کو سچا بنا دے تو آپ کو سب سے زیادہ خطرناک انسان اپنا آپ نظر آئے گا اور آپ خود ہی گواہی

دینے لگ جائیں گے کہ یا اللہ یہ تو جھوٹا بندہ ہے' یہ سارا ہی جھوٹ ہے' جو اس
نے کام کیا وہ سارا ہی غلط تھا۔ وہ اپنے خلاف آپ ہی بولتا چلا جائے گا۔ کیونکہ
اب جھوٹے کے خلاف سچا بول رہا ہے۔ اس وقت سچے بھی آپ ہیں' جھوٹے بھی
آپ ہی تھے۔ اب آپ کی جو سچی ذات ہے اگر وہ کبھی فوقیت میں آ جائے' تو وہ
آپ کو اُڑا کے رکھ دے گی۔ تو دنیا میں ہونے والے واقعات آپ سے اتنے دور
چلے جائیں گے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہی نہیں ہو گی ______ تو میں مستقبل
کی پریشانی کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ جو آیا نہیں اس کے بارے میں
پریشان کیوں ہو۔ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہو؟ کہتا ہے ابھی جانے
والوں سے فرصت نہیں ملی۔ آپ وہ دیکھو جو آپ کر چکے ہو۔ جب کبھی آپ سے
زیادہ جاننے والے لوگ موجود ہوں اور خاموش ہوں' اس وقت کم جاننے والے کو
شور مچانے کا حق نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالیجاہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب وہ بیٹھے
ہوئے ہیں' جب طاقتیں خاموش ہیں تو کمزور نے کیا شور مچانا ہے۔ جب جاننے
والا چُپ ہو جائے تو لاعلم یا بے علم کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ دانا کی محفل میں کم از کم
خاموشی تو کی جا سکتی ہے۔ مومن کے لیے مستقبل حالات کا نام نہیں ہے' مومن
کے لیے مستقبل' حال اور ماضی اللہ کے ساتھ وابستگی کا نام ہے۔ اگر آپ کی توجہ
میں اللہ نہ رہا تو حالات کی کیا اصلاح کر سکتے ہو اور اللہ کی سرحد کہاں سے شروع
ہو رہی ہے یعنی اس کے علاقے کی سرحد؟ آپ کی موت سے۔ اگر اس زندگی
میں اللہ کی سرحد چاہتے ہو تو موت کا Experience کر لو' موت کا
Experience' اللہ کے قرب کا ایک Experience ہے۔ Vision of

Death جسے آپ کہتے ہوناں یہ بھی تقربِ حق کی ایک دلیل ہے Vision of death means vision of Divine بچوں کی ایک کہانی کسی نے لکھی تھی' آپ کو یاد ہوگا' اردو کی کتابوں میں آپ پڑھتے رہے ہو۔ کہانی یوں شروع ہوتی ہے کہ سال کی آخری رات تھی' ایک بوڑھا سر جھکائے ہوئے سوچ رہا ہے' ویرانے میں بیٹھا ہوا ہے' کھنڈرات میں بیٹھا ہوا ہے' سوچ رہا ہے کہ میں نے کون کون سا غلط کام کیا ہے' ماں باپ کی حکم عدولیاں کی ہیں' تعلیم کی غفلتیں کی ہیں اور کردار کے اوپر ناجائز تجاوزات کی ہیں' کردار کشی کی ہے اور حالات خراب ہوئے' تباہیاں' بربادیاں' دھوکہ اپنے ساتھ' لوگوں کے ساتھ' ماں باپ کے ساتھ' حق تلفیاں کرتے رہے ہیں اور سماج میں عزت کی خاطر ہم اپنے کردار کو مسخ کرتے رہے ہیں' چہرہ خراب کر دیا' یہ ہو گیا' وہ ہو گیا' بہت بڑی پریشانی ہے' کاش یہ زندگی دوبارہ مل جاتی تو دوبارہ میں اچھی زندگی گزارتا۔ تو اسے سارے واقعات یاد آئے' پریشان ہے' رو رہا ہے۔ اتنے میں اس کو ایک روشنی کی کرن نظر آتی ہے' وہ روشنی آئی کیونکہ تاریک رات تھی۔ کہتا ہے تو روشنی کون ہے جو میری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے؟ اس نے کہا میرا نام ہے اُمید' ہم امید کہلاتے ہیں' ہمارا کام ہے اندھیرے میں روشنی کرنا' یہ جو تو اندھیرے میں مبتلا ہے' تو ہماری بات غور سے سُن' سمجھ آ جائے گی' توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا اچھا توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں؟ اس بوڑھے نے توبہ کی۔ یک لخت کیا دیکھتا ہے کہ اس کو ماں کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھو آج تو عید کا دن ہے' تو ابھی تک سو رہا ہے اور تو تُو رو بھی رہا ہے ـــــ تو یہ ایک چھوٹے بچے کا خواب تھا۔ تو بچہ سمجھا کہ

اگر زندگی کو میں غلط کر لیا تو پھر وہی ہو گا یعنی میں مایوس بوڑھا بن جاؤں گا۔ بات سمجھ آئی؟ گویا کہ مایوسیوں کے اندر امید کے زمانے فضل کی آمد ہیں۔ اس لیے ایمان کس لیے ہے؟ یہی تو وقت ہے ایمان کا۔ سارے کے سارے مایوس ہوتے جا رہے ہیں' سارے اسلام کو چھوڑتے جا رہے ہیں' کفر کے اندر داخل ہوتے جا رہے ہیں' لوگ اتنے پریشان ہیں' یہ جو لوگ پریشان ہیں تو یہ تو نقلی ایمان پریشان ہے اور اصلی ایمان کاہے کو پریشان ہو گا۔ کیا وہ موت سے ڈر رہا ہے؟ نہیں' وہ موت سے نہیں ڈرتا' ایمان نہیں ڈرتا موت سے۔ موت تو اس کو پرکھنے والی شے ہے' موت مَر جاتی ہے اور بندہ زندہ رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ موت مجھے مار دے گی' ایک وقت کے بعد موت نے مَر جانا ہے اور ہم نے زندہ ہو جانا ہے پھر جھگڑا کس بات کا؟ Ultimately تو میں نے زندہ رہنا ہے' میں ہی مَیں ہوں۔ آپ بات سمجھے؟ تو اس بات نے یہ ثبوت دیا کہ ایمان والے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ جب کبھی کسی جاننے والے پہ اللہ تعالیٰ یہ فضل کر دے کہ یہ واقعہ آنے والے زمانے کی بات ہے تو پھر وہ بتا سکتا ہے' ورنہ تو اس نے Future مخفی رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک پیغمبر پر فیوچر آشکار ہو گیا کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عذاب آنے والا ہے مگر عذاب نہیں آیا۔ پھر بڑی سخت پریشانی' پشیمانی اور سخت واقعات ہوئے جن سے وہ گزرتے گئے اور پھر مچھلی کے پیٹ میں واقعات ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ آپ نے تو مجھے دکھایا تھا تو اللہ نے کہا کہ دکھایا تو تھا مگر درمیان میں توبہ کرنے والے' معافی مانگنے والے' دعائیں کرنے والے' ہزار واقعات ہوتے ہیں' کتنی بار

تقدیر بدلتی ہے' مقدر جو ہے اتنی بار بدلتا ہے' جتنی بار بندہ رجوع کرتا ہے۔ تو اٹل مقدر کیا ہے؟ تو اٹل مقدر تیرے رجوع کا نام ہے۔ اگر رجوع بدل گیا تو حالات بدل گئے۔ تو آپ کا رجوع نہ بدلے تو یہ سارے حالات جو ہیں یہ رجوع کے Tester ہیں۔ اگر رجوع نہ بدلے تو تمہارا مستقبل کیا اور حال کیا۔ کہتا ہے کہ ہم ایک ہی ہیں۔ کبھی آپ نے غم والا آدمی دیکھا ہے۔ اگر چار دن کے بعد پوچھو کہ کیسا موسم ہے تو کہتا ہے کہ اسی غم کا موسم ہے۔ محبت والے سے پوچھو کہ اب کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے اب بھی اسی کی یاد ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو چھ دن ہو گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ چھ ہزار سال ہو جائیں تب بھی اسی کی یاد رہے گی۔ یہ میں دنیاوی وابستگی کی بات کر رہا ہوں۔ اور اگر وابستگی حق ہو جائے تو پھر حالات کیا رہے' یا خیالات کیا رہے' تو پھر الیکشن کیا ہے اور غیر الیکشن کیا ہے؟ تو یہ جھوٹی وابستگیاں ہیں' ووٹ کی محتاج ہیں اور سچ جو ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر اللہ اللہ ہے۔ وہ کہتا ہے ہم جا رہے ہیں' کامیابی کے ساتھ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہیں؟ اپنے Ultimate End کی طرف۔ رہ گئی ایک اور بات جو آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ ملک یا نہ ملک' وہ مالک ہے' چاہے تو ایک آدمی کے ذریعے قوموں کو بدل دے اور چاہے تو سولیڈروں کی وجہ سے قوم گمراہ ہو جائے۔ ایک امام نے آنا ہے اور وہ قوم کو فلاح دے گا اور ڈھائی لاکھ مسجدوں کے ڈھائی لاکھ امام موجود ہیں مگر قوم میں وہ بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علم کے لیے' صداقت کے لیے دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں حالانکہ یہ آپ کا اپنا کام تھا۔ جس قوم کے اندر بے شمار قائد پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ قیادت کا فقدان ہے' قیادت ختم ہو چکی

ہے۔ اسلام میں ایسی قیادت ختم ہو جائے تو میرا خیال ہے بہت بہتر ہے' مبارک ہے تا کہ اب ہمارے اوپر اصلی قیادت آئے۔ اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا اور اللہ کے حبیب ﷺ کے بندے اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد میں رہیں گے۔ تو آپ کو کسی لیڈر یا قائد کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایک قائد ہمیں ایسا چاہیے جو پانچ نمازوں کی جگہ تین کرا دے' بڑی سفارش چاہیے' میرا خیال ہے وہ آپ کو نہیں ملے گا۔ آپ کو پتہ ہے وہ ایسا نہیں کرا سکے گا اور پھر اگر ایک قائد ایسا چاہیے جو موت سے بچا دے تو وہ بھی نہیں ملے گا یا ایک ایسا قائد مل جائے جو حالات و زمانہ اور غم سے بچا دے' وہ بھی نہیں بچ سکتے۔ غم سے بھی آپ نہیں بچ سکتے۔ چلو جی بڑھاپے سے بچ جاؤ۔ کیا آپ کو کوئی ایسا بندہ ملا جو بڑھاپے سے بچا دے؟ جو بھی اٹل فیصلے ہیں ان سے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ قائد کیا کرے گا۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ملک سلامت رہنا چاہیے تو "ملک سلامت" کیا ہوتا ہے؟ آپ یہ بتاؤ۔ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ملک سلامت رہنا چاہیے۔ آپ کہیں گے کہ حدود قائم رہنی چاہئیں۔ کیا حدود اللہ کی بات کر رہے ہیں؟ کیونکہ ان حدود میں رہ کر ہم عبادت گزار ہو گئے اور اگر حدود میں عبادت نہ ہو تو حدود کیا ہیں؟ اگر اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں یا مسلمانوں کے علاقے میں یا مسلمانوں کے محلے میں غیر اسلامی وحشتیں ہو جائیں تو بات کیا رہ گئی۔ وہ مسلمان جو کافروں کے دیس میں ہیں اگر ان میں ایمان افروز ہو اور فروزاں ہو اور آپ کے علاقے میں رہنے والے مسلمان جو ہیں ملاوٹیں بھی کریں' بدمعاشیاں بھی کریں' جھوٹ بھی بولیں اور قیادت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بھی کریں تو پھر یہ رزلٹ کیا نکلا؟

زمین نیک نہیں ہوتی۔ پاکستان میں یہ نہیں کہ یہ زمین نیک ہو گئی' پہاڑ نیک ہو گئے اور دریا پاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پاک ہونا ہے انسان کے ضمیر نے' انسان کے ایمان نے' بلکہ انسان نے۔ اگر انسان پاک نہ ہوا تو زمین کہاں سے پاک ہو گی۔ اگر پھر بھی ہماری اَنا کہتی ہے کہ قائم رہنا چاہیے تو اس کا اظہار ٹھیک ہے۔ یہاں سے آپ سبق یہ سیکھو کہ اگر آپ لوگ اپنی حَد کو قائم کرنا چاہتے ہو' ملکی حد کو' تو پہلی طاقت جو ہے وہ ہے وحدتِ قوم۔ اور وحدتِ قوم کے لیے طاقت ور بات چاہیے۔ آدھے آدمی آدھے آدمیوں کے خلاف ہوئے پڑے ہیں' یہ آ جائیں تو وہ نہیں رہتے' وہ آ جائیں تو یہ نہیں رہتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر ایک ٹولہ سیاست کا آ جاتا ہے تو دُوسرے کو وہ غدار کہتا ہے' وہ ''غدار'' آ جاتے ہیں تو پھر یہ غدار ہیں۔ اب درمیان میں آپ کو سچ بولنے کا موقع ہے۔ جماعتیں نہ اچھی ہوتی ہیں نہ بُری ہوتی ہیں' بندے اچھے ہوتے ہیں' بندے بُرے ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ان باتوں پہ غور کرنا ہے۔ جب ایسی بات کو آپ سوچیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ اعتماد ہی کا نام ہے ایمان۔ تو ایمان کیا ہے؟ کسی پر اعتماد' جس کے پاس ہم جا رہے ہیں اور سچا ہو' جھوٹ نہ بولے۔ آپ کے خیال میں صداقت کیا ہے؟ تو صداقت کا ساتھ دو' جماعت کا ساتھ نہ دو۔ کس جماعت کا؟ جس جماعت کا مرضی ہو۔ کون سی جماعت؟ ہمیں نہیں پتہ کہ کون سی جماعت۔ تو جس جماعت میں آپ کے خیال میں صداقت ہے' آپ صداقت کا ساتھ دے دو۔ صداقت کو اپنی طرف سے Openly کہہ دو کہ صداقت سرفراز ہونی چاہیے۔ اگر دونوں جھوٹے ہیں تو پھر آپ چھوڑ دو۔ اس میں Compromise

کی بات نہیں' ایمان میں Compromise نہیں ہے' تو آپ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے مستقبل سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بات یاد رکھنا' یہ پکی بات ہے۔ جو مستقبل سے مایوس ہو گیا وہ خدا سے باغی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اب رحمت جو ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر انسان عین موت کے قریب ہے تو پھر بھی مایوس نہ ہو' کیونکہ تباہی سے ایک قدم پہلے رحمت آ جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو ایمان میں قائم رکھو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ کا سوال پورا ہو گیا_____

اب آپ بولیں_____ ڈاکٹر آصف بولو_____

سوال:

غیبت کے بارے میں بتا دیں_____

جواب:

کسی آدمی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا جو تم اس کی موجودگی میں نہیں کہہ سکتے' اس کی خامی بیان کرنا' اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا' یہ غیبت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ غیبت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کیا تم پسند کرو گے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ غیبت کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو بلیک پینٹ کر دیا جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیا پتہ کہ آج تمہیں وہ شخص جو نظر آ رہا ہے عین ممکن ہے کہ کل کو یہ کیا ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بارے میں بات تم پر آشکار نہ ہوئی ہو۔ بزرگوں نے اس بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ تو کسی کو برا

نہ کہو جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔ توبہ کا دروازہ ابھی تو بند نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی کو برا نہ کہو۔ اگر برائی دیکھو تو اپنی نیکی یوں بنالو کہ اس کی پردہ پوشی کر دو۔ تم سماج کے Responsible نہیں ہو کہ یہ کام کرو، یہ نہ ہو کہ لوگ تمہاری خامیاں بیان کرتے پھریں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر ہم اس کے منہ پہ کہہ دیں تو کیا یہ غیبت تو نہ ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ بے حیائی ہے۔ کسی آدمی کے منہ پہ، کانے کے منہ پہ کہہ دو کہ تیری آنکھ اگر ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا، تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ خامی دور کرو، خامی دور کرنے کے لیے کوشش کرو اور اس کے ساتھ جو بھی تعاون کر سکتے ہو وہ تعاون کرو اور اس کے منہ پر بے حیائی نہ کرو کہ تم یہ ہو، وہ ہو۔ اس طرح تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ جب سے یہ بات ختم ہو گئی ہے لوگ گمراہی میں کنفرم ہوتے جا رہے ہیں۔ تو لوگوں کو نیکی کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم نیک ہو جاؤ۔ سچ کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم سچے ہو جاؤ۔ تو پہلے اپنے آپ کو سچا کر لو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آدمی سچا ہو جائے اس کے منہ سے جھوٹ بھی نکلے تب بھی سچ ہو جاتا ہے کیونکہ جھوٹ نکلتا نہیں ہے۔ وہ سچ ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثال دوں کہ ایک مائی صاحبہ کا ذکر کرتے ہیں، ایک مائی صاحبہ اپنے بیٹے کو نماز کی عادت ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی پڑیا شکر کی اس کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ جب وہ نماز پڑھتے پھر وہ مصلّٰی اٹھاتے تو نیچے شکر پڑی ہوتی اور وہ سمجھتے کہ اللہ شکر دے رہا ہے۔ اور بچپن اسی شکر کی خوشی میں چلتا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مائی صاحبہ مصلّے کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں اور بچہ مصلّے پر چڑھ گیا۔ اب مائی صاحبہ نے کہا یا اللہ اب شکر نکلنی نہیں ہے،

میں نے رکھی نہیں ہے اور بچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نماز سے بدظن نہ ہو جائے' اب تُو کوئی مہربانی فرما۔ ماں کی غفلت اور پھر ماں کی دُعا کرامت بن گئی مصلّٰی اٹھایا تو نیچے شکر موجود تھی۔ جب وہ بچہ بزرگ بنے تو انہیں گنجِ شکر کہا گیا اور وہ پاک پتن شریف میں رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ماں کی دعا ایک کرامت بن گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ماں نے سچ نہیں کہا کہ شکر ہے لیکن ماں کا ایمان اور ماں کی دعا جو ہے وہ شکر ساز ہو گئی۔ یہ بھی بعض اوقات ہوتا ہے کہ سچے بندے کی دعا جو ہے وہ پھر ہر شے کو ٹھیک کر دیتی ہے۔ بابا صاحبؒ کا دوسرا واقعہ جو ہے وہ بھی اسی کے بارے میں ہے یعنی شکر کے بارے میں ہے کہ اونٹوں والے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ مَست رہتے تھے۔ شکر لدی ہوئی تھی' شکر لے کے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا لا رہے ہو؟ وہ شکر سے لدے ہوئے تھے' انہوں نے سوچا کہ فقیر مانگ ہی نہ لے۔ اس نے کہا نمک ہے بابا۔ انہوں نے فرمایا کہ جاؤ نمک تو نمک ہی سہی۔ گھر جا کے دیکھا تو سارا ہی نمک' چیخے چلائے۔ کسی بزرگ کے پاس گئے۔ اونٹ والوں نے کہا کہ راستے میں بابا جی نے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ' اس کا علاج اور کوئی نہیں ہے' یہ گرفتاریٔ کرامت ہو گئے ہو تم۔ وہ نمک لے کر پھر وہاں سے گزرے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے؟ کہتے ہیں مہاراج شکر ہے' انہوں نے کہا کہ شکر ہے تو پھر شکر ہی سہی۔ اور پھر نام رکھا گیا گنجِ شکرؒ۔ تو بات یہ ہے کہ سچے کی زبان سے کچھ نکل جائے' وہ ہو جائے گا۔ اس لیے حالات سے پریشان ہونے کے لیے ہم نے منع کر دیا۔ مایوسی' پریشانی' اب کیا ہو گا؟ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ لوگوں کو اپنے وقت پر موت آئے گی'

اپنے وقت پر زندگی پیدا ہوگی' بچے اتنے مہینے کے بعد پیدا ہوں گے جتنے مہینے کے
بعد پہلے پیدا ہوتے تھے' سارے واقعات ویسے ہوں گے' جھوٹے کا حشر بُرا ہوگا'
سچے کا حشر اچھا ہوگا' یہ دنیاوی واقعات آپ کے سامنے چلتے رہیں گے اور آپ
نے ہزار بار حالات کو بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ قائداعظمؒ کے بعد لیاقت علی
خان اور پھر اس کے بعد کیا ہوا' وہ جو کہتے تھے کہ میرے بعد سورج کو یہ ہو جائے گا
اور یہ کہ ہم جائیں گے تو پہاڑ روئیں گے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا! پہاڑوں کو
رونے کی نہ کوئی فرصت ہے اور نہ کوئی اور واقعات ہیں۔ باپ گیا تو کدھر گیا اور
بیٹی گئی تو کدھر گئی۔ اور اب جو آ رہے ہیں یہ کدھر گئے۔ ہمارا یہ طریقہ ہے کہ
جانے والوں کو بھیجتے جاؤ۔ ہمارا کیا کام ہے؟ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ' جدھر جا
رہے ہیں جاتے جائیں اور نیکی کا راستہ آپ طے کرتے جائیں۔ ایمان کا راستہ
طے کرتے جاؤ۔ رہ گئیں حکومت سازیاں تو الارض للہ۔ جب تک تم زمین لوگوں
کے حوالے نہیں کرتے' جاگیرداری کو بند نہیں کرتے تو مسئلہ نہیں حل ہوگا۔ کہتے
ہیں کہ ایک آدمی نے غریبوں کی راہنمائی کی کہ میں تمہارے حقوق دلاؤں گا' پیسہ
لاؤں گا۔ غریب آدمی کو تو پیسہ چاہیے' پھر آنے والا ہمارا دَور غریبوں کا دَور ہوگا۔ تو
جب اس کو پیسہ ملا تو آپ ہی کھا گیا۔ غریب پھر دیکھتا رہ گیا۔ ادھر سے اسلام نواز
گروپ آتا ہے اور یہ بوریوں میں پیسہ بند کر کے رکھ دیتے ہیں اوپر لکھ دیتے ہیں
''اسلام''۔ تو یہ سارے کا سارا واقعہ ہے۔ اوپر سے عالمِ دین ہوتے ہیں اور اندر
سے پیسہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو سارا اسلام تو بتا رہا ہے لیکن یہ تو بتا کہ
تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے۔ جب تک پیسے کی محبت سے انسان بچتا نہیں

ہے اور لذتِ وجود سے نہیں بچتا تو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ وجود کی لذت سے بچو' پیسے سے بچو۔ سیاست تو آپ کرتے جاؤ گے' سچ کی سیاست کرنا اگر تم کرنا چاہو تو۔ اللہ کا فضل اگر آپ دیکھو تو پھر آپ خود ہی فضل ہو۔ آپ کا خیال بدل جائے تو فضل نہیں ہوتا' خیال بدل جائے تو پھر تباہی ہو جاتی ہے۔ خیال کی تبدیلی کا نام ہے تباہی۔

سیاسی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ جو بھی گروپ کامیاب ہو جائے اس کے بعد اس کو مخالف گروپ کے ساتھ مل کر رہنے کی عادت ہونی چاہیے بلکہ ایک جماعت ایسی کامیاب ہو کے آئے کہ جب وہ کامیاب ہو جائے تو جماعت توڑ دے اور پھر سب جماعتیں متفقہ ہوں۔ جیسے ہی کامیابی ملے' مل جل کے رہو' انسانوں کی طرح رہو۔ ایک گروپ اپنے آپ کو پالتا رہتا ہے اور دوسرا گروپ آہستہ آہستہ باغی ہوتا جاتا ہے' پھر وہ توڑ دے گا۔ یہی واقعہ ہوتا رہتا ہے آپ کے سامنے۔ حکومت آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اگر مرکز کا پنجاب کے ساتھ رابطہ بحال رہتا' اچھے واقعات رہتے تو ٹھیک تھا۔ مگر سارے Offend ہو گئے' جہاز سمندر میں کھڑا کھڑا سوکھ گیا' کیا نام تھا؟ جوناتھن۔ کچھ تجاوزات ہو گئے' کچھ لوگوں کو اور واقعات پتہ چل گئے۔ اگر تحمل مزاجی سے سارے چلتے چلے جاتے تو پھر چلتے رہتے۔ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ کسی کو تنگ کریں۔ تو بس یہی دِقت ہے۔ جب آپ کسی انسان کو یا گروپ کو دیکھنا گوارا نہ کر سکو تو سمجھو کہ تباہی کا وقت آ گیا' تمہاری تباہی کا۔ تو یہ بات ہے۔ اس لیے سیاست میں اختلافات نہیں ہونے چاہئیں۔

ہاں جی چغتائی صاحب بولو_____ یوسف بولو_____ آپ ہی بولو ڈاکٹر صاحب_____

سوال :

آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

اسلام میں اکٹھے رہنے والے جو ہیں وہ اسلام کی وجہ سے بھی لڑتے ہیں اور ویسے بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ اَنا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جو آدمی اَنا رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یا تو سارے جھوٹے ہیں یا ساروں میں سے ایک کے علاوہ سارے جھوٹے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ لڑنے والے بھی سارے سچے ہو جائیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست جو ہے یہ کاروبار ہے' کاروبار میں انویسٹمنٹ اور اس کے ریٹرن کی بات ہے۔ اگر خدمتِ خلق ہو تو لڑائی کیا؟ پھر آپ بھی خدمت کرو اور وہ بھی خدمت کرے۔ الیکشن سے پہلے خدمت کوئی نہیں کرتا' خدمت کرو تو سارے لوگ ہی خوش رہیں مگر خدمت تو کوئی نہیں کرتا' صرف ووٹ کے لیے ہر جگہ لڑائی کرتے ہیں مثلاً خدا کی نماز ہونی ہے' جماعت کرانی ہے' اب امامت کا جھگڑا ہے کہ امامت کون کرائے؟ مسجد کے اندر ایک جلسہ تھا جمعیت المشائخ کا۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں یعنی پیر صاحبان' دو تین نشستیں تھیں' ایک نشست پر ایک پیر صاحب کرسی صدارت پر بیٹھے' دوسرے پیر صاحب نے کہا کہ میں اس کی صدارت میں بیٹھنا نہیں پسند کرتا۔ تو فائدہ کس کو پہنچے گا؟ غیر اسلامی شعور کو_____ یہ سارا واقعہ

ہو رہا ہے آپ کے ملک میں۔ میرا خیال ہے کہ اس ملک کے اندر منافقت بڑھ گئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ اب آپ پریشان نہ ہونا اور دعا کرتے رہنا اپنے حق کے لیے۔ جب میں کسی کو پریشان ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ یہ تیرے اندر کی شرارت ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ بات ایسے ہے اور میں یہ خبر دے رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ پر بھروسہ رکھ لیا اور یقین کے ساتھ اللہ کو مان لیا اور اُس تعاون کے اندر شامل ہو گئے' عبادت میں شامل ہو گئے' اُن لوگوں پر یہ وقت مشکل نہیں ہوتا۔ مشکل جو ہے یہ ہے اعتماد کی کمی کا نام۔ آپ کو اُس کی ذات پر اعتماد نہیں رہ گیا' کیونکہ اندر فساد زیادہ مچ گیا' یہ شعر سُنو' مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

مطلب ہے کہ آپ لوگ ہی بھٹک گئے ہو' آپ کو خدا کی ذات پر شک ہو رہا ہے آپ ایمان والے ہیں' تو ایک پیغمبر سے اُمت بنی ہے' ایک ہی ذات سے اُمت ساری بن گئی ہے' ایک کلمے سے ساری اُمت وحدت میں آ گئی ہے اور اب آپ کو شک پیدا ہو گیا' فرق آ گیا ہے' اینٹ' اینٹ تقسیم ہو جائے تو بلڈنگ کدھر رہے گی۔ اس لیے پاکستان میں یہی کچھ ہوا پڑا ہے۔ اب اس کے علاج کا میں نے آپ کو کہا ہے کہ فکر نہ کرو۔ اب اس کا علاج تمہارے بس میں نہیں ہے' شکر کرو' اگر تو تمہارے بس میں ہوتا تو تم پریشان ہوتے کہ ہم کیا بنائیں گے اور بلڈنگ کیسے بنائیں گے؟ اب تو اللہ کا فضل آ رہا ہے اور وہ خود بخود ہی کرے گا' توڑے

گا' بنائے گا' دیکھتے جاؤ' جلوے تمہارے نہیں ہیں' اب جلوہ قدرت کا ہے۔ اب وہ بات ہے کہ ؎

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

آپ کا کام ہے اللہ سے فریاد کرنا' سو وہ آپ کر چکے' دعائیں مانگ لیں۔ خواب ہی جھوٹے بنا ڈالے ہیں لوگوں نے' میں آپ کو کیا بتاؤں؟ خواب اور بیان جھوٹے' مشاہدات جھوٹے اور مکاشفات بھی جھوٹے ____

ایک کو خواب آیا کہ میری جماعت کامیاب ہوگئی ہے مگر وہ جماعت فیل ہوگئی۔ دوسرے کو خواب آیا کہ ایسا واقعہ ہو جائے گا۔ الیکشن کا حکم مجھے مل گیا ہے اور وہ بھی انشاء اللہ فیل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اپنی ذات قابلِ اعتماد نہ رہی تو پرانی قابلِ اعتبار ذات کو حوالہ بنالیا گیا۔ جس کا کہنا مانتا کوئی نہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم آیا ہے تمہارے لیے' میری طرف تمہارے لیے اطلاع ہوگئی ہے اور حکم یہ ہے کہ تم برباد ہو جاؤ گے اگر میرا کہنا نہ مانو گے۔ یہ صرف پیغمبر کی شان ہے' وہ کہہ سکتے ہیں' جو اس کام کے لیے نامزد ہیں۔ دنیا کا کوئی بندہ اگر خدا سے اس طرح کا رابطہ بیان کرتا ہے کہ مجھے حکم ہوا کہ تمہیں میں بتا دوں تو وہ جھوٹا نبی ہے جس پر وحی آتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ رات کو جبرائیلؑ سے ملاقات ہوئی' وہ کسی کام کو جا رہے تھے' میں نے کہا کہ تھوڑی دیر بات ہی کرلو ____ جبرائیلؑ کے ساتھ ملاقات چاہے کتنی ہی خوب صورت ملاقات ہو' یہ جھوٹ ہے' یہ سارا شاعری والا مبالغہ ہے۔ آپ لوگ سارے کلمہ

پڑھنے والے ہیں' پھر کلمہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم . لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ اب آپ لوگوں کا رابطہ بحال ہے کیونکہ یہ کلمہ ہے۔ایک آدمی مسلمانوں کو حضور پاک ﷺ کا حکم سنائے تو وہ کون ہو گیا؟ حضور پاک ﷺ کی طرف سے سفیر ہو گیا۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لیے کسی سفیر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہمارا براہِ راست کلمہ ہے' میں گواہ ہوں ہم نے ابھی پڑھا ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ ہمارا اللہ موجود اور ہمارے حضور پاک ﷺ بھی موجود ہیں اور کلمہ ہمیشہ موجود ہے۔ یہی تو اسلام نے بات کی تھی کہ درمیان میں کاہن' پروہت' پنڈت نکال دیا' نجومی نکال دیا' دست شناس نکال دیا' ستارہ شناس نکال دیا۔ پھر کہا کہ یہ اللہ ہے' دیکھے بغیر اس کی عبادت کرو ______ محبت کی بات جو ہے وہ الگ بات ہے۔ جہاں توحید ہے وہاں توحید میں گڑبڑ نہیں کرنی ہے۔اگر یہ کہو گے کہ حضور پاک ﷺ کا آستانہ بھی کعبہ ہے تو پھر گڑبڑ ہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے بیان کے علاوہ بات ہے' انہوں نے یہی تو منع کیا تھا۔آپؐ بیان کرتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔ کیا سمجھ گئے ہو؟ آپؐ خود ہی ہیں۔حضور پاک ﷺ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے آیت آ گئی ہے انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ کہ اللہ نے مجھے فرمایا ہے کہ یہ کہہ دو کہ میں ہوں انسان تمہاری طرح اور مجھ پر وحی آتی ہے۔انسان تمہاری طرح ہوں یعنی کہ میں اللہ نہیں ہوں۔ایک ثبوت تو یہ دیا کہ میں اللہ نہیں ہوں۔لوگوں نے اس طرح بھی کہا کہ میم کا گھونگھٹ ہے' احمد اور احد کی بات ہے' ساری میم کی مَروڑی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔اس میں انہوں نے کہا کہ دیکھو میم کی مَروڑی اپنی

جگہ پہ رکھو لیکن یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمانے والی ذات کا نام ہے اور ہم بذریعہ جبرائیل امینؑ وحی وصول کر رہے ہیں۔ ہم آئے ہیں ایک وقت پر اور ایک وقت کے بعد ہم چلے جائیں گے' اللہ جو ہے ہر وقت میں آیا اور ہر وقت میں رہے گا اور اس کا آنا جانا کوئی نہیں ہے' اس کا ہونا ہی ہونا ہے۔ الآن کما کان وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے' وہ ہمیشہ سے ہے جو کچھ ہے۔ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ میں اللہ نہیں ہوں' اللہ قہارؔ بھی ہے اور ہم قہار نہیں ہیں' اللہ جبار بھی ہے' ہم نہیں ہیں' منتقم بھی ہے انتقام بھی لے لیتا ہے مگر ہم نہیں لیتے۔ ہماری صرف رؤف و رحیم کی صفت اللہ سے ملتی ہے باقی سب اللہ کی اپنی ہیں۔ اور تیسرا ثبوت یہ دیا کہ اللہ اپنی عبادت نہیں کرتا' ہم اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' یہ دیکھو ''اللہ اکبر'' سَر سجدے میں۔ تو بندے کی شان یہ ہے کہ سجدے میں سر رکھ دے اور اللہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا Meaning thereby کہ اللہ مسلمان بھی نہیں ہے' اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ اس کا کسی پر ایمان رکھنے کی کیا بات ہے۔ کیا اللہ کوئی نمازیں پڑھتا ہے۔ بہر حال وہ اللہ ہے۔ میں صرف یہ نہیں کہ میں بندہ ہوں بلکہ بہت قریب ہوں اور میں ہی میں ہوں' ناں! اللہ کا حکم ہے کہ میں فانی ہوں اور وہ جو میرا آستانہ شریف ہے اس کو خبردار اپنا مرکز وہ نہ بنا لینا جیسے عبادت گاہ' سجدہ نہ کر لینا' اس لیے سجدہ بشر کو منع کر دیا اور سارے ثبوتِ عطا کر دیئے کہ ہم آ رہے ہیں' ہم جا رہے ہیں اور باقی جو ہے یاد کرنے والے کے لیے ہم موجود ہیں' وہ راز ہے اور وہ روحانی راز ہے' جو یاد کرے گا اس کے لیے ہم موجود ہیں' جو نہیں مانے گا اب بھی نہیں مانے گا' کافر کا

کافر رہے گا۔اس لیے یہ بات ذرا غور والی ہے کہ مسلمان جو ہیں اگر مانتے ہیں تو کچھ اور ہو جاتے ہیں اور نہیں مانتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

سوال:

تو یہ جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی طرف آیا تھا اور حضور پاک ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میرا پیغام لانے والا جو ہے فلاں ہوگا یا وہ ہوگا۔ کیونکہ پیغام مکمل آ چکا ہے۔رہ گئی بات محبت کی تو فقراء یا بزرگانِ دین نے یہ کام کیا کہ حالاتِ زمانہ کی ترقیوں کی وجہ سے جب انسان کے دل جو ہیں کجلا گئے تو ان کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا۔لوگوں کو محفلوں میں بلانا' انہیں حضور پاک ﷺ کی محبت کی باتیں سنانا اور پیار کے قصے بیان کرنا۔وہ آدمی جو اپنی ناکامی کو یا اپنی خامی کو دور کرنے کے لیے اس ذات کا حوالہ دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جیسے ایک مرتبہ ''نظامِ مصطفیٰ ؐ'' آ گیا' نازک نام' محبت والا نام استعمال کر لیا اور اس کا نام نظامِ مصطفیٰ ؐ رکھ دیا۔نظامِ مصطفیٰ ؐ کے اندر نو آدمی یا نو جماعتوں کا اکٹھا ہونا بھی مانتا ہوں کہ یہ نظامِ مصطفیٰ ؐ کے لیے ہی تھا۔چلو مان لو۔مگر اس کے ٹوٹنے کا نام منافقت ہے۔وہ ٹوٹے کیوں؟ تو ثابت یہ ہوا کہ یہ لوگ جو ہوتے ہیں' اولیاء قسم کے بنے ہوئے' علماء قسم کے بنے ہوئے' یہ بہت ظالم لوگ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ ہوتے ہیں جو غریبوں کو امیر کرنا چاہیں۔امیر کیا اور غریب کیا' آپ اپنا ایمان پکا رکھو اور چلتے جاؤ۔مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا واقعہ جو ہے یہ سارا

ہی غلط ہے۔ اتنی گڑ بڑ ہوگئی ہے کہ اب اس کا ایک ہی علاج ہے۔ کیا علاج ہے؟ یا اسے Uproot کر دو یا اُسے Destroy کر کے Reconstruct کر دو یا کوئی فضل کی ہوا ہی چل جائے۔ اب یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ فضل کی ہوا آ جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ یا پھر 25 سال تک سیاست معطل کر دو۔ پھر سیاست کس کی ہو گی؟ میرا خیال ہے طالب علموں کی ہو گی۔ یہ بھی جھوٹے ہو گئے' طالب علم بھی جھوٹے ہو گئے کیونکہ یہ کلاشنکوف سے کم بات نہیں کرتے' پڑھنے میں فیل ہو جاتے ہیں اور ان کا کام اپنا کام نہیں ہوتا۔ کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں صداقت موجود ہو اور وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔ تو کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں مکمل صداقت موجود ہو اور جس کو آپ کہہ سکتے ہوں کہ یہ سچے لوگ ہیں۔ اب اس آدمی کی تلاش کرو یا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام فرمائے کسی سچے آدمی کا یا سچے گروپ کے آنے کا' اس وقت جو موجود ہیں وہ تو کوئی قابلِ ذکر نہیں ہیں۔ اس لیے یا اللہ تو آپ ہی سبب بنا۔ یہ تو جتنے ہیں ساری سیاسی وابستگیاں ہیں۔ میں تو بڑا خاموشی سے گمنام ہوں' مجھے تین جماعتوں کی طرف سے' چار علاقوں کی طرف سے الیکشن لڑنے کی Request آئی ہے' کہتے ہیں ہمیں Candidate ہی نہیں مل رہے' آپ بن جاؤ قربانی کا بکرا' ہم کیوں لڑیں؟ میں لڑائی کرتا نہیں ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ بے شمار لوگ کہتے ہیں یہ کر لو وہ کر لو اور اس طرح الیکشن ہو جاتے ہیں۔ کہیں غلطی سے ہم ہاں کر دیں اور خدانخواستہ Elect بھی ہو جائیں' میرے جیسے تو سیاست کی بالکل ہی توڑ پھوڑ کر دیں۔ یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ ایک بچے سے کسی نے پوچھا کہ تجھے پاکستان کا صدر بنا دیں تو تُم پہلا کام

کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ تو ہم ایسے ہی لوگ ہیں کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ آپ کو پتہ ہے ظلم کسے کہتے ہیں؟ ظلم جو ہے فطرت کے خلاف کام کرنے کو اور فطرت کے خلاف کام لینے کو کہتے ہیں اور جو تمہارا منصب نہیں ہے وہ اختیار کر لینا۔ اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں کہ جو آپ کا منصب نہیں تھا وہ منصب آپ اختیار کر گئے یا بیان کر گئے' کہ میرا یہ مقام ہے' جب کہ اللہ نے وہ مقام نہیں بنایا۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے' اللہ آپ ہی حیران ہے کہ اس کو میں نے ولی بنایا نہیں ہے اور یہ ولی Claim کر رہا ہے' یہ قصہ کیا ہے؟ وہ پھر لمبی کہانی میں ڈال دیتا ہے۔ آخری وقت میں وہ چیخیں مارتا ہے کہ مجھے انسان ہی رہنے دو۔ تو بات یہ ہے کہ ظلم سے بچو۔ مبالغہ ظلم ہے' مبالغہ ظلم ہے۔ جو آپ کو نہیں بنایا گیا وہ بننا ظلم ہے' کسی آدمی کے خلاف بلا سبب بولنا بھی ظلم ہے۔ اور سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گروپ کے خلاف بولتے ہیں' میں نے آپ کو بات سنائی تھی کہ سیاست کی سب سے بڑی تقریر کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ ہم کیا کریں گے لیکن ہم وہ نہیں ہونے دیں گے جو وہ چاہتے ہیں۔ تو سیاست ہے دوسروں کی بات کی مخالفت کرنا۔ تو آپ لوگ اپنے ایمان کو درست رکھو' آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں' کیا کہا؟ کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں۔ بُروں کے لیے بُرے آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے یا اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں' یہ براہِ راست واقعہ ہو رہا ہے' اس پر تمہارے الیکشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اب ساری بات لیٹ ہو گئی ہے' اب پانی جو ہے وہ سر کے اوپر ہی ہے' اس لیے فکر نہ کرو۔ جس مکان کی

دیوار نہیں بنی اس کی چھت آپ کہاں سے ڈالو گے، یہ چھتیں بنا رہے ہیں جب کہ دیوار ہی کوئی نہیں ہے۔ اب دیوار کے بغیر چھت ڈالنا جو ہے وہ نیلی چھت والا ہی کرتا ہے، یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ دلوں کی کدورتیں دور کرے اور دلوں میں کسی سے محبت پیدا ہو، رحم پیدا ہو، ورنہ آج جو لوگ آرہے ہیں یا آجائیں گے، وہ آدھے لوگوں کو پھانسی لگانے کے لیے تیار ہیں، اور اگر دوسرے آگئے تو وہ بھی پھانسی لگا دیں گے اور سو گناہ گاروں کے ساتھ پانچ سو معصوم پھانسی لگ جاتے ہیں۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن آپ نے دیکھا کہ دنیا میں ایسے ہوا ہے، مسلمان کے ساتھ ہوا ہے، ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ ہوا، پھر ایک کا اور کے ساتھ ہوا۔ پھر سارے واقعات ہو گئے۔

یہی کہو گے ناں آپ کہ مسلمان، مسلمان کے خون کا دشمن ہو گیا ہے۔ اس سے قدرت کو کوئی فرق نہیں پڑتا، قدرت کا اور ہی واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ بھروسہ رکھو اپنے مستقبل پر۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں کسی جھوٹے گروہ کے ساتھ ملنے کی توفیق نہ دینا اور ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا، اگر ہم تمہیں اپنا نہیں بنا سکے تو تُو ہی مہربانی فرما، ہمیں اپنا بنا۔ تو مہربانی کر اور ہمیں اپنے قریب رکھ۔ جب ہمارے حالات ایسے ہو جائیں یعنی ہماری سمجھ سے باہر ہو جائیں، جب دلوں میں مایوسی ہو جائے، جب خوف پیدا ہو جائے، جب نگاہوں کے آگے اندھیرا آجائے اور جب تیرے فضل کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے تو تُو ہی فضل فرما، اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہماری عقل پر پردے پڑ چکے ہیں، ماؤف ہو گئی عقل سوچ سوچ کے، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر اور روشنی عطا فرما، سکون عطا فرما اور

اس ملک پر اپنا رحم عطا فرما' اس کے جغرافیائی بارڈر بھی محفوظ کر اور خیال کے بارڈر بھی اور نظریاتی بارڈر بھی محفوظ فرما' اس قوم کو بھی اور ملت کو بھی عزت عطا فرما۔ یا اللہ اس کو وحدت عطا فرما' تو چاہے تو یہ قوم پھر واحد ہو جائے۔ اس لیے اپنا کرم فرما اور فضل فرما۔

دعا کرو کہ جن لوگوں کو کوئی پریشانی ہے صحت کے بارے میں' حالات کے بارے میں' ذاتی بارے میں' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دینے والا ہے' تو ہی صحت عطا فرما' تو رحم فرمانے والا ہے' تو اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم ہو جانداا ے میرا

تو مہربانی فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہ سیدناو سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفعینا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

3

سوالات

1 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اُسے کر گزرتا ہے؟

2 آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

3 فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں' خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے؟

4 یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

5 زندگی کا زیادہ حصّہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟

6 آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

7 بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

8 جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

9 یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟
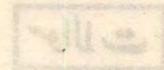
سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟

جواب:

انسان اپنی پیدائش اور وجہ تخلیق سے آشنا نہیں ہو سکا۔ جب تک اُسے اپنی پیدائش یا وجہ تخلیق سے آشنائی نہ ہو تو اس کا ہر عمل کسی نہ کسی چیز سے منسلک ہوتا رہتا ہے۔ اب جن چیزوں سے اس کا عمل منسلک ہوتا ہے اس کے نام آپ نے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک تقسیم آتی ہے کہ اہلِ دانش، اہلِ دین، اہلِ ظاہر، اہلِ باطن، اہلِ عقل، اہلِ دل اور اہلِ نفس۔ تو یہ اسماء ہیں یعنی کہ نام۔ یہ انسان کی پہچان کے ابواب ہیں۔ اس کو ہم انسان کو پہچاننا کہتے ہیں۔ اب انسان کے نصیب پہ غور کریں۔ زندگی میں داخل ہونے اور زندگی سے نکلنے کے درمیان انسان نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ اس کا نصیب ہے۔ یعنی کہ جب وہ زندگی میں آیا تو کچھ چیزیں لے کے آیا تھا اور جب وہ زندگی سے رخصت ہو رہا ہے تو اس نے کچھ چیزیں زندگی میں حاصل کیں، عمل کی شکل میں، قواء کی شکل میں، Development کی شکل میں، ارتقاء کی شکل میں۔ بہر حال اس راہ کو آپ

دیکھیں کہ یہاں سے لے کر وہاں تک کا فیصلہ زندگی میں طے کیا تو اس کو نصیب کہیں گے۔اب اگر یہاں یہ بات سمجھ آ جائے تو نصیب کو حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ ہے کہ اپنی ذاتی کوشش یعنی نصیب حاصل کرنے کا طریقہ ہے کوشش، ایک ایک اینٹ لگاؤ اور مکان بنتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیدا کرنے والے کا کیا منشا ہے۔ جب اس کا حکم ہو جائے کہ مکان بننا ہے تو وہ بن کے رہے گا۔اب اس میں آپ کی مرضی یا لیبر کا دخل ہی نہیں ہے۔ اگر یہ عقیدہ کہیں کمزور ہو جائے تو زندگی پریشانیوں کی زَد میں آ جاتی ہے۔ اگر آپ نے یہ کیا کہ کبھی کوشش کر لی، دوڑتے بھاگتے رہے اور پھر کبھی کہا کہ جو اس نے نصیب میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چیز کنفیوز ہو جائے گی۔اب آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے مطابق کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کس کے مطابق کر رہے ہیں۔ کام کے پیچھے عقل ہے یا دل ہے، یہ خود آپ کو معلوم نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ عقل سے کام کر رہا ہے یا دل سے کام کر رہا ہے۔ حقیقت میں کام کرنے والے کو خود پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کے پیچھے کتنے ہی محرکات عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ کام عقل سے ہو یا دل سے ہو، یہ دونوں صفات پیدائش سے عطا ہو جاتی ہیں یعنی آپ نے عقل سے کوئی کام کر لیا تو عقل بھی تو اُدھر سے ہے اور دل سے کوئی کام کر لیا تو دل بھی اُدھر سے ہے۔ اس لیے یہاں ایمان کا قائم ہونا بہت آسان ہے۔ اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ زندگی میں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ الاّ باذن اللہ کوئی کام اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ ہے کہ الا ما سعٰی جو آپ کوشش کریں وہی آپ

کا حاصل ہوگا۔اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو آپ کو اللہ کا حکم ہوگا وہی حاصل ہوگا۔
حالانکہ آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ یہ سب آپ کو سمجھانے
کے لیے ہے تا کہ آپ اس مقام پر اپنے یقین کو اتنا پختہ کر لیں کہ عمل آپ کا ہو
اور اس کا نام منشائے الٰہی ہو۔ تو عمل آپ کا ہی ہے مگر نام اس کا منشائے الٰہی ہو
گا۔ حاصل آپ کا ہے، جو بھی آپ نے حاصل کیا اور نام اس کا کیا ہے؟ اللہ کا
احسان۔ وہ حاصل کیا ہے؟ آپ ہی کا' کیونکہ کوشش آپ نے کی۔ اگر آپ اپنی
زندگی کو کسی طریقے سے منشائے الٰہی ثابت کر دیں یا اپنے حاصل کو کسی طریقے
سے اللہ کا احسان ثابت کر دیں تو آپ کی زندگی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ
نے جو کچھ حاصل کیا وہ کیا ہے؟ اس کا احسان۔ اب یہاں پر فقر کے درجات
آتے ہیں۔ اچھائی کو تو سارے ہی احسان کہتے ہیں مگر نقصان کو احسان کہنے
والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون یعنی
جب آپ یہ کہیں کہ ہر چیز اُدھر سے ہی ہے' احسان ہے تو پھر تکلیف کیا ہے' یہ بھی
احسان ہے۔ پھر باپ سے بیٹے کی جدائی کیا ہے؟ احسان ہے۔ پیغمبر کا کنوئیں
میں گرنا کیا ہے؟ یہ بھی احسان ہے۔ پیغمبر پر خدانخواستہ کوئی الزام آ جائے تو؟ یہ
بھی احسان۔ یعنی کہ اپنی زندگی کو اس کا احسان ہر حال میں ماننے والا تکلیف تو
اٹھاتا ہے مگر درجے میں قریب ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو
اپنی کوشش مانتے جاؤ تو کوششیں ختم ہوتی جائیں گی مگر آرزوئیں پوری نہیں ہوں
گی۔ اس طرح آپ پریشان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ اس کی بنیاد ہے کہ
آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں؟ زندگی کے اندر ایک عمل ہوتا ہے

زندگی میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ ابا جان سے پوچھو یا ان کے ابا جان سے پوچھو' بزرگوں سے پوچھو_____ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دس سال کے بعد شہر بھرے رہتے ہیں لیکن چہرے بدل جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ پچاس سال کے بعد شہر میں کوئی پرانا بندہ رہتا ہی نہیں۔ شہر کی آبادی بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور پرانا بندہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ اگر انسان کی ایوریج عمر ساٹھ سال ہے تو ساٹھ سال بعد آپ کو آج کا بچہ بھی نہیں ملے گا' لیکن شہر بھرا ہوا ہوگا' آبادی زیادہ ہوگی۔ گویا کہ آپ کی تمام کوششوں کے باوجود زندگی نے ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور آپ کی محنت کس کام کی ہوتی ہے؟ یہاں ٹھہرنے کی۔ مگر آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کی زندگی کی کوشش ہوتی ہے خوشی کے لیے مگر آپ جانتے ہیں کہ انسان غم سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنا غم تو ہوتا نہیں انسان کو بلکہ جب بھی غم آئے گا دوسرے کا آئے گا مثلاً آپ آرام سے گھر بیٹھے ہوتے ہیں اور اچانک کسی دوست کے انتقال پر ملال کی خبر آجاتی ہے۔ یعنی کہ پیارا دوست کیا بنے گا؟ غم کی خبر بنے گا۔ تو زندگی غم سے نہیں بچ سکتی' زندگی موت سے نہیں بچ سکتی' زندگی زوال سے نہیں بچ سکتی' بینائی کمزور ہونے سے نہیں بچ سکتی اور آپ کی صحت جو ہے وہ ناقص ہونے سے بچ نہیں سکتی۔ ان باتوں کے بعد اب آپ یہ دیکھو کہ اب آپ کا سوال آتا ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں اس میں ہمیں کیا مسئلہ ہو جاتا ہے؟ کہ ہمیں وہ اور طریقے سے کرنا چاہیے تھا مگر اور کر بیٹھتے ہیں۔ اگر عقل سے کرنا چاہیے تھا تو کسی اور طریقے سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ہمارے کام آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اس کے پیچھے کیا

ہے‘اس کے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ آپ کیونکہ زندگی سے آشنا نہیں ہیں‘ دل اور دماغ آپ نے عمل کے نام رکھے ہوئے ہیں‘ وگرنہ تو دل اور دماغ الگ نہیں ہوتے کہ دماغ الگ سے کوئی کام کر رہا ہو اور دل الگ سے کوئی کام کر رہا ہو۔ ہر کام میں دونوں شامل ہوتے ہیں بلکہ دل‘ دماغ‘ نگاہ‘ احساس اور قواء سارے کے سارے شامل ہوتے ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا کہ آپ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سمجھیں‘ اپنی کوشش سے نہ سمجھیں بلکہ اس کے احسان سے سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و عسی ان تحبوا شیاً و هو شرلکم و عسی ان تکرهوا شیاً و هو خیرلکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو وہ چیز جو نقصان دہ ہو تمہارے لیے اور ممکن ہے تم ناپسند کرو کوئی چیز جو تمہارے لیے مفید ہو۔ گویا کہ انسان کے اندر مفید چیز ترک کرنے کا امکان ہے۔ انسان کی پسند جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ ایسی چیز کو پسند کرے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ اگر انسان ایسا عمل کر بیٹھا جو نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خواہش نفس کی تھی۔ اپنے ساتھ دشمنی کا عمل نہ دل کا ہوتا ہے اور نہ دماغ کا ہوتا ہے بلکہ وہ بدنصیبی کا ہوتا ہے اور یہ بدنصیبی نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ غلط عمل کس کا ہوتا ہے؟ نفس کا۔ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نفس تھا‘ خواہش نفس تھی‘ نفسانی خواہش تھی۔ تو جو نفس ہوتا ہے وہ دماغ بن کے بھی عمل کرتا ہے اور دل بن کے بھی عمل کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب نفس ہے‘ یعنی نفس کا بندہ‘ اگر وہ مسجد میں جائے تو بھی نفس والا ہوگا۔ وہ مسجد میں اس وقت جائے گا جب دکھاوے کا وقت ہوگا۔ تو یہ صاحب نفس ہے اور یہ جو کام کرے گا اس میں نفسانی خواہش ہوگی۔ اور جو نیک آدمی ہے‘ دل والا آدمی ہے وہ ہر کام

میں نیکی کا انداز رکھے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا کہ اگر ایک آدمی بنیادی طور پر جھوٹا ہے' صاحبِ نفس ہے' وہ اگر نماز پڑھ رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' حج کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' تبلیغ کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹا ہے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹ ہے۔ اس کے سچ کے پیچھے بھی شرارت ہو گی۔ اب آپ اللہ کا حکم دیکھو کہ جب جھوٹے لوگوں نے مسجد بنائی تو اللہ کریم نے حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دو اس کے پیچھے شرارت ہے۔ تو جھوٹے نے سچ کہا مگر وہ بھی جھوٹ تھا۔ ایک اور جگہ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ جب یہ جھوٹے منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور آ کے یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اے میرے حبیبؐ! میں تو جانتا ہوں کہ آپؐ سچے رسول ہیں مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یعنی اگر جھوٹا آدمی رسالت کی گواہی دے دے تو بھی جھوٹا ہے۔ گویا کہ بنیادی طور پر Emphasis ہوتا ہے انداز پر۔ اسی طرح اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو صاحبانِ نصیب جو ہیں اگر ان کا عمل بظاہر کمزور ہو تو بھی ان کا نصیب بلند ہے' عروج پر ہے۔ جیسا میں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے تو بظاہر یہ گرنے کا عمل ہے مگر یہ عروج کا عمل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ان کو آواز آئی کہ مبارک ہو' پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا۔ کیونکہ آپؑ کی پیغمبری کا سفر کنوئیں میں گرنے سے تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صاحبِ عروج جو ہے وہ بظاہر زوال میں بھی صاحبِ عروج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جو جنگ ہوتی ہے اگر اس میں کوئی پارٹی شکست کھا جائے تو اسے شکست ہی کہیں گے اور جیتنے والے کو فاتح کہیں

گے لیکن صاحبِ نصیب اگر کوئی جنگ ہار جائے تب بھی وہ تا قیامت فاتح ہے۔
اس کی مثال واقعہ کربلا ہے۔ کربلا میں حضرتِ امام عالی مقامؑ نے بظاہر جنگ نہیں جیتی لیکن تا قیامت، ہمیشہ کے لیے آپ فاتح ہیں۔ گویا کہ اصلی اور ازلی فاتح جو ہے وہ اگر شکست سے گزرے تو بھی فاتح ہے۔ تو عمل کی نیت آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ عمل میں افادیت نہ دیکھو کہ فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے بلکہ عمل میں نیت کو دیکھو۔ اگر یہ عمل اپنی خوشی کے لیے ہے تو یہ نیت ہے اور یہ عمل اگر کسی کی رضا کے لیے ہے تو اس کی جزا وہی ہے جس کی رضا آپ چاہتے ہیں۔ مثلاً آپ کوئی سا عمل کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ عمل سے کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی خوشی نفس ہے، کسی اور کی رضا، آپ کے عمل کی جزا ہے۔ تو آپ کی جزا کون ہے؟ جس کی آپ رضا چاہتے ہیں۔ تو اپنے عمل کی بنیادی بات یہ دیکھیں کہ اس کے پیچھے نیت کیا ہے۔ نیت کو نفس کہہ لیں، دل کہہ لیں، دماغ کہہ لیں یا روح کہہ لیں۔ عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ عمل کے پیچھے نیت کیا ہے۔ آپ اس سے خود ہی محرم ہوتے ہیں، دوسرا نہیں جانتا۔ لوگ آپ کے عمل کو نتیجے سے پہچانیں گے اور اللہ آپ کے عمل کو نیت سے پہچانے گا۔ یعنی کہ آپ کا عمل جو مستقبل میں نتیجہ دے گا۔ دنیا والوں کے لیے یہی عمل ہے اور اللہ تعالیٰ عمل سے پہلے جو کچھ خیال میں ہے اس پہ انعام دے گا۔ یعنی ابھی عمل شروع نہیں کیا گیا لیکن اللہ نے جزا دے دی۔ مثلاً ایک آدمی حج کی نیت سے ذہنی طور پر تیار ہوا، اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا حج ہو گیا اور اگر نیت دنیا داری ہے تو حج کر لینے کے بعد بھی نامُراد واپس آیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ یہ آپ کی نیت کی بات

ہے۔ یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ یہ دل ہوتا ہے یا دماغ ہوتا ہے' آپ اس بحث میں نہ پڑنا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دل کے اعمال کیا ہوتے ہیں اور دماغ کے اعمال کیا ہوتے ہیں؟ صاحب دل کون ہوتا ہے اور صاحبِ دماغ کون ہوتا ہے؟ کیسے جانیں گے کہ یہ دل والا عمل ہے یا دماغ والا عمل ہے۔ یہ تو آسان بات ہے۔ جس میں آپ کچھ لینا چاہیں تو یہ دماغ کا عمل ہے اور جب کچھ دینا چاہیں تو یہ دل کا عمل ہے۔ اہلِ دل ایثار کرتے ہیں اور اہلِ دماغ حاصل کرتے ہیں۔ تو اہلِ ظاہر کون ہیں؟ حاصل کرنے والے۔ انہیں کہیں گے اہلِ دماغ۔ اہلِ دماغ سے اگر اللہ میاں یہ کہے کہ تجھے دوزخ میں بھیجیں یا جنت میں تو اس نے کہنا ہے کہ جہاں پیسے زیادہ ملیں۔ یہ اہلِ دماغ ہوتا ہے۔ اہلِ دل کہتا ہے کہ جو تیری رضا ہے۔ تو اہلِ دل حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ رضا چاہتا ہے' ایثار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تیری مہربانی ہے کہ تو نے میری زندگی کی قربانی قبول کر لی۔ اور اہلِ دماغ کیا کہتا ہے؟ تو نے میری زندگی ضائع کر دی۔ اب دونوں احکام اللہ کی طرف سے ہیں' ایک تو یہ کہ جان بچانا فرض ہے' دوسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جان دینا فرض ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کے ذمے کون سا کام فرض ہے۔ تو ایک مقام یہ ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایک جگہ یہ حکم ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جان نثار کریں۔ یہ آپ کی اپنی ذاتی واردات کے مطابق ہے۔ گویا کہ آپ کے سوال کا جواب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال جو آپ نے کرنے تھے اور کہتے ہیں کہ نہیں کیے' تو وہ ہے نفس' جو صحیح کام نہ کرنے دے۔ اور بعض اوقات ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان صحیح ہو' بنیادی طور پر سچا ہو اور عمل غلط ہو جائے تو

پھر وہ یہ انتظار کرے کہ آگے کوئی اچھی خبر آ رہی ہے۔ اگر اُسے لگے کہ ایسا کام آج تک نہیں ہوا' یہ بندہ سچا ہے' آخر یہ کیا حرکت کر گیا______ تو آپ دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی جواز ہوگا۔ ایک آدمی' بہت مشہور اور نیک آدمی کسی بستی میں جانے لگا۔ روزوں کا مہینہ تھا۔ اسے پتہ چلا کہ بستی کے لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہیں تو ان کے سامنے اس نے پانی پینا شروع کر دیا' کھانا شروع کر دیا______ لوگوں نے کہا یہ کیا فقیر' درویش ہے۔ ان کے مریدوں نے کہا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے لیے ساٹھ روزے رکھنا بہتر ہے لیکن نفس کی جو خوراک ہے یعنی تعریف' تو میں اس سے بچ گیا ہوں' روزے تو ہم رکھتے ہی رہتے ہیں مگر یہ جو مقام آیا تھا کہ اپنی تعریف اپنے منہ پہ سننا' اس مصیبت سے ہم بچ گئے۔ تو اپنی تعریف سُننا ایک مصیبت ہے۔ اور عذاب کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ تو اپنی تعریف سُننا کیا ہے؟ مصیبت۔ اور اپنی تعریف خود کرنا کیا ہے؟ عذاب۔ ان سے بچنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اعمال کریں جو اعمال ٹھہرنے والے ہیں' جن سے آپ زندگی کو ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ یہ عام طور پر دنیا کی بات ہے' ظاہر کی بات ہے' دماغ کی بات ہے۔ اور وہ عمل جن سے آپ دنیا سے نکلنے کی بات کریں' وہ ہے دین' وہ ہے دل اور وہ ہے نیکی۔

اب اور کوئی سوال ______ بولیں ______ پوچھیں۔

سوال:

آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؓ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

جواب:

یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے لفظ "مولائے کائنات" استعمال ہوا ہے تو کچھ لوگ اسے کہیں گے کہ مولا تو آپ اللہ ہی ہے، پھر یہ کیا۔ یہ جو حضور داتا صاحبؒ کے بارے میں شعر کہا گیا ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

کیا آپ کو پتہ ہے کہ اصل میں یہ شعر کیا تھا؟

گنج بخشِ ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا

تو خواجہ غریب نوازؒ سے لوگوں نے کہا کہ تھوڑی رعایت کر دیں اور بات کو سمجھ سے ذرا قریب کر دیں تو آپؒ نے کہا کہ ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

اب "گنج بخشِ فیضِ عالم" ایسی جامع ترکیب ہے کہ آپ اسے اپنے مشائخ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، داتا صاحبؒ پر، داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ پر، مولا علیؑ پر، سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر۔ تو حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی گنج بخش فیض عالم ہے اور مظہر نور خدا تو آپ ﷺ ہیں ہی سہی۔ مطلب یہ کہ یہ اتنی جامع بات ہے کہ آپ جہاں بھی چاہیں اسے استعمال کرتے جائیں لیکن اس شعر کا ایک جواز ہے۔ آپ لوگوں کا عالم آپ کی ذات ہی ہے۔ جب آپ فیضِ عالم کہتے ہیں تو فیضِ عالم میں آپ کافروں کو نہیں گنتے بلکہ یہ آپ کا اپنا ہی عالم ہے۔ ورنہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے سارے

جہاں کو اپنے دور میں اسلام کا فیض دے دیا ہو۔ اور یہ اللہ کی منشا میں بھی نہیں ہے۔ میں سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا انسان مظہر نورِ خدا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ انسان ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھنا کہ یہ بات کہنے والے خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ کیا کوئی انسان غریب نواز بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی انسان مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ اہل ظاہر کے لیے یہی دِقت ہے اور اہل باطن کے لیے بڑی آسان بات ہے کہ جس کو آپ الفاظ کا تاج پہنا رہے ہیں یہ دراصل آپ کی عقیدت کا نام ہے۔ آپ کا نام اگر اللہ کے پروگرام میں ہے کہ مسٹر سعید کو بھی ہم نے فلاں سال پیدا کرنا ہے تو آپ کے ساتھ اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو آپ اللہ کے امر سے آئے ہیں، کبھی اُس کے اَمر میں تھے۔ آپ وہ ہیں جو اُس کے اَمر میں رہ گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ونفخت فیه من روحی اس میں ہم نے اپنی روح کو داخل کر دیا۔ اب مظہر نورِ خدا کو سمجھنے کے لیے اور کیا چاہیے۔ ہر آدمی یہ وابستگی رکھتا ہے لیکن ہر آدمی اس کو Discover نہیں کرتا۔ ''نُور'' کا مطلب نور ہی ہے، روشنی ہے۔ مثلاً فرشتے نُور ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ فرشتے وابستہ ہیں؟ دو کراماً کاتبین ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا جبریل امینؑ فرشتہ ہیں؟ کیا جبریل امینؑ حضور پاک ﷺ کے غلاموں میں سے ہیں؟ یعنی کہ اگر نورانی فرشتہ غلام ہو تو پھر آپ ؐ کی ذات مظہرِ نور ہی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس شعر کی ترکیب کیا ہے۔ گنج بخشِ فیضِ عالم جو ہیں وہ مظہرِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ''گنج بخش'' کا مطلب ہے باطنی خزانہ دینے والے اور ''فیضِ عالم'' سے مراد آپ کے وجود کا عالم ہے۔ تو وہ

فیض دینے والے ہیں۔ ہیں کون؟ نورِ خدا ﷺ کے مظہر ہیں۔ یعنی کہ یہ حضور پاک ﷺ کے مظہر ہیں۔ تو آپؐ نورِ خدا کے مظہر ہیں۔ سرکارؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ اگر پیدا نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر حضور پاکؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں تو علیؑ اس کا مولیٰ ہے۔ اگر حضور پاکؐ مولائے کائنات ہیں تو حضرت علیؑ مولائے کائنات کیسے نہیں ہوں گے۔ حضور پاکؐ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ اللہ کائنات کو تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ دو الگ ذاتیں نہیں ہیں۔ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے حضور پاکؐ تشریف لائے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ایک نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ مقام آپ کو سمجھ آنا چاہیے؟ کب سے درود بھیج رہے ہیں؟ کب تک بھیجتے جائیں گے؟ جب سے وہ درود بھیج رہے ہیں تب سے حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ اور اللہ کا کوئی عمل درمیان سے شروع نہیں ہوتا۔ اللہ کا جو عمل ہے وہ ہمیشہ سے ہے، درود ہمیشہ سے بھیج رہے ہیں، قرآن ہمیشہ سے ہے کیونکہ یہ لوحِ محفوظ سے ہے۔ تو اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ کب سے بھیج رہے ہیں؟ ہمیشہ سے۔ یہ مقام اگر سمجھ آجائے تو پھر پتہ چلے گا کہ آپؐ کی ذات اگر وجود کے ساتھ موجود نہیں ہے تو پھر آپؐ کی موجودگی اور انداز سے ہے۔ تو وہ جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں وہ اور انداز سے ہیں۔ تو آپ ان باتوں پر پریشان نہ ہوا کرو۔ اگر مولائے کائنات کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اپنا مولا، مولائے مَن کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ آپ ادب میں رہیں۔ آپ اپنے والد کو مولیٰ کہہ دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ آقا اور مولا کے لفظ

ہیں۔ آپ جس کے غلام ہیں اس کو مولیٰ کہتے ہیں یعنی غلام' بندہ ہے اور آقا' مولیٰ ہے۔ اور معبود اللہ ہے' عبادت اس کی کرنی ہے' سجدہ اس کو کرنا ہے اور وہ قدیم ہے' باقی سب حادث ہیں۔ اس کے علاوہ سب باتیں ہیں' بحثیں ہیں۔ اس لیے ''مولیٰ'' کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے' شرعی طور پر اس میں کوئی فرق نہیں ہے' دِقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ عقیدت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ اور غیر اللہ کا مسئلہ ہے۔ اللہ کے علاوہ سب غیر اللہ ہے لیکن اللہ کے علاوہ غیر اللہ ہے ہی نہیں' کائنات کے اندر کوئی غیر اللہ نہیں ہو سکتا۔ پھر شرک کیا ہے؟ شرک تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ کیا اللہ کے برابر کوئی اور اللہ کوئی بنا سکتا ہے؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو اللہ تم بناؤ گے وہ نظر آئے گا اور اصل اللہ جو ہے وہ نظر نہیں آتا۔ لہٰذا کوئی بھی برابر کا اور اللہ نہیں بنا سکتا۔ شرک تو صرف یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی اور حکم لگا دینا۔ تو یہ شرک ہے۔ اور اس کو ہم شرک کہتے ہیں۔ اللہ ہمیں خود ہی سکھاتا ہے کہ مجھ سے یہ کہو ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔ پھر یہ کہو کہ ''راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا''۔ اللہ کہتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت ہو۔ اس طرح شرک ہو جاتا ہے۔ اور ایک باپ جب اپنے بیٹے کی جدائی میں آنکھوں سے محروم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو احسن القصص فرمایا۔ یعنی کہ پیغمبر باپ اور پیغمبر بیٹا' باپ جدائی میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اللہ کو مائنڈ کرنا چاہیے تھا کہ بیٹے کی جدائی میں' محبت میں ہمارا خیال بھول گیا لیکن نہیں ____

اس قصّے کو احسن القصص کہا' کہ یہ بڑی محبت کی بات ہے۔ گویا کہ وہ محبت جو اس راستے پر چلنے والوں کو آپس میں ہو جاتی ہے' وہ محبت بھی الٰہیات کا حصّہ ہے۔ مسافر کی مسافر سے محبت سفر کا حصّہ ہے۔ ٹھہرنے والے سے محبت نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے' جو زندگی کو حجاب بناتا ہے' اس سے محبت نہ کرنا۔ تو شرک کی یہ بات ہے کہ دنیادار کا خیال ہی شرک ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ آپؐ فرمائیں کہ ہم دین سے کس طرح محبت کریں؟ آپؐ نے برملا جواب ارشاد فرمایا کہ جیسے دنیادار اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے۔ دنیادار دنیا سے ایسی محبت کرتا ہے کہ وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرتا' تم دین سے ایسی محبت کرو جیسی دنیادار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیادار ہر موقع پر اپنے فائدے کا سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی طرف رجوع کریں گے اور تمہی میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی طرف رجوع کریں گے۔ زندگی سے نکلنے کی تمنا' زندگی کو چھوڑنے کی آرزو' زندگی سے بچ نکلنے کی آرزو' یہ الٰہیات کا حصّہ ہے۔ تو سفر کے دوران مسافروں کی آپس میں محبت غیر نہیں ہے بلکہ جائز ہے ــــــ تو ''مولائے کائنات'' ٹھیک لفظ ہے۔ اس کو اللہ نہ سمجھنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ۔

علیؑ کو میں علیؑ کہہ دوں و لیکن
علیؑ سجدے میں خود تسبیح خواں ہے

تو ''علیؑ'' بہت بلند ذات ہے اور علیؑ جس ذات کا سجدہ کرتے ہیں تو آپ اُسے اللہ کہیں ۔ تو جو مقام بیان فرما دیا گیا آپ وہی مقام سمجھیں۔ حضور پاکؐ سے

لوگوں نے بڑی وابستگی کی اور کہا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ مثل تمہارے ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جب آپؐ معراج پہ آئے تو "پھر ہوا جو ہوا" قاب قوسین او ادنیٰ تو ایسے مقامات تھے اور یہ فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ جو کنکری آپؐ نے پھینکی وہ آپؐ نے نہیں پھینکی ہے بلکہ ہم نے پھینکی ہے۔ تو جب ایسے ایسے مقامات آئے تو لوگ ذرا سا چونکے۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ ______ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا خیال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ' وہ ہے اور میں' مَیں ہوں' کہیں مجھے "وہ" نہ سمجھ لینا' یہی میری تعلیم ہے۔ تو آپؐ کو انسانوں کے بھیس میں دیکھا گیا' ایک تاریخ وصال ہے اور ایک تاریخ پیدائش ہے۔ اس طرح حادث اور قدیم کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور محبت کی دنیا میں یہ لگتا ہے کہ آپ لوگوں کے اندر اُس ذات کا وجود ایسے ہے جیسے آپ ﷺ لوگوں میں موجود ہوں' گویا کہ وہ وجود موجود ہی ہے لیکن بیان میں نہیں ہے۔ بیان میں حادث ہی ہے لیکن عمل میں قدیم ہے۔ وہ ذات ہمیشہ سے رہنے والی ہے اور ہمیشہ تک رہنے والی ہے۔ لیکن اگر بیان کرو گے تو "انسان"۔ کہیں بات کو کنفیوز نہ کرنا۔ تو حادث اور قدیم کو کنفیوز نہ کرنا۔ حادث وہ ہے جس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد ہو۔ قدیم اللہ کی ذات ہے۔ اللہ بھی قدیم' اللہ کی محبت بھی قدیم اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی قدیم۔ لیکن بیان کرنے میں حادث ہیں' کہ ایک مقام پر

تشریف لائے' ایک مقام کے بعد چلے گئے' آپ کا ایک آستانہ ہے' روضہ ہے'
مزار شریف ہے۔ سارے واقعات وہی ہیں لیکن بالکل نہیں۔ اگر کوئی شخص زندگی
سے نکل کے کائنات کے دل میں اُتر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے ناں؟
اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مگر بیان میں نہیں ہے۔
کیوں؟ کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ مجھے ایسا نہ کہنا۔ بس یہی حد ہے۔ حد وہ ہے
جو آپؐ نے ارشاد فرما دی۔ آپ بات سمجھ گئے۔ شرک کے ساتھ پھر غیب کا مسئلہ
بھی آتا ہے غیب کی بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اللہ کا غیب ہے ہی کوئی
نہیں۔ کیا اللہ کی نگاہ میں کوئی غیب ہو سکتا ہے؟ اللہ کے سامنے کیا غیب ہوگا۔ جو
خالق ہے اس کا کیا غیب ہو سکتا ہے۔ رہا آپ لوگوں کا غیب' تو وہ درجہ بدرجہ ہو
گا۔ بچے کا غیب ماں باپ کا نہیں۔ جو جتنا جانتا ہے اس کا غیب اتنا کم ہوتا جاتا
ہے۔ غیب جو ہے یہ اللہ جانتا ہے اور انسان یہ جان نہیں سکتا۔ انسان جتنا جانتا
ہے تو یہ جاننا یا غیب اس انسان کا مسئلہ ہے۔ باقی یہ کہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ
کتنا جانتے ہیں' اللہ نے آپؐ کو کتنا دکھایا' آدم علیہ السلام کو کتنے اسماء سکھائے'
کیا کائنات کے سارے علوم سکھا دیئے' کیا ساری زبانیں سکھا دیں ____ اللہ
چاہے اور اپنے محبوبؐ کو سیر کرائے تو کیا پتہ کون سے جہان کی سیر کرا دے' ماضی
کی کرا دے' مستقبل کی کرا دے' حال کی کرا دے' ہر شے کے اسماء کی کرا دے' ہر
شے کے جوہر کی کرا دے' باطن کی کرا دے ____ اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس
اتنا علم ہے کہ ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ غیب جانتے
ہیں یا غیب نہیں جانتے۔ اس بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے

مقامات پر کبھی بحث نہ کرنا۔ ہمارے لیے دونوں بہت ہی بلند مقامات ہیں۔

اب آپ بولیں _____ اور کوئی سوال _____

سوال :

فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں، خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے۔

جواب:

فیض کا آپ ایک ابتدائی مسئلہ دیکھ لیں۔ جب تک آپ اپنی زندگی اور زندگی کے دفتر کی فائلیں، ساری کی ساری کسی بزرگ کے پاس پیش نہیں کر دیتے اور ان سے دستبردار نہیں ہوتے تو فیض کا تصور نہیں ملے گا۔ فیض آپ کی منشا کے مطابق نہیں ملتا۔ آپ Assistance نہیں لے رہے بلکہ فیض لے رہے ہیں۔ Assistance لینے کا کیا مطلب ہے؟ کہ جناب اس وقت بہت سخت پریشانی ہے، میرا خیال ہے کہ آپ اس میں میری یہ مدد کر دیں۔ تو وہ فیض نہیں ہوگا۔ فیض کا معنیٰ یہ ہے کہ جو وہ کرے۔ اور یہ جو "گنج بخشی" ہے یہ کسی ظاہر مال کی گنج بخشی نہیں ہے بلکہ یہ باطن ہے، نور ہے۔ تو داتا صاحبؒ کے پاس فیض کے لیے جانے والا یہ سمجھے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیض مانگنا بھی گستاخی کے باب میں ہے۔ کسی بزرگ سے یہ مانگنا ٹھیک نہیں ہے کہ ۔

لا اپنا ہاتھ دے میرے دستِ سوال میں

فیض ملتا ہے عطا کے باب میں۔ آپ اگر محبت کرتے جا رہے ہیں اور اپنی دنیاوی آرزوؤں سے نجات پاتے جا رہے ہیں اور محبت کے ایک سلسلے میں شامل ہو گئے ہیں تو فیض خود بخود ملے گا۔ فیض کیا کام کرتا ہے؟ آپ کو آپ کے اعمال

کی عبرت گاہ سے نکالتا ہے۔ فیض کا سوال نہیں ہوتا۔ فیض ان کی اپنی عطا ہوتی ہے۔ عام طور پر فیض مانگنے والے کو یہ بتایا جاتا ہے کہ مانگنے والا آدمی اگر محرم نہ ہو تو غلط چیز مانگ جائے گا۔ تو وہ فیض کے بغیر محرم ہو نہیں سکتا۔ جس دوکان سے آپ کوئی چیز لینا چاہتے ہوں' تو پہلے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اندر کیا پڑا ہے' پھر ہی وہ چیز مانگیں گے۔ پھر یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس چیز کی افادیت کیا ہے۔ اس لیے جب تک آپ عالم نہ ہوں آپ فیض نہیں مانگ سکتے اور علم کا فیض جو ہے یہ عطا ہے۔ اس لیے آپ وہاں جا کے حاضر ہو جائیں' درود شریف پڑھیں اور خاموش بیٹھیں۔ نہ فیض مانگنے کا شور مچائیں' نہ کوئی اپنی آرزوئیں مانگنے کا شور مچائیں کہ ہمیں یہ دے دیں اور ہمیں وہ دے دیں۔ یہ کہو کہ ہم حاضر ہیں۔ صرف جا کر حاضری لگا دو' وہاں پہنچ جاؤ اور چپکے سے واپس آ جاؤ۔ کبھی نہ کبھی' کچھ نہ کچھ' جلد ہی کوئی واقعہ ہو جائے گا۔ سوال کرنا بارگاہِ بلندی میں' گستاخی ہوتا ہے۔ تو سوال نہ کرنا۔ وہ خود بخود ہی عطا فرمانے والے ہوتے ہیں اور عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ فیصلے ازل کے ہیں' آج کے نہیں ہیں۔ جو فیض ہوتا ہے وہ پیچھے سے مقرر شدہ ہوتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے۔ اس لیے آپ خاموشی کے ساتھ وہاں چلے جائیں اور وہاں بیٹھ جائیں۔

آہ نہ کر لبوں کو سی

پھر فیض ہی فیض ہے۔ سوال نہ کرنا وہاں کسی قسم کا۔ تو جس آدمی پر فیض ہوتا ہے وہ سوال سے آزاد کرا دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ان آستانوں پر آپ کو سوال ہی لے جاتا ہے' تکلیف لے جاتی ہے' کوئی واقعہ ہو تو آپ چلے جاتے ہیں۔ جب آپ

وہاں جاتے ہیں تو سوال بھول جاتا ہے۔ جس آدمی پر فیض ہو جائے وہ سوال ہی بھول جاتا ہے' وہ واقعہ ہی بھول گیا۔ اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کیا بات ہو گئی۔ وہ گیا کسی کام اور مل کچھ اور گیا۔ فیض اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام آگ کے خیال سے گئے اور پیغمبری لے کے آ گئے۔ تو فیض اس طرح عطا ہوتا ہے ۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر

حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

چاہے کسی خیال میں گئے' کسی ضرورت سے گئے' وہاں جا کے خیال اور ضرورت بھول گئے۔ سب اس کے حوالے کر دو اور وہ جو عطا فرمائے وہ ٹھیک ہے۔ فیض مانگنے کے سلسلے میں آپ کو ایک حدیث شریف سناتا ہوں۔ یاد رہے کہ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ سرکار کا ارشاد ہے کہ جب تم دعائیں مانگو تو دعا میں کسی ملک کی بادشاہت نہ مانگ لینا' اگر دعا کے ذریعے تمہیں بادشاہت مل گئی تو چلانے میں ذمہ داری تمہاری ہو گی۔ اور یہ بڑی دِقت والی بات ہوتی ہے۔ اور جب وہ خود عطا فرمائے تو ذمہ دار وہ آپ ہے۔ اس لیے یہ جو بات بادشاہی کے بارے میں ہے دراصل یہ باقی ہر چیز کے بارے میں بھی ہے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو دعائیں پوری کی ہیں وہ زندگی بھر قائم رہیں اور آپ کا نصیب خوش رہے۔ واقعہ جو سنا رہا ہوں وہ ذرا سخت ہے۔ ایک آدمی کو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ تم حج کرنے جا رہے ہو' ایک کام کرنا کہ وہاں دعا نہ مانگنا۔ اس آدمی نے کچھ ہاں' کچھ ناں کہہ دیا۔ تو

وہاں جا کے اس نے دعا مانگ لی جو دعا اس کے دل میں تھی۔ دعا پوری ہو گئی اور بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب وہ آدمی زندہ ہے جس نے یہ بات بتائی۔ پیر صاحب کا اس دوران وصال ہو گیا۔ آٹھویں جماعت میں جب وہ بیٹا تھا تو کسی حادثے میں فوت ہو گیا۔ خواب میں پیر صاحب ملے' انہوں نے کہا ہم نے یہ چیز Avoid کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ لکھا ہوا تھا' اب کیا کر سکتے ہیں' ہم نے تو یہ کہا تھا کہ مانگنا ناں' اب تو غم سے بوجھل ہو گیا ہے' اب غم کیوں کرتا ہے' جس طرح تو نے بیٹا لیا اب اس طرح برداشت بھی لے ____ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا شعور یہی ہے کہ یا رب العالمین تو اپنی منشاء پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہماری منشاء بھی تیری منشاء کے مطابق ہو جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی ایسی چیز مانگ لیں جس کے بعد ہمیں افسوس ہو' عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ دعا یہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' تیرے فیصلوں پر ہم راضی رہیں ____

اب اور کوئی سوال ____

سوال:

یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

جواب:

بات یہ ہے کہ میرؔ کا ایک شعر ہے کہ ؎

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

تو محبت ادب سکھاتی ہے۔ اور اگر محبت میں محبوب کے ناراض ہونے کا خوف نہ ہو تو پھر محبت کیا ہے۔ وہ جو ڈر ہوتا ہے وہ ڈر ہے محبوب کی محبت سے محروم ہونے کا۔ اس لیے آپ ضرور ڈرو۔ اور جو محبت میں داخل ہو گیا اس کے لیے تو اللہ کا اپنا ارشاد ہے کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو خوف اور حُزن نہیں ہے۔ خوف سے مراد یہ ہے کہ کسی آنے والے وقت کا ڈر نہیں ہے اور حُزن سے یہ مراد ہے کہ کسی جانے والے وقت کا ڈر نہیں ہے۔ وہ ڈرتے تو ہیں مگر ڈر یہ ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ذات ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بھری کڑاہی دودھ کی غیب کر دے۔ تو وہ مالک ہے' کہیں ساری محنتیں برباد نہ کر دے۔ اس لیے اللہ سے ڈر ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ سے آپ نہیں ڈرتے بلکہ اللہ سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔ آپ اپنے خیال سے ڈرتے ہیں۔ کبھی آپ نے اللہ کو دیکھا؟ پھر ڈر کس بات کا؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کے ساتھ ہے۔ جتنا آپ کا یقین ہے۔ اتنا ہی اللہ آپ کو سمجھ آتا ہے۔ تو آپ اپنے خیال کی Development کے مطابق اللہ کو جانتے ہیں۔ تو اللہ سے محبت کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں محبت سے محروم نہ کر دیئے جاؤ۔ محبت ادب سکھائے گی۔ محبت تقرب سکھائے گی۔ اور اللہ کے قریب رہنے والا اس سے زیادہ ڈرے تو بہت بہتر ہے۔ وہ یہ کہے کہ اگر میں ایک لحہ' ایک قدم بھی آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔ جیسا کہ جبریل امینؑ نے کہا۔ آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں' ایک حال

بتاتا ہوں۔ اگر سمجھ آ جائے تو بڑی بات ہے۔ ساری کائنات میں اللہ کے مستند محبوب حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ کے مستند محب بھی حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ محبت کرنے والی حضور پاکؐ کی ذات ہے اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والی بھی حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ آپؐ ساری رات جاگتے اور روتے تھے' یہ آپؐ کا کام تھا۔ اور یہ ساری محبت بالکل مستقل ہے۔ لوگوں نے حضور پاکؐ سے کہا کہ آپ اتنے مقرب ہیں' پھر بھی ڈرتے ہیں اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر ادا نہ کروں کہ جو اس نے محبت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے یہ جو ڈر ہے یہ تقرب کی نشانی ہے۔ ڈر کیا ہے؟ قریب ہونے کی نشانی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ابلیس بے خوف ہو گیا تھا۔ اس نے کہا یا اللہ کل آپ نے اور حکم دیا تھا' اب اور حکم دے دیا ہے۔ وہ بحث کرنے لگ گیا۔ اور جو ڈرنے والے تھے انہوں نے سجدہ کر دیا۔ اس لیے سب سے اچھی بات کیا ہے؟ یہ ڈر۔ اور یہ ڈر کبھی محروم لطف نہیں ہوتا۔ جو اللہ کے زیادہ قریب ہوگا وہ ڈر میں رہے گا اور لطف میں رہے گا اور جو نڈر رہے وہ دور ہے اور گستاخ ہے۔ کافر کیوں کہ ڈرتا نہیں ہے اس لیے کافر ہے اور مومن چونکہ ڈرتا ہے اس لیے مومن ہے۔ آپ کا ایمان جتنا قوی ہوتا جائے گا اتنا ڈر پیدا ہوتا جائے گا۔ تو محبت کا ڈر اور ہے' یہ عبادت کے خوف سے آزاد ہے۔ محبت جو ہے یہ اور طرح کا نشہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ محبوب کا مزاج کیسا ہے' وہ تخت سے اُٹھاتا ہے' تخت پہ بٹھاتا ہے' وہ مالک الملک ہے توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء تعز من تشاء و تذل من

تشاء۔ وہ کہتا ہے کہ جس کو چاہوں میں بادشاہ بنادوں اور جس کو چاہوں معزول کر دوں؛ جس کو چاہوں جو کروں ____ خبردار ہم جو بھی کریں۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے بہت ہی ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ جو محبت کرتا ہے اور ڈرتا ہے' اصل میں یہ ایک ہی چیز ہے۔ جس نے آپ کو یہ کہا ہے اس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ محبت بھی کر اور ڈرتا بھی رہ۔ اللہ سے ڈرنے والا غیر اللہ سے کبھی نہیں ڈرتا۔ یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اگر غیر اللہ کا ڈر نکال دو تو یہی اللہ کا ڈر ہے۔ تو آپ غیر اللہ کا' دنیا کا اور خاص طور پر غریب ہونے کے اندیشے کا ڈر نکال دیں۔ اللہ کے تقرب کی یہ ایک نشانی ہے کہ اللہ کے قریب رہنے والے غریب ہونے سے نہیں ڈرتے۔ وہ کبھی نہیں ڈرتے کیونکہ ان پر اللہ کی مہربانی ہے۔

سوال:

زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

آدھی سے زیادہ شبِ غم کٹ بھی گئی ہے
اب بھی اگر آ جاؤ تو یہ رات بڑی ہے

یہ ٹھیک ہے' ان کی بات ٹھیک ہے۔ زیادہ وقت تو گزر چکا ہے اور وہ وقت ـــ

کچھ وقت تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

راز کی ایک بات یاد رکھنا کہ جب انسان کو اپنے عمل اور نیکی کی کمزوری کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھو کہ وہ رحمت کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ دعا سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ جب معاف ہونے لگ جائے تو انسان دعا کی طرف چل پڑتا ہے۔ دعا کی طرف چلنے والا انسان اپنے گناہ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور جب انسان کو یہ سمجھ آ جائے کہ میرے عمل کے دامن میں کچھ نہیں ہے تو سمجھو کہ اب اس کے اوپر احسان ہو گیا۔ اور جتنے صاحبانِ فضل آئے ہیں سب نے یہی کہا کہ ہمارا دامن تو خالی ہے' ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر ایک نے یہی کہا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب تم دنیاوی غرور کی بجائے انکساری اور عاجزی میں آتے ہو تو میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر انسان زندگی کے ننانوے سال ظلمات میں رہے اور آخری ساعت نور میں داخل ہو جائے تو اس کا خاتمہ نور میں ہو گا۔ یعنی کہ ایک آدمی' حضور پاکؐ کے خلاف جنگ لڑنے والا' اگر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمان ہی گنا جائے گا۔ اکثر جو بزرگ تھے وہ اس وقت غیر اسلامی دنیا سے آئے تھے اور آپؐ نے ان کو بلند مقصد عطا فرمایا۔ اس کو میاں محمد صاحبؒ نے یوں کہا ہے ؎

بھر لے پانی ہاریے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیئے جس دا توڑ چڑھے

تو بات آخری قدم کی ہو رہی ہے۔ آخری قدم اگر اس کے گھر کی طرف چلا گیا تو بخشش ہو گئی۔ اس لیے جس دن آپ کو اپنے عمل کا سہارا ختم ہو گیا تو اس

کے فضل کے دائرے میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ کہو کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں بلکہ عبادت سے بھی توبہ کرتے ہیں، اس عبادت سے جو ہم نے کی، پتہ نہیں وہ ریاکاری تھی کہ کچھ اور تھا۔ تو اس کا فضل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ ایک اور جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ان کے سئیات کو حسنات میں بدل دیتے ہیں یعنی کہ اس کو بالکل Inverted بنا دیتے ہیں اور اس کی برائیوں کو ہم نیکی میں Convert کر دیتے ہیں۔ دل بدل جائے تو سارا اعمال نامہ بدل جاتا ہے۔ بات دل کی ہے۔ دل سے مراد یہ ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی تمنا ختم ہوئی ہے یا نہیں، دنیا حاصل کرنے کی تمنا اگر ختم ہو گئی تو سمجھو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر ایثار کرنے کی تمنا ہو گئی تو سمجھو کہ آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر آپ میں عاجزی پیدا ہو گئی تو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ جو آدمی کمزور سے ڈرتا ہے، وہ دل والا ہے۔ وہ طاقت ور سے نہیں ڈرتا بلکہ کمزور سے ڈرتا ہے تو وہ دل والا ہے۔ تو آدمی اپنے نوکر سے ڈرتا ہے، کمزوروں سے ڈرتا ہے اور چھوٹوں سے ڈرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دل والا ہو گیا اور اللہ کی رحمت میں آ گیا۔ جب اللہ کی رحمت میں آتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جو لوگ کسی کو ڈرا نہیں سکتے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے، اللہ کا احسان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنے اعمال نامے کے مطابق نہ دیکھنا۔ اس کا فضل Independant ہے۔ وہ تو

قطرے کو اگر چاہے سمندر ہی بنا دے

یہ اس کی مرضی ہے۔ بار بار وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

یعنی کہ آپ اپنے اعمال کے درجات کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اللہ کے فضل سے رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انّ رحمتی وسع علیٰ غضبی کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جن لوگوں پر اللہ کی رحمت ہوئی ہے ان لوگوں کو اللہ کریم نے رحمت اللعالمین ﷺ کی نسبت عطا فرمادی۔ جس کو یہ نسبت عطا فرمادی' کہ حضور پاک ﷺ سے نسبت ہے' وہ ان کی امت سے ہے' تو اس پر رحم ضرور ہوگا۔ تو رحمتہ اللعالمین ﷺ سے نسبت دراصل اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب حصول کا کیا طریقہ ہے؟ جب کبھی اعمال نامے میں دقت ہو جائے تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ۔

اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا

جب آپ کی پیشانی بارگاہِ حُسن و نُور میں جھکتی ہے' جو حضور پاکؐ کے نام کی ہے تو۔

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

پھر یہ کہو کہ یا اللہ اب جانے دے' پکڑ دھکڑ والی بات جانے دے اور اپنے حبیب پاکؐ کے واسطے ہمیں جانے دے' ہم غریب لوگ ہیں۔ تو یہ نام یاد رکھو کیوں کہ اگر حضور پاک ﷺ کا نام وردِ زباں ہو تو عذاب نہیں آتا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب بھیجوں جب کہ آپؐ ان میں ہوں۔ جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو' جس زبان پر حضور

پاک ؐ کا نام ہو، جس آنکھ میں ان جلوؤں کی پیاس ہو، وہ آدمی فضل کے باب میں نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ اپنا خود ہی فیصلہ کر لو کہ آپ کے اندر اس نام کی محبت کس حد تک ہے۔ پھر فضل ہی فضل ہے۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا ہوتا ہے اس کو اپنے حبیب پاک ؐ کی محبت عطا فرما دیتا ہے اور جس کو عذاب آنا ہوتا ہے وہ اس نام کے لیے گستاخ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کی معافی نہیں ہوتی جو حضور پاک ؐ کا گستاخ ہو۔ اس لیے آپ کی جو عمر گزر گئی سو گزر گئی۔ اب توبہ کی جائے، حضور پاک ؐ کو یاد کیا جائے۔ پھر سب ٹھیک ہے، نیکی ٹھیک ہے۔ یہاں سے کچھ لے کے نہیں جانا بلکہ صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ اللہ بخشنے والا ہے۔

اور کوئی سوال ____ پوچھو ____ کچھ پوچھو ____ کچھ نہ کچھ بولو ____

سوال:

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

جواب:

ضرور دعا کرتے ہیں ____ سوال پوچھو ____

سوال:

بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

جواب:

یہ پسند کرنے یا ناپسند کرنے کی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کسی کو ناپسند کرتے ہیں اس کے ماضی کے عمل کے مطابق۔ ناپسند کرنا

دراصل یہ اعلان ہے کہ اس آدمی کا مستقبل درست نہیں ہوگا۔ تو جس آدمی کا عمل خراب تھا اور آپ نے اُسے ناپسند کیا تو کیا اللہ اس کو معاف کر کے اُسے اچھا پھل دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو پھر آپ کی ناپسند غلط ہے۔ آپ اُسے اللہ کے حوالے کریں۔ ناپسند کرنا دراصل آپ کا یہ اعلان ہے کہ اس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس لیے عام دنیادار باقی انسانوں کو ان کے ماضی کے حوالے سے ناپسند کرتا ہے اور دین والے لوگ مستقبل کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اُسے ناپسند نہیں کرتا۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ اس نے دین کے لیے بڑا کام کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو آدمی تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اس کو ''سیف اللہ'' بنا کے اسلام کے حق میں کر دیا گیا۔ اگر آپ کو معافی دینے میں مشکل ہو رہی ہے تو یہ تباہی ہے۔ اب جو سیاست کا وقت آ رہا ہے، جو حالات ہیں تو دل میں ہمیشہ یہ سوچنا کہ آپ کی نسبت ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو اللہ کے رحم کے اندر ہوں۔ یہ اپنے طور پر ضرور پتہ چل جاتا ہے۔ کبھی کسی کو اللہ کی منشاء کے بغیر اچھا، بُرا نہ کہنا۔ تو نہ اچھا کہنا اور نہ بُرا کہنا بلکہ جو اللہ کو منظور ہے وہ کہنا۔ اگر سمجھ نہ آئے تو خموشی سے اس محلے سے گزر جاؤ، سیاست کے محلے سے چپکے سے نکل جاؤ۔ اگر سمجھ نہیں آئی تو نہ سہی۔ اس لیے انسان کو کبھی برا نہیں کہنا، پتہ نہیں اب کیا ہو جائے۔ اگر اچھا انسان ہو تو اس کی قدر ضرور کر لو۔ برا انسان ہو تو اس کی تحقیر نہ کرو، عین ممکن ہے کہ اس کو توبہ نصیب ہو جائے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:

جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

ہر کام کو Exhibit کرنے کے لیے ایک انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہم کتاب سے الجبرا پڑھ لیتے ہیں لیکن وہاں میدان میں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ راستہ بتاتے ہیں حل کر کے۔ شریعت ظاہر ہے۔ قرآن مجید اتنی بڑی حقیقت ہے' کوئی بندہ آج تک زیر زبر بدل نہیں سکا مگر تمہارا کمال یہ ہے کہ اس میں 72 تاویلیں ہو گئیں۔ حالانکہ اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی مگر پھر بھی اس میں اختلاف اور فرق ڈال دیا۔ اس لیے کہ انسان کے اندر یہ دِقت ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے خیال کو بھی اپنے علم میں شامل کر دیتا ہے۔ جس طرح اگر ریفری نہ ہو تو کھیلنے والا قانون جاننے کے باوجود فاؤل کھیل لیتا ہے۔ وہ سیٹی بجائے گا تو پتہ چلے گا۔ اس لیے پیر اس وقت سیٹی بجائے گا جب تم فاؤل کر رہے ہو گے' کہیں پہ نیکی کی شاباش دے دے گا' Encourage کر دے گا' آپ کو یاد دلاتا رہے گا کہ ایسا کرنا ہے۔ یہ اس لیے ہے تاکہ آپ کا باطن روشن رہے۔ کبھی کبھی زندگی کی ابتلا میں رہنمائی بھی کرے گا۔ تو راہنما بنانا جائز ہے۔ اس کی کیوں ضرورت ہے؟ تاکہ وہ آپ کو آپ کے موجودہ زمانے کی مشکلات' مجبوریوں اور حالات کے ساتھ دین کا انطباق کر کے دکھائے۔ ورنہ تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ کے ایک طرف انگریزی سکول ہیں اور دوسری

طرف درس نظامی ہے۔ درمیان میں مِلنا بڑا مشکل ہے۔ تو پیر صاحب کا یہ کام ہے کہ دنیا کے اندر آپ کیسے گزریں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے اس لیے کہ زندگی ایک بار مِلتی ہے اور اس میں کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ پیر صاحب کے بغیر کامیاب ہو سکنا ناممکن نہیں ہے اور پیر صاحب کی موجودگی میں بھی ناکام ہونا ممکن ہے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیر صاحب کی موجودگی میں کامیاب ہونے والا بہت ہی زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی بڑی ضرورت ہے' وہ وسیلہ ہے' سبب ہے' وہ بتاتا ہے اور پھر پہچان ہو جاتی ہے کہ کون سا کیا مقام ہے۔ وہ آپ کو آپ کی ذات سے آشنا کراتا ہے۔ جاگنے والے کو سونے والے کا مقام بتاتا ہے اور سونے والے کو جاگنے والے کا مقام بتاتا ہے تا کہ آپ کو باطن سمجھ آئے' زندگی کا مفہوم سمجھ آ جائے۔ اب تو کافر دنیا بھی مان گئی ہے کہ ایک گُرو ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی اہمیت ہے۔ تو مسلمان کیوں نہ گُرو کو مانے۔ مگر تمہارے ہاں جھگڑا ہو گیا ہے' سارے پیر الگ الگ ہو گئے ہیں' پتہ نہیں چل رہا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ میں کہتا ہوں کہ سچے جھوٹے پیر کی بات چھوڑو' مُرید کو سچا ہونا چاہیے۔ سچا مُرید جھوٹے پیر کو بھی صداقت سکھا دے گا۔ مرید سچا ہونا چاہیے' مسافر سچا ہونا چاہیے' سفر ٹھیک ہے۔ وہ آدمی بدقسمت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی گُرو نہیں ملا۔ وہ جھوٹا مسافر ہے۔ سچا مسافر جو ہے وہ جھوٹے پیر کو بھی سیدھا کر دیتا ہے۔ اس لیے سفر کی کامیابی کے لیے رہنما ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اگر آپ ریگستان کے سفر میں جا رہے ہیں تو ایک آدمی بتائے گا کہ راستے میں کوئی نخلستان آئے گا' پانی آئے گا۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اس میں

نخلستان کوئی نہیں ہے' تیرے اپنے پاس پانی ہونا چاہیے۔ دانا آدمی وہ ہے جو چھاگل بھر کے جائے۔ اگر نخلستان آ گیا تو تیرا کیا نقصان' پانی گرا دینا۔ اور اگر نخلستان نہ آیا تو تُو پیاس سے نہیں مرے گا۔ تو یہ ایک وسیلہ ہے اور وسیلہ پکڑ لو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ آپ تھکے ہوئے ہوں اور بازار بھی جانا ہو تو مشکل لگتا ہے۔ اگر آپ کا دوست کہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں' اگر گاڑی بھی نہیں ہے تو صرف چلنے سے آسرا ہو گیا' تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اگر دو آدمی پیدل چلیں تو تھکتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی ساتھ نہ ہو تو ہاتھ میں چھڑی پکڑ لو۔ تو چھڑی بھی ساتھی ہوتی ہے اور انسان تھکاوٹ سے بچ جاتا ہے۔ تو دو آدمیوں کا سفر آسان ہو جاتا ہے' یہ ساتھی' رفیقِ طریق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دوسرا آدمی صرف باتیں کرتا جاتا ہے اور آپ کو زندگی کا لطف آتا جاتا ہے ـــــــ پیر کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ آپ کو مؤدب کر کے ادب سکھاتا ہے کہ جب آپ پر جلوے آشکار ہو جائیں تو کہیں آپ گستاخ نہ ہو جائیں۔ تو وہ ادب سکھاتا ہے۔ یہاں پر ادب کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس میں ایک ایسا مقام آ جاتا ہے کہ جس ذات کے ہم سب ماننے والے ہیں اس ذات کے سامنے رومی' رازی' غزالی سارے کے سارے ادب کے ساتھ دور بیٹھنے والے ہیں۔ تو پیر صاحب اگر بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ عبادت کا مفہوم سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ تو یہ دل والی بات ہے ـــــــ

سوال:

یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

جواب:

اس کو یہ بتانا کہ برے کام سے رُکو اور اچھے کام کا حکم دینا' یہ اس وقت آپ کریں جب آپ لم تقولون ما لاتفعلون وہ کام کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یعنی جس وقت آپ میں وہ اچھائی آ چکے اور آپ میں وہ برائیاں ترک ہو جائیں جن کا حکم دے دیا گیا ہے' جب آپ عمل والے ہو چکے ہوں' صرف کہنے والے نہ ہوں۔ جب کوئی انسان اللہ کے ارشادات پر چلنے والا ہو جائے تو اس کی زبان میں تاثیر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس لیے برے آدمی کو محبت سے سمجھا کے اس کی برائی کو دور کرنا ہے' نفرت سے نہیں۔ نفرت اُسے اور بُرا کرے گی۔ بتایا یہ گیا ہے کہ برے آدمی سے نفرت نہ کرو۔ برے آدمی سے اس لیے محبت کرو کہ آخر وہ انسان ہے لیکن عمل اس کا برا ہے۔ اس سے محبت کرو اور اس کے ساتھ دوستی کرو۔ اس طرح اسے اپنی راہ پر لے آؤ۔ لوگ ایک دوسرے کا کہنا ماننے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہ کہ محبت میں انسان ایمان ترک کر دیتے ہیں۔ تو کیا وہ محبت میں اپنا ایمان نہیں بچائیں گے۔ آپ اس سے محبت کریں تو وہ برا آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھے کی محبت ہی برے آدمی کو برائی سے بچائے گی۔ آپ پہلے اچھا بن کے اس سے محبت کرو' ڈانٹ ڈپٹ بعد میں کرنا۔ تو پہلے اُسے محبت کا پیغام دو۔ لوگ تو محبت میں اچھائی ترک کر دیتے ہیں' محبت کے باب میں گناہ بنا لیتے ہیں' اور لوگ دین کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کی محبت اس بے دین کو دین پر لا سکتی ہے۔ جس طرح برے آدمی کی محبت ایک اچھے آدمی کو برائی پر مائل کر سکتی ہے اسی طرح اچھے آدمی

کی محبت برے کو اچھائی کی طرف لے آئے گی۔ تو اس طرح اسے سمجھاؤ۔

______اور کوئی بات______کوئی سوال______

ایک بات نصیحت کے طور پر یہ ہے کہ کوئی جان دار انسان کسی بے جان چیز سے معزز نہیں ہو سکتا۔ بے جان اشیاء جان دار انسانوں کو معزز نہیں کر سکتیں۔ تو آپ اپنی عزت کو اپنے عمل کے مطابق Judge کرو' اللہ کے فضل کے مطابق Judge کرو' اپنی عزت کو اشیاء سے Judge کرنے والا شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اشیاء سے Judge نہ کرنا' مثلاً اشیاء پیسہ' حالات' واقعات وغیرہ۔ اس لیے آپ ذرا خیال رکھنا۔ جس نے لوگوں کو معاف کر دیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ و العافین عن الناس لوگوں کو معاف کرتے رہا کرو' اور یہ کہ واللہ یحب المحسنین اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ تو احسان کرو۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حق نہیں تھا مگر آپ نے مہربانی کر دی۔ بُرے آدمی کا حق تو نہیں ہے کہ آپ اس سے محبت کریں مگر یہ احسان ہے کہ محبت کریں۔ اگر بُرے سے بھی محبت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں جنت میں جاؤں تو وہاں کوئی اور میرا بہن بھائی نہیں ہونا چاہیے۔ تو آپ عبادت بھی کرتے ہیں تو اس قدر تنہا کہ بہن بھائی کو ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ اگر کوئی بُرا آدمی آپ کا بھائی ہے' چچا کا بیٹا ہے' رشتے دار ہے' شہر میں رہنے والا ہے' دفتر میں ساتھ کام کرتا ہے تو یہ نہ کہنا کہ یا تو جنت میں وہ جائے یا میں جاؤں۔ اس لیے جنت میں جانے کے لیے صرف اپنے آپ کو مخصوص نہ سمجھو' عین ممکن ہے کہ اللہ اس کو بھی جنت میں لے جائے۔ نفرت نہ کرنا'

ضد نہ کرنا۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے لے جائے' جس کو چاہے وہ پہنچا دے۔ ہم دخل دینے والے کون ہیں۔

اب آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ آپ پر زندگی آسان ہو جائے' زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یارب العالمین! اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' اور ہم تجھ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی آخری سوال ہے۔ یا اللہ تمام حاضرین مجلس کی نیک تمنائیں پوری فرما۔ زندگی کی آسانی دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفعینا محمد و آله و اصحابه اجمعین ــــ برحمتک یا ارحم الرٰحمینَ۔
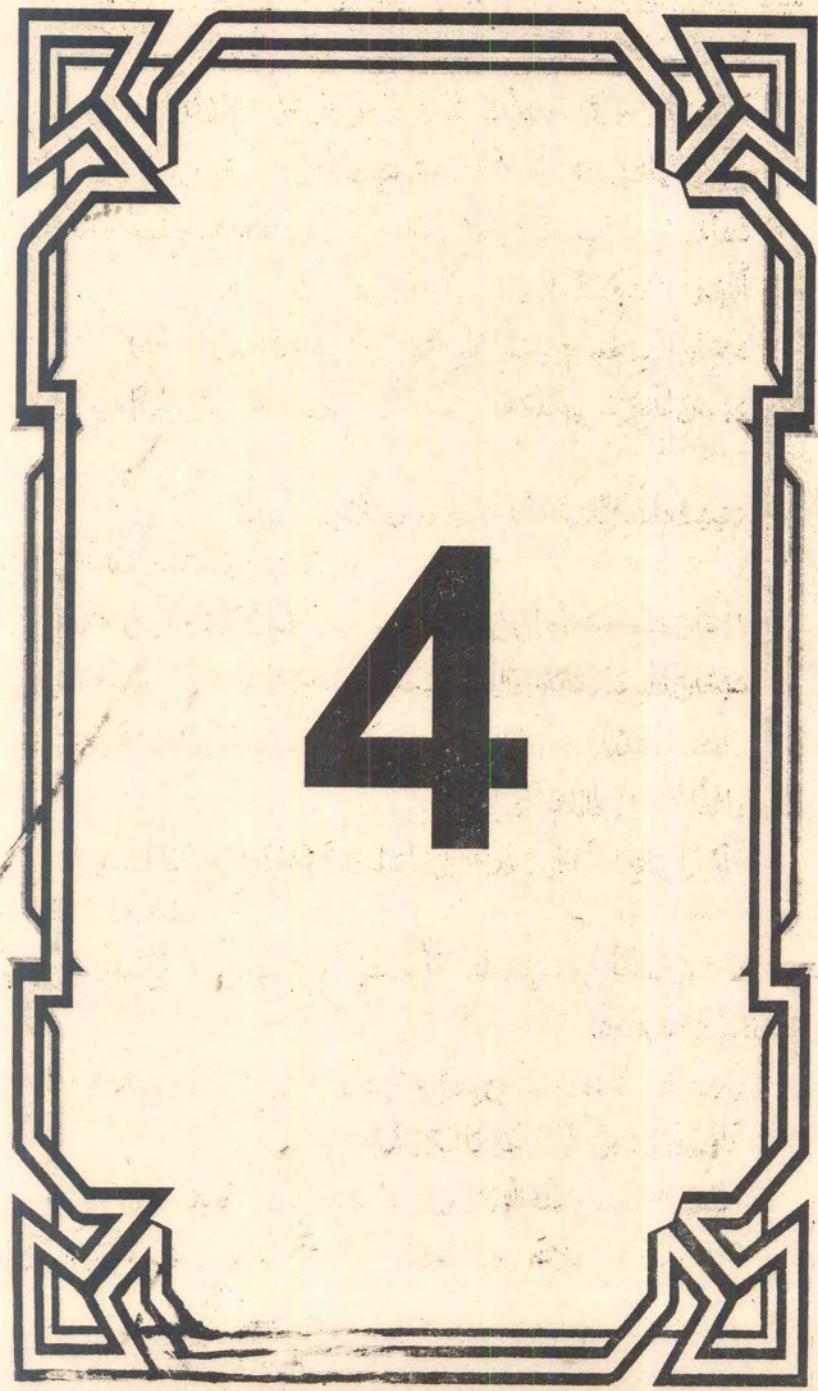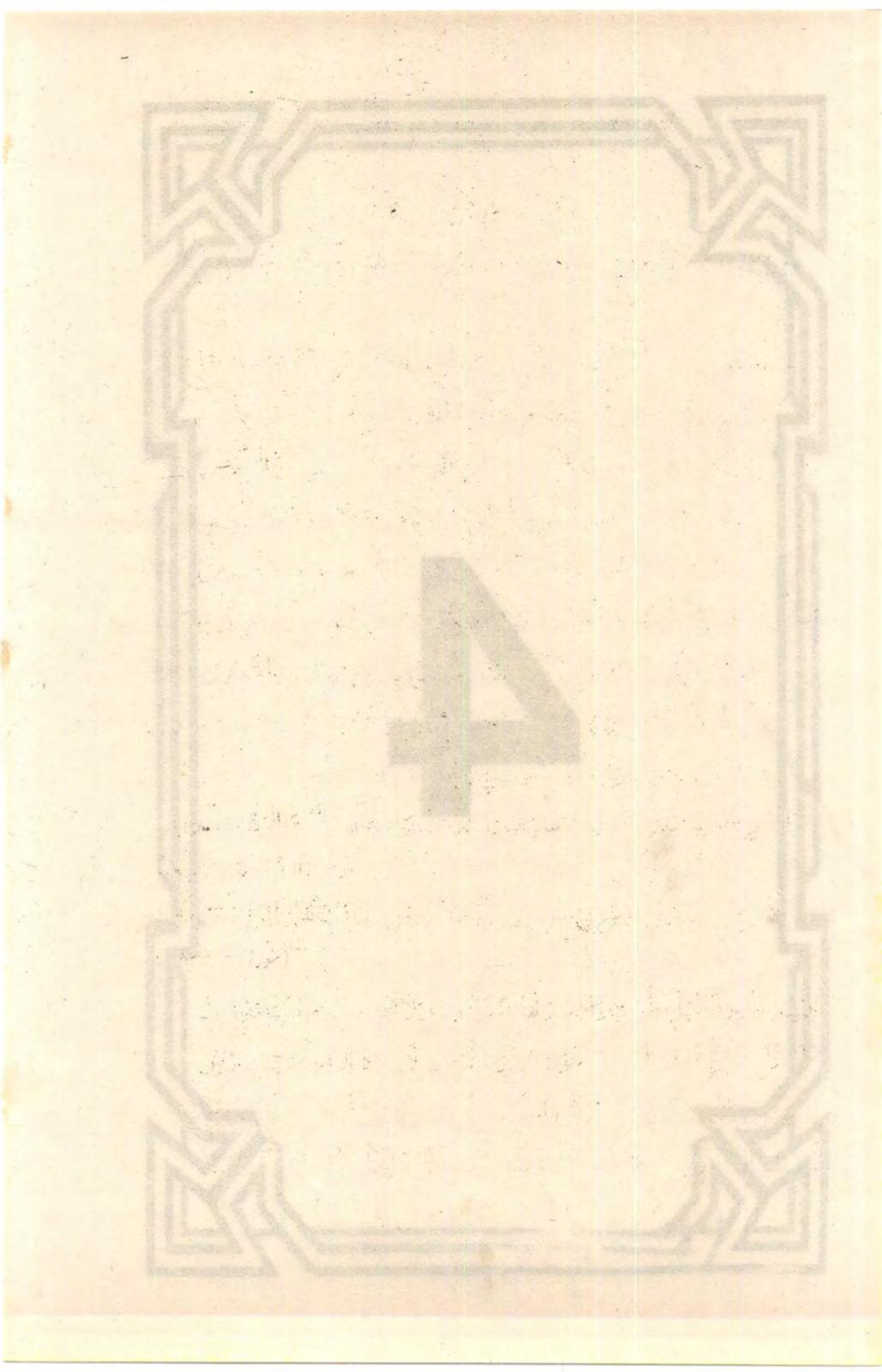
سوالات

1 بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

2 کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

3 وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟

4 ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟

5 میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا، میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

سوال:

بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔اس کی کیا وجہ ہے؟اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

جواب:

سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کی محفل میں ابھی اور بیٹھیں۔پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔صرف سوال سے بات سمجھ نہیں آئے گی۔ وہاں شریعت کی پابندی ہے، شریعت کی پابندی ہوتی ہے۔ ہوا یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ کہیں پہ شریعت کی پابندی کے باوجود دین کے بارے میں جھگڑا ہے، مثلاً یا رسول اللہ کانفرنس اور محمد رسول اللہ کانفرنس الگ الگ ہو گئیں تو پھر ان لوگوں نے بات کو خفیہ رکھ لیا۔ورنہ تو وجہ نزاع بن جاتی، جھگڑا ہو جاتا۔ دین کے نام پر دین کے اندر جھگڑے موجود ہیں۔نام دین کا ہے اور لڑتے جا رہے ہیں۔مثلاً محرم دین کا نام ہے لیکن جھگڑا آج تک چلا آ رہا ہے۔آج کے دور میں پیدا ہونے والوں کے درمیان جھگڑا کیوں ہے؟ ہوا یہ کہ دونوں ایک گھر میں پیدا ہوئے، ایک نے اپنی کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے اور کتاب پڑھ لی، پھر آپس میں بحث کرنے لگ گئے اور جھگڑا پیدا ہو گیا۔اللہ کو شریعت مقدم ہے۔

اگر ایک آدمی کو آواز دی جائے، حضور اکرم ﷺ نے آواز دی، اس کو بلایا اور وہ کہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اس لیے آپ کی آواز کا جواب نہیں دیا تو آپ بتائیں کہ کیا یہ صحیح ہے، کیا ایسا ہونا چاہیے۔ تو آپ کی آواز پر لبیک ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پہچان کی بات ہے۔ اگر فارمولا استعمال کیا جائے اور وہ محبت کے بغیر ہو اور اطاعت کے بغیر ہو تو فارمولا جو ہے وہ فارمولا دینے والے کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا۔ فرشتوں کو اس بات پہ پکا کر دیا۔ تب شریعت یہ بن گئی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو تم اس کو سجدہ کرو۔ فسجدوا الا ابلیس تو سب نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے، وہ جو فارمولے والا تھا، اُس نے کیا کیا؟ وہ پچھلے فارمولے پہ رہا کہ یا اللہ، آپ کے حکم کے مطابق آپ کے علاوہ سجدہ تو نہیں ہے۔ اتنی سی بات پہ وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ تو فارمولا قائم رہنا چاہیے مگر اس فارمولے کا مقصد ضائع نہ ہو اور مقصد جو ہے وہ اطاعت بالمحبت ہے۔ اگر اطاعت رہ جائے اور محبت نہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ اطاعت نہ کی جائے۔ مثلاً ایک فارمولا ہے مسجد بنانے کا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک مسجد کو گرانے کا حکم فرما دیا۔ وہ فارمولے کے مطابق صحیح تھی، مسجد تھی مگر مقصد میں صحیح نہیں تھی۔ تو دین کے نام پر دین میں مل جانے والے کئی لادین عناصر تھے، وہ جب شامل ہو گئے تو بزرگوں کو بہت ساری بات مخفی کرنی پڑ گئی۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ مگر یہ ان کی اپنی اپنی مصلحت ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ کا تقرب

دیکھنا چاہیے کہ وہ کہاں پر ہے۔ وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے دین پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی وجوہات ہوں کہ جن کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہونا چاہیں تو پھر یہ ان کی اپنی مصلحت ہے۔ تو یہ ان سے پوچھا جائے۔ اگر آپ لوگوں کو فارمولا مل گیا ہے، شریعت مل گئی ہے تو اب آپ کی تلاش کیا ہے؟ مثلاً یہ دین ہے، یہ قرآن شریف ہے اور یہ حدیث شریف ہے۔ اب اس کے بعد تلاش کی کیا ضرورت ہے۔ اگر بعد میں تلاش کی واقعی ضرورت ہے تو سمجھو کہ ساری بات بیان نہیں ہوئی۔ یہ باریک نکتہ ہے، ایسے سمجھ نہیں آئے گا۔ یعنی اگر ساری بات بیان ہوگئی تو پھر Further کسی اور واقعے کی ضرورت نہیں ہے، کسی رومیؒ کی ضرورت نہیں ہے، کسی اقبالؒ کی ضرورت نہیں ہے، کسی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور آدمی کا نام، اسلام میں قابلِ ذکر ہونا، اس کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سارے اسماء قابلِ ذکر ہیں بلکہ واجب ذکر ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ غیر کا تو نام ہی اللہ نے مٹا دیا۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اپنی راہ دکھا، سیدھی راہ دکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ اے اللہ صرف اپنی راہ دکھا یعنی کہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اس کا انعام ہوا۔ اب وہ انعام کیا ہوتا ہے؟ اگر ایک آدمی شہید ہوگیا، اس کے عمل میں کچھ کمی تھی مگر اب شہادت مل گئی۔ یہ آدمی کس مقام پر چلا گیا؟ وہ مقربین میں شامل ہوگیا۔ اب مقربین کی جو راہ ہے وہ بعض اوقات فارمولے سے باہر بھی ہے۔ ایسا

واقعہ ہوسکتا ہے ناں۔وہ نفس کے گنجلک سے آزاد ہوگئے۔تو ایسے واقعات ہوتے ہیں۔دیکھنے والا صرف یہ سوچتا رہتا ہے کہ نفس کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے' اس شخص میں یہ خامی کیا ہے _____ بجائے اس کے کہ وہ محبت سے بات کو سمجھے۔ سوال تو آپ کا مشکل ہے مگر آپ جواب پہ غور کریں تو سمجھ آسکتی ہے۔شریعت جو ہے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ پیغمبر کے حکم کا بھی نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ خود ہی بیان فرمایا ہے کہ اپنے دور کے ایک نامزد پیغمبر' اللہ کے حکم سے ایک انسان سے ملے۔اللہ نے ان کو ملایا۔اور واقعہ یہ ہوا کہ اس انسان نے ایک بچے کو قتل کردیا۔پیغمبر کا فرض کیا تھا؟ مقدمہ اور اس کو وہیں شوٹ کرادینا' کہ تم نے شریعتِ نافذہ کی خلاف ورزی کی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا راستہ ویسے نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔شرعی حکم کیا ہے؟ قتل نہ کرنا۔اور اخلاقیات میں بھی یہی ہے۔ایک آدمی سے قتل ہوتا ہے اور وہ عمداً بھی ہے' وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں' شریعت میں یہ جائز نہیں ہے' اور یہ واقعہ پیغمبر کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔اور پھر وہی آدمی پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا ھٰذا فراق بینی وبینکم' آپ چلیں اب' تشریف لے جائیں۔حالانکہ پیغمبر وہ ہیں مگر وہ شخص یہ کہہ رہا ہے۔اور پیغمبر ان کے کہنے پر چل رہے ہیں۔شریعت اپنی جگہ پر بالکل مصدقہ ہے' فائنل ہے اور اس کے اندر وہ لوگ محبت اور سوز و گداز پیدا کرتے ہیں۔ وہ شریعت کو ترک نہیں کرتے کیونکہ شریعت ہی کو تو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔لیکن وہ تشددانہ شریعت سے گریز کرتے ہیں۔مثلاً مکان میں آگ لگی ہوئی ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ چھلے شریعت کے احکام کی پابندی

کرلو۔تو پہلے آگ کو بجھالینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر پیٹ کی آگ لگی ہے تو اسے بھی بجھالو پہلے کھانا لو پھر نماز پڑھنا۔یعنی اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہو تو زیادہ ڈسٹرب نہ ہونا۔تو اولیائے کرامؒ نے کبھی شریعت کو مجروح نہیں کیا' نہ اُسے بائی پاس کیا ہے' نہ اسے Violate کیا ہے۔ بزرگوں کے جتنے بھی آستانے ہیں کوئی ایسا آستانہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا جہاں مسجد نہ ہو۔ہم نے تو کوئی نہیں دیکھا۔آپ نے شاید کوئی دیکھا ہو' مگر نہیں۔لاہور میں داتا صاحبؒ کا آستانہ دیکھیں تو مسجد سارے لاہور میں سب سے اچھی ہے۔'مسجد شریعت ہے' آستانے کو طریقت سمجھ لو۔تو انہوںؒ نے طریقت کو مختصر کیا ہے اور شریعت کو زیادہ کیا ہوا ہے۔ ہر جگہ ایسا ہے۔میاں میر صاحبؒ کی مسجد دیکھ لو' شاہ جمالؒ کی مسجد دیکھ لو۔تو یہ لوگ شریعت کا احترام کرتے تھے بلکہ اپنے آستانے سے پہلے مسجد بنایا کرتے تھے۔تو وہ شریعت کو Violate نہیں کرتے۔آپ نے اس بات کا خیال نہیں کیا' غور نہیں کیا' اُن لوگوں کی محفل میں بیٹھا کریں' وہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بتائیں گے' کوئی نہ کوئی بات سمجھائیں گے۔وہ کس طرح Violate کر سکتے ہیں۔جہاں بظاہر ترک ہے' وہاں کوئی اور بات ہوگی۔مثلاً کسی زمانے میں کوئی دل کا کافر ہو اور وہ مسجد کا نظام سنبھال کے بیٹھا ہو تو جو جاننے والا مومن ہے اُس سے اگر پوچھیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ میں تو اسلام سے باہر ہوں۔اس طرح وہ جان بھی بچاتا ہے اور ایمان بھی بچاتا ہے بلکہ ایمان کے کاغذات بچاتا ہے کیونکہ آنے والے دور کو اُس نے دینے ہیں۔اس کے پاس وہ پرزے ہوتے ہیں۔اگر ایک آدمی تلوار لے کے کھڑا ہو تا کہ وہاں سے کوئی صحیح مسلمان گزرے تو

اسے ذبح کر دے تو اس بزرگ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں تو ایسے ہی ہوں ۔

کافر عشق ہوں' میں بندۂ اسلام نہیں

تو وہ کاغذات لے کے آگے چلا گیا اور پھر اگلے دور میں جا کے ساری بات کھل گئی ۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ آنے والے دور کے لیے بات سنبھال کے رکھتے ہیں ۔ اس لیے ان لوگوں کو بڑے غور سے دیکھا کرو ۔ اگر انہیں احترام سے دیکھو گے تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر تنقید سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی ۔ آپ کو بہت سارے اولیائے کرام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں داخل کرے ۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے اولیاء کا انکار کیا ان کو نور سے نکال کے ظلمات میں رجوع کرا دیتا ہے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے کسی کو اولیاء کہہ دیا' ولی کہہ دیا' بزرگ کہہ دیا اور پھر اس پر تنقید کر دی ہو ۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی بات وہ جانے اور تُو اپنی توڑ نبھا ۔ تو ہر ولی سے وابستگی کی بجائے ایک سے وابستگی ہو اور وہ پوری ہو ۔ وہ لوگ تو ٹھیک کر رہے ہیں ۔ آپ بہت لوگوں سے نہ ملیں بلکہ ایک آدھ ہو ۔ وہ کسی وجہ سے' کسی دور میں' کسی حساب سے کوئی بات مخفی رکھتے ہیں ۔ باقی تو ہر جگہ مسجد کا احترام ہے' جماعت ہوتی ہے' ذکر ہوتا ہے' فکر ہوتا ہے' درس قرآن ہوتا ہے اور با قاعدہ ہوتا ہے ۔ یہ ہر جگہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے ۔

اب آپ اور پوچھو ______ بولو ______

سوال:

کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

جواب:

پہلے بنیادی باتیں دیکھ لیں۔ پیدا ہونا ہے' یہاں کچھ عرصہ رہنا ہے اور پھر یہاں سے چلے جانا ہے۔ اور جانے سے پہلے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے ان میں سے کچھ چیزیں تو یہیں کی یہیں چھوڑ جانی ہیں' ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک بڑھیا رو رہی تھی۔ اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ کہتی ہے وہ میری گٹھڑی لے گیا۔ تو اتنی زور سے کیوں رو رہی ہو؟ رو اس لیے رہی ہوں کہ وہ وہاں جا کے پھینک گیا' اگر اس نے پھینک جانی تھی تو پھر مجھ سے کیوں چھینی ہے۔ یہ بڑھیا جو ہے وہ دنیا ہے۔ اس سے آپ سامان چھینتے ہیں اور تھوڑی دور جا کے نامعلوم موڑ پہ پھینک جاتے ہیں اور آگے چلے جاتے ہیں۔ سامان کو آگے آپ لے جا نہیں سکتے۔ لوگ تو مرنے کے بعد آپ کا نام بھی چھین لیتے ہیں اور میت کہتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ ساری عمر آپ اپنا نام اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ نام کی حد تک بھی یہ امانت آپ کو واپس لوٹانی ہے۔ باقی کیا کام رہ گیا؟ انسان نے ضرور جانا ہے۔ دوسری گنجائش آپ کے پاس یہ نہیں ہے کہ ساٹھ سال کی زندگی میں کم از کم بیس سال سونا ضرور ہے۔ عام طور پہ آپ ون تھرڈ یعنی آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ کچھ سال نوکری میں بیچ دیتے ہیں تاکہ باقی کے سال گزریں۔ اس میں بچپن کی تعلیم اور بیماری کا وقت بھی نکال دیں۔ آپ کے پاس کچھ بنانے کے لیے چند سال ہیں کہ ان سالوں

میں کچھ بننا ہے۔ آپ کا لہجہ اور زبان عربی نہیں ہے۔ آپ اگر حلق سے بولیں تو آپ کے لیے ویسے ہی مشکل ہو جائے گی۔ کوئی عربی دان آئے گا اور اس میں ساری غلطیاں نکالے گا' کہے گا کہ کوئی بھی قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد اب تعلق باللہ کی ضرورت ہے اور تعلق بالدنیا کی ضرورت ہے' ماں باپ کے احکامات ہیں' اولاد کی ضروریات ہیں۔ تو اس زندگی میں آپ الجھن نہ ڈالیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق اگر مفرد ہوتا' خالی توحید کا تعلق ہوتا تو شیطان بھی اسی کے جلوے میں گم ہے' اللہ کو تو وہ مانتا ہے' سجدہ کے روپ میں۔ بہت سے اور لوگ ہیں جو رسالتؐ کے بغیر خدا کو مانتے ہیں۔ تو پھر آپ نے صرف اللہ کو ہی نہیں ماننا بلکہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ہی رسالتؐ کو ماننا ہے۔ اب آپ اللہ کے ساتھ یک لخت انسان کے پاس آ گئے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اگر مجھ سے محبت چاہتے ہو تو آپؐ سے محبت کرو' پھر میں تم سے محبت کروں گا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ تو اللہ اس محبت کی راہ دکھا رہا ہے یعنی محبت مصطفٰیﷺ کی راہ اللہ دکھا رہا ہے۔ پھر اللہ کا یہ بیان ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ اللہ ہو کر مخلوق پر درود بھیجنا' مخلوق میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اور اس پر درود بھیجنا' بڑے غور والی بات ہے۔ تو تعلق بنانے سے پہلے یہ باتیں جاننی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک فرد کا انتخاب کیا اور اتنا انتخاب کیا کہ ان کو باعثِ تخلیق کائنات کہا۔ یہ بات خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اور اپنے فرشتوں سمیت درود بھیج رہے ہیں۔ پھر اللہ کا یہ کام ہے کہ ایک وقتِ مقررہ کے بعد آپؐ کو بلا لیا' دنیا چھوڑنے کو کہا' اور تکلیف سے بھی

گزارا، فتح سے بھی سرفراز کیا، کمزوری بھی دکھائی _____ اور لگاتار درود بھی بھیج رہا ہے۔ آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ حضور پاک ﷺ فاقہ سے بھی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ درود بھی بھیج رہا ہے اور فاقہ بھی بھیج رہا ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھنی چاہیے کہ تعلق کی انتہا والے لوگ کون ہیں۔ جن کا اللہ سے سب سے بڑا تعلق ہے وہ یہ مقام رکھتے ہیں کہ فاقہ بھی ہے، یتیمی بھی ہے، منافقوں سے بھی معاملہ ہے، دشمن بھی ہیں، مشکلات بھی ہیں اور اللہ کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ تو یہ ہے تعلق باللہ کی شان۔ تعلق باللہ کی ایک اور شان یہ ہے کہ پیغمبر کو کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ایک پیغمبر کے بیٹے بھی تھے۔ بیٹا بھی ایسا کہ بہت پیارا، اور وہ بھی پیغمبر۔ یہ ہے تعلق باللہ والوں کی بات۔ یعنی جن کا اللہ سے تعلق ہے ان کا سفر کنوئیں سے شروع ہو رہا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کنوئیں سے شروع ہو رہی ہے، پھر غلاموں کی طرح بکے۔ وہ حسن و جمال کا ایسا پیکر تھے جس کی تعریف اللہ خود فرماتا ہے۔ پھر اپنی مملکت میں غلام ہو کے جانا۔ اپنے دیس میں پردیسی ہو کے جانا، یہ خاص بات ہے، راز کی بات ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلق والوں کی بات بتائی ہے کہ تعلق ہوتا کیا ہے اور تعلق والے کس راہ سے گزرتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ تو آپ سب کو پتہ ہی ہے۔ تو یہ دیکھیں کہ تعلق باللہ کو کس راستے سے گزارا جاتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور دیکھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلق اور تذبذب اکٹھے ہو جائیں۔ پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تعلق یہ ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو اپنے سے زیادہ لگن ہو اس کے حکم پر لبیک کہنا۔ اس تعلق والے شخص کی Contribution صرف یہی ہے۔ یعنی اس کا تعلق ایک انسان کے ساتھ

ہے' جو اللہ کی طرف اس کا وسیلہ ہے' اللہ تعالیٰ انسانوں کو وسیلہ بنا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ انعمت علیھم ____ جن لوگوں کی راہ اللہ کی راہ ہے' ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہو کے چلنا' ان کو وسیلہ بنانا' ان کے ساتھ تعلق بنانا۔ آپ نے تعلق کے جو فرائض پوچھے ہیں تو وہ یہ ہیں' مثال کے طور پر آپ کو ایک بیماری ہے' ڈاکٹر صاحب نے بیماری کے لیے ایک ایسا علاج تجویز کیا جو عام خیال کے مطابق بیماری کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر تو وہ ہے۔ اب کیا کِیا جائے؟ ڈاکٹر کا تعلق بیماری سے ہے' لہٰذا وہ دوائی کھاؤ۔ وِقت وہاں ہوتی ہے جب آپ کتاب سے کچھ شریعت پڑھ لیتے ہیں اور تعلق پیر صاحب سے بنالیا' اس نے آپ کو ایک بات بتائی ہے جو آپ نے کتاب سے ابھی نہیں پڑھی' آپ کہیں گے کہ جو بات آپ کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ قرآن کے علاوہ ہے۔ تو آپ پیر صاحب کو بھی نصیحت کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تعلق آپ کو نہیں ملے گا۔ تو راز کیا ہوا؟ اُس سے اللہ کے لیے تعلق ہو۔ مولانا رومؒ کہتے ہیں ؎

ہر کہ پیرو ذاتِ حق را یک ندید

نے مرید و نے مرید و نے مرید

اور یہ کہ ؎

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ اِلٰہ

تو یہ بات مولانا رومؒ کہہ رہے ہیں۔ تو اللہ کی راہ میں جس سے تعلق ہے' اس کے احکام کی اتنی اہمیت ہے جیسے کہ وہاں سے ہوں۔ اللہ کی بات اللہ جانے۔ اور حضور پاک ﷺ کی بات آپ لوگوں کے لیے کتنی اہم ہے؟ آپ کہیں گے کہ اتنی

ہی اہم ہے۔تو آپ فرق بیان نہیں کر سکتے۔جہاں آپ کے ذہن میں فرق آ گیا وہاں آپ کا ایمان ختم۔اس طرح کا آدمی گمراہ ہو جائے گا' جو اللہ کو حضور پاک ﷺ پر فوقیت دے یا حضور پاک ﷺ کو اللہ پر فوقیت دے۔اس لیے یہ بڑی نازک بات ہے۔یہ فوقیت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف ماننے کی بات ہے۔یہ جاننے کی بات بھی نہیں ہے۔آپ جان نہیں سکتے کہ یہ مقامات کیا ہیں۔بہر حال پر جس شخص کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس کی بات مانو۔یہ کہتے ہیں بزرگ۔وہ شریعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ شریعت وہ لفظ ہے جو تمہارا شیخ تمہارے کانوں میں چپکے سے کہہ دے۔اب یہ بات بتانے والی نہیں ہے' یہ بات کتابوں میں نہیں ہے۔کسی صاحب طریقت کا بیان سنو ۔

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈسے

تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

تو وہ چاچڑاں شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرے لیے مدینہ ہے اور وہ بیت اللہ ہے۔اور سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ۔

مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ھُو

انہوں نے حج کو جو ''حجّاں'' کہا ہے اس میں بڑے معانی ہیں۔اصل چیز یہ ہے کہ اُس شیخ کی بات اہمیت رکھتی ہے۔تو خواجہ غلام فریدؒ نے کہا کہ میرا عشق بھی تو ہے' ایمان بھی تو' دیدار بھی تو' میرا اللہ بھی تُو ہے اور دین بھی تُو ہے۔تو وہ شیخ جو بات کہے گا وہ پوری ہوگی۔تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملنے سے' اس کے ساتھ سفر کرنے سے' اس کی بات سننے کے لیے' اس سے پہلے کا علم ترک کر دو۔

شریعت کا آپ لوگوں کا جو Concept ہے یہ مفروضہ ہے اور وہ جو Concept دے گا' وہ وہاں سے ہوگا۔ وہاں پہ ابتدا سے کلمہ پڑھنا پڑتا ہے۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ

کلمہ پیر پڑھایا باھوؒ تے میں سدا سہاگن ہوئی

تو وہ شروع سے بتاتے ہیں۔ ان لوگوں سے تعلق لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی بات سے اپنی بات کا آغاز کرو۔ ورنہ تو آپ انہیں سکھانے لگ جائیں گے کہ پیر صاحب آپ بتائیں کہ آپ کیا کرتے ہیں' یہ بتائیں کہ یہ کیوں نہیں کرتے ___ ایک بات یاد رکھنا کہ مسلمانوں کے کسی بھی گروہ کے خلاف مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی گروہ موجود ہے۔ اس طرح آپ بڑی مشکل میں ہیں۔ تو ہر گروہ کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی گروہ بنے گا۔ اصل میں ہوا یہ کہ دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہوا' وہ گروہ ساز بن گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کش مکش شروع کرادی۔ فرض کرو کہ لوگ ''یارسولؐ اللہ'' کہتے ہیں تو دوسرے کو کیا تکلیف ہے جو نہیں کہتا۔ ان سے پوچھو کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ تو رسولؐ کا نام لیتے ہیں' اپنے پیارے نبیؐ کا نام لیتے ہیں' کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور ادب سے بات کرتے ہیں۔ تو کرنے دو۔ تمہیں ان سے کیا بحث ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ماضی ہیں اور انہیں حال نہ سمجھو۔ اگر حال نہ سمجھیں تو پھر کلمہ نہیں بنتا آپ کا۔ پھر کلمہ ہے ہی نہیں۔ آپ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضورؐ اللہ کے رسولؐ تھے۔'' ''تھے'' سے تو ایمان نہیں بنتا بلکہ ''ہیں'' سے ایمان بنتا ہے۔ اور ''ہیں'' کو بھی آپ نے دیکھنا ہے۔ اپنے ایمان

کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ من کانَ فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرۃ اعمیٰ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں یقیناً اندھا ہوگا۔ گویا کہ آپ اپنے ایمان کی صورت یہاں سے دیکھ کے جاؤ' کہ جو ایمان آپ نے رکھا ہوا ہے وہ کیسا ہے' جس کو آپ مان رہے ہیں وہ کیسی بات ہے؟ آپ مستقبل کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مستقبل کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کو مستقبل میں یہ یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب آپ نہیں ہوں گے' یا "نہیں" ہونے والے ہوں گے۔ مستقبل کے بارے میں دانا آدمی اتنا ضرور سوچے کہ وہ آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھ کے جائے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تعلق کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو اس کا آخری وقت اس کے آخری وقت سے پہلے دکھائے۔ اگر آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھا جائے' یہ پتہ چل جائے کہ یہ آخری وقت ہے تو اگر اُسے کہا جائے کہ دشمن کو معاف کر دے تو وہ کہے گا کہ میں جا تو رہا ہوں' لہٰذا اب اسے معاف کر دوں۔ تو آپ اُسے اگر زندگی میں معاف کر دیں تو کتنی اچھی بات ہے۔ یعنی کہ یہ غصہ تو آپ ساتھ لے کے جا نہیں سکتے۔ غصہ' نفرت' لالچ اور دوسری غیر اخلاقی باتیں جو ہیں دین والوں کو یا اخلاق والوں کو کیا ضرورت ہے کہ انہیں روکیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے منع کر رہے ہیں کہ عاقبت کے سفر میں غصہ کرنے والا عافیت حاصل نہیں کر سکتا۔ غصہ خود ہی رکاوٹ ہے۔ ایسا آدمی اگر مر رہا ہو تو وہ کہے گا کہ میں اس کو معاف نہیں کرتا بلکہ روزِ محشر اس آدمی کے خلاف حساب ہوگا' اس کو ہم اللہ کے حوالے کریں گے۔ تم اس کے خلاف مقدمہ دائر کرنا اور پڑوسی تمہارے خلاف مقدمہ کرے گا۔ آگر اس کو معاف کر کے جاؤ تو

وہ تمہیں معاف کر کے جائے گا۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ ؂

نہیں بے گانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

دو مسافر اگر دشمن بھی ہوں' ایک سفر پر جا رہے ہوں' ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور جب دونوں کو یقین ہو جائے کہ کشتی ڈوبنے لگی ہے تو گلے مل مل کے روئیں گے۔ گرچہ وہ ہیں دشمن لیکن انہیں یقین آ گیا کہ کشتی اب ڈوبنے والی ہے' تو ڈوبنے کا اندازہ یا اندیشہ جو ہے وہ دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور سب زندگیاں تو ڈوب رہی ہیں مگر پھر بھی اَنا اور غصہ موجود ہے۔ یہ جو لالچ ہے اور خوف ہے' تو اللہ تعالیٰ نے بار بار تعلق والوں کو بتایا' ارشاد فرمایا کہ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون میرے بندے ہیں ہی وہی جن کو خوف اور حزن نہیں ہے۔ خوف ہوتا ہے آنے والی چیز کا اور ملال ہوتا ہے گئی ہوئی چیز کا۔ گویا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آنے والی زندگی میں اللہ کی ذات پر اعتماد ہے اور جانے والی زندگی میں استغفار سے معافی ہو گئی۔ جو ہو چکا ہے اس پر ملال نہ کر' اس پہ توبہ کر اور جو آنے والا ہے وہ اللہ بہتر فرمائے گا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو ہوا صحیح ہوا' جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے اور جو ہو گا وہ بھی بہتر ہو گا۔ تو انہیں ملال اور حزن نہیں ہے' اور یہ اللہ کے دوست ہیں۔ تو اللہ کے دوست کون ہیں؟ جن کو اللہ پر بہت زیادہ بھروسہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت خود کہہ رہی ہے کہ مجھ سے مایوس نہ ہونا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ اگر رحمت انسان کو اس کے اعمال کی زد سے نہ بچائے تو پھر رحمت کیا ہوتی ہے۔ رحمت

انصاف تو نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ انصاف کرنے پر آ جائے اور آپ کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہو جائے تو یہ تو غضب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انا انذرنکم عذابا قریباً یوم ینظر المرء ما قدمت یده ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا۔ ہم تمہیں اس وقت سے ڈرا رہے ہیں' ایسا وقت آئے گا جو عذاب کا وقت ہو گا جب انسان کو اس کے اعمال دکھا دیے جائیں گے' تو کافر کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ گویا کہ اگر آپ اپنے اعمال کے حوالے سے اپنا نتیجہ لینے جائیں تو یہ تو بڑے عذاب کی بات ہو گی۔ اور رحمت کیا ہے؟ یہ عذاب سے بچاتی ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کے نتیجے سے بچاتی ہے۔ اعمال کے نتیجے سے بچانے والی شے کیا ہے؟ توبہ_____ تعلق میں توبہ کا ہونا تعلق کی ابتدا ہے۔ تعلق کی شرط یہ ہے۔ وہ جو توبہ کرائے' وہ جو آپ کو آپکا مستقبل دکھائے' Ultimate مستقبل دکھائے' وہ جو بھی کہے آپ اُسے پورا کرو۔ تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں اس طرح آ جائیں جیسے آپ اللہ کے حکم میں ہوں۔ تعلق قائم رکھنا اسی بات کو کہتے ہیں کہ اس کا خیال ہو اور اس کا عشق ہو ؎

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

گویا کہ نماز Sufficient نہیں ہے بلکہ نماز میں عشق Sufficient ہے' ضروری ہے۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

وہ کہتے ہیں کہ نماز میں اگر غیر کا خیال آ جائے تو نماز فسخ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آسانی فرمائی کہ نماز میں اپنے ساتھ سب کا خیال دیا۔ سجدے میں اس کا خیال ہے اور ابتداء ہو رہی ہے رب العالمین کے نام سے' ہم سب پر رحم فرما' ہمیں راستہ دکھا' ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا اور ان کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا۔ پھر عباد الصالحین کا ذکر آتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے' ان کی آل کا ذکر آتا ہے' حضور پاک ﷺ کا ذکر آتا ہے' آپؐ کی آل کا ذکر آتا ہے' نمازی کے والدین کا ذکر آتا ہے' اولاد کا بھی ذکر آئے گا۔ اب اس میں یکسوئی کی بات ہی کوئی نہیں۔ نماز تو ہے احوالِ واقعی۔ گویا کہ اللہ کے ساتھ آپ دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میرے ماں باپ پر رحم کر اور خود ان پر رحم نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ جو اللہ سے کہتا ہے کہ میری اولاد کو نمازی بنا اور خود انہیں نماز نہیں سکھاتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں جاننے کے بعد تعلق کی ابتداء قوی دلیل سے ہونی چاہیے۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ بغیر قوی دلیل کے کسی انسان سے تعلق مت بناؤ۔ یہ یاد رکھنا کہ اللہ کی تلاش کرنے والا جب بھی پہنچے گا بندے کے پاس پہنچے گا۔ یعنی تلاش اللہ کی ہے مگر پہنچے گا بندے کے پاس۔ Throughout یہی واقعہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ہے تعلق کا سارا راز۔ تو تعلق کو آپ کیسے Define کرو گے؟ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو' اُس کی بتائی ہوئی بات کو Follow کرو' اس کی خدمت بھی کرو' اس کا نام یا اس کا مضمون بھی چلاؤ کہ اس نے یہ فرمایا اور اس نے ہمیں یہ بتایا اور اس کی یہ بات ہے۔ اس طرح بتاتے جاؤ کہ اس روز

یہ ارشاد ہوا' پھر یہ ارشاد ہوا ____ اس طرح کتاب بن جائے گی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے راستے میں اس وقت کا ضرور کوئی نہ کوئی ساتھی مل جاتا ہے جو آپ کے ساتھ سنگت بناتا ہے اور پھر آپ کے ساتھ واقعات ہوتے ہیں۔ تو تعلق جو ہے یہ ضروری ہے۔ آپ تعلق والوں کی حالت کو ضرور دیکھنا' تعلق والوں کی حالت کسی آسودگی کی وجہ سے نہیں ہے' غریبی ہو تب تعلق قائم ہے' دولت ہو تب تعلق قائم ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ تعلق قائم ہو جانے کے بعد دنیاوی حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں میں ہر حالت کر کے دکھائی ہے۔ پیغمبروں کو تکلیف دے کے بھی دکھائی ہے' دوسرے واقعات بھی کر کے دکھائے ہیں تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ میرے ساتھ تعلق جو ہے اس میں نہ غریبی رکاوٹ ہے اور نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی جواز ہے اور نہ دولت جواز ہے۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو غریبی مبارک ہے۔ ارشاد ہے کہ الفقر فخری مجھے غریبی پر فخر ہے۔ اور اگر غریبی میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو جائے تو کاد الفقر ان یکون کفراً عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ اگر دولت تمہیں اللہ کی طرف جھکا دے تو اس سے بڑی رحمت کوئی نہیں ہے اور دولت تمہیں باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ حالات و زمانہ کے بغیر جانچنا۔ اور شیخ سے تعلق بھی حالات و زمانہ کے بغیر جانچنا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہی تھی مگر کام نہیں ہو رہا۔ وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا مگر تعلق تو تعلق ہے۔ اگر آپ کے ابا حضور آپ کا کہنا نہ

مانیں تو بھی وہ ابا تو رہیں گے، تعلق قائم رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہر کہنا مان لیتے تو پھر تمام کافر ختم ہو جاتے، یہودی بھی فی النار والسقر ہو جاتے اور پھر کائنات میں کوئی شے رہ نہ جاتی۔ مسلمانوں نے تو دعائیں مانگی ہوئی ہیں کہ ان کو دریا میں غرق کر، ان کی بستیوں کو غرق کر، ان کی آل کو غرق کر، یہودیوں کو تباہ کر دے بلکہ ہنود و یہود کو تباہ کر دے، مسلمانوں کو سرفراز کر دے، مسلمانوں کو دنیا کا بادشاہ بنا دے ____ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو، میں دوں گا۔ یا تو مانگنے میں غلطی ہے، یا پھر اس نے دے دیا ہے، مگر سمجھ نہیں آ رہا۔ کوئی تو ایسی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ اللہ کی بات اور آپ کی سمجھ میں فرق ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو اور آپ بار بار مانگتے ہو مگر وہ پوری نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ آپ بتاؤ کہ وہ ''کہیں نہ کہیں'' کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ضروری نہیں کہ دعا پوری ہو۔ عین ممکن ہے کہ نہ پوری ہو۔ اللہ کے ایک پیغمبر نے نو سو سال اللہ کی خدمت کی یعنی نوح علیہ السلام نے۔ اُنہوں نے محنت کی، خدمت کی اور ان پر اللہ کے احسانات بھی تھے۔ بیٹا طوفان کی نذر ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے خواہش کی، دعا کی، دل میں ملال تھا۔ اللہ نے کہا کہ کیوں ملال کرتے ہو اب اس کے لیے پریشان ہو رہے ہو جو تم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارا کہنا ماننے والا نہیں ہے۔ اللہ سے یہ تو کہہ سکتے تھے کہ اگر ہم میں سے نہیں ہے لیکن بیٹا تو ہے، اُسے دعا کے طور پر دے دے۔ لیکن پیغمبری کسے کہتے ہیں؟ پیغمبر آزردہ نہیں ہوتے، پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیتے، تو انہوں نے کہا کہ جو تیری رضا ہے وہی

والے کو ہر طرف حق نظر آئے گا۔ جو چیز آپ کو حق کے علاوہ نظر آ رہی ہے یہ آپ کے عقیدے کے علاوہ ہے۔ اور آپ کا پیر جو عقیدہ بنا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ تُو توحید کا عقیدہ رکھ۔ توحید کے عقیدے میں جھگڑا کوئی نہیں ہے' کافر بھی اس کے ہیں' مومن بھی اس کے ہیں' غریب بھی اس کے ہیں' امیر بھی اس کے ہیں۔ تُو درمیان میں کون ہے' تیرا ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔ اب توحید میں یہ بات جائز ہے۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں آدمی کو مر جانا چاہیے' تو اس کے خیال میں آپ کو کب تک زندہ رہنا چاہیے۔ اس کے خیال میں تو آپ غیرِ حق ہیں۔ وہ بھی ایک حق رکھتا ہے۔ کافر بھی اپنا حق رکھتا ہے۔ کافر کا شعورِ حق موجود ہے۔ آپ کا شعورِ حق بھی موجود ہے۔ آپ کے خیال میں وہ کافر ہے' اس کے خیال میں شاید آپ ہی کافر ہوں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک درویش نے یہ خیال کیا کہ یا اللہ یہ پہاڑ نہ ہوتے تو دوسرے علاقوں سے ہمارا رابطہ ہو جاتا۔ یہ بات میں نے پہلے بھی آپ کو سنائی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ آ گئی کہ تو ہماری کائنات میں نقص نکالتا ہے' آج سے تیرا نام ہم نے مردودوں میں لکھ دیا۔ وہ سمجھ دار تھا' اس نے سجدہ کیا اور کہا کہ آپ جہاں بھی نام لکھیں ہم راضی ہیں۔ وہ نفسیاتِ الٰہی پہچان گیا۔ اللہ نے کہا کہ جا تجھے ہم نے معاف کیا اور تیرے درجات میں اضافہ کیا اور انہیں بلند کیا۔ یہ بھی ایک مقام ہے۔ اس کائنات میں نقص نکالنے والوں کو اور تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کے بزرگ نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ تو اپنا راستہ طے کر' تیرے راستے میں حق ہی آئے گا۔ فرض کرو کہ ایک شخص غلط راستے سے جا رہا ہے اور وہ مشکل راستہ ہے' غلط راستہ ہے' ابتلا کا راستہ ہے' تھوڑا سا گناہ کا بھی راستہ ہے'

بیچارہ ملوث ہو گیا' اس پہ چل پڑا' اللہ پر بھروسہ بھی نہ تھا' اس کو کچھ شکوک وشبہات بھی رہے کہ خدا ہے کہ نہیں' چلتے چلتے کسی خوش قسمت لمحے میں اس کو حقیقت مل گئی' حقیقت کی منزل مل گئی۔ اب حق کی منزل پر پہنچنے والے کے لیے' اس کا سارا وہ سفر جو غیرِ حق تھا' وہ بھی حق ہے۔ انجام حق ہو گیا۔ جب انجام حق ہو گیا تو وہ انجام حق میں جاں بحق ہو گیا' تو سارے کا سارا سفر حق تھا' یہ بھی حق تھا اور وہ بھی حق تھا' پتہ نہیں کس کے طفیل کیا ہوا۔ وہ مڑ کے دیکھے گا تو سارا راستہ ہی حق ہوگا۔

سوال:

''جاں بحق'' کا لفظ بڑا خوب صورت استعمال ہوا ہے' کیا بات ہے۔

جواب:

کیسی بات ہے' یہ وصال ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ایسا مقام آ جاتا ہے۔ اس لیے جس نے یہ کہا کہ ہر آواز کو آوازِ حق سمجھو اس نے ٹھیک کہا۔ ایک اور مقام بھی ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے لیے ایک پیغام بھی ہے۔ جب انسان کو ایک مقام میں کوئی دِقّت پیدا ہو گئی' ایسا سوال پیدا ہو گیا کہ جو سوال وہ کسی انسان سے برملا کہہ نہیں سکتا۔ سوال سخت ہے اور جواب فوری چاہیے مگر وہ کسی سے جا کے یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میرے گھر میں یہ فتور پیدا ہو گیا' یا دل میں یہ ہو گیا یا رُوح کے اندر ہو گیا۔ بس ایک خطرناک سوال ہے جسے وہ بیان نہیں کر سکتا لیکن جواب فوری چاہیے۔ ایسے میں جب وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر کسی رجال الغیب کو مامور کر دیا جاتا ہے کہ اس کو پیغام دے دو۔ چلتے چلتے اگر بس میں بیٹھے ہوں تو ایک آواز آتی ہے کہ اس کو یوں کر لو' چھوڑ دو اس بات کو۔ وہ کہہ کے چلا گیا۔ یہ

ایک Stray آواز تھی اور ہر آہٹ پہ آپ کے کان لگے ہوئے تھے۔ وہ آہٹ دے کے چلا گیا اور آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ وہ آواز عین حق ہے۔

سوال:

یہ بالکل بجا ہے کہ ایسے مرحلے آتے ہیں لیکن اس میں ڈر یہ ہے کہ بندہ شگون لینا شروع کر دیتا ہے۔

جواب:

شگون کی بات اور ہے۔ شگون آواز نہیں ہوتا۔ شگون کسی واقعہ کا ترجمہ ہوتا ہے۔ آواز اور چیز ہے، شگون اور چیز ہے۔ شگون کسی واقعہ کی آپ کے مزاج کے مطابق یا مزاج کے برعکس ایک Reading ہے۔ وہ تو ایک آواز آئی تھی۔ جو آواز آپ کو آ رہی ہے وہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔ شگون لینے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنے آپ کو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر خوش قسمت سمجھ لیں، تھوڑی دیر کے لیے سمجھ لیں، اگر زندگی کسی مشکل سے گزر رہی ہے تو خوش قسمت پر جو مشکل آ رہی ہے وہ اس کی خوش قسمتی کا حصہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خوش قسمت آدمی ہوں اور یہ جو ابتلا ہے یہ میری خوش قسمتی میں اضافہ ہے۔ جب یہ آپ کی Conviction نہ ہو تو آپ کے لیے بڑی مشکل ہو گی، Wavering mind ہو گا۔ اگر آپ نے اپنا نام مومن رکھا ہے تو غریبی کے باوجود مومن ہیں، امیری کے باوجود مومن ہیں، بیماری سمیت مومن ہیں بلکہ ہر حال میں، زندگی اور موت کے ہر درجے میں آپ مومن ہیں۔ فیصلہ آپ پکا کر لیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ کافروں کو تو اتنی آسانیاں ہیں، ہم کیا مومن ہیں، ہمیں تو وہ آسانیاں نہیں ہیں، تو آپ

کے مومن ہونے میں فیصلہ ابھی باقی ہے۔اگر آپ نے فیصلہ کرلیا کہ ہم خوش قسمت ہیں تو ہر واقعہ خوش قسمتی کا باب ہے۔اب اندازہ لگاؤ کہ دنیا میں جتنے خوش قسمت آئے ان پر سب کچھ ہوا۔ بیماری کا دیکھو تو کیا کسی پیغمبر کو کوئی بیماری آئی؟ آپ کہیں گے کہ ضرور آئی تھی۔ گویا کہ پیغمبر پر بیماری کا آنا ان کے لیے خوش قسمتی کی بات ہے، وصال کی بات ہے، اللہ کے تقرب کی بات ہے کیونکہ وہ خوش قسمت انسان ہیں۔اور اگر آپ خوش قسمت ہیں تو ہر طرح کی ابتلا جو ہے یہ خوش قسمتی کی دعوت ہے۔اور اگر آپ نے ابھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ میں خوش قسمت ہوں کہ بد قسمت ہوں تو پھر بہت مشکل ہو جائے گی۔اس لیے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حق والا جو ہے وہ ہر آواز کو حق سمجھے۔ ہر آواز جو ہے وہ اس کے لیے فطرت کی آواز ہے۔اس پہ قرآنی آیت کا فیصلہ ہے۔ فاینما تولوا فثم وجه الله جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ کا چہرہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ سے محبت ہوگئی ہے لیکن اللہ کا چہرہ نظر نہیں آرہا۔ یعنی کہ ان دیکھے محبت ہوگئی، بن دیکھے محبت ہوگئی، میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر اللہ کا ارشاد ہے کہ جدھر بھی دیکھو اللہ کا چہرہ ہے۔اب اللہ تو چہرہ نہیں رکھتا مگر وہ خود کہہ رہا ہے کہ اللہ کا چہرہ ہے۔اب آپ بتاؤ کہ یہ راز کیا ہے۔ یہ کس کو بتایا جا رہا ہے؟ جس کو محبت ہو۔ محبت والے کے لیے دشمن کا چہرہ بھی پیغامِ الٰہی ہے، جلوۂ حق ہے۔ حالانکہ وہ دشمن کا چہرہ ہے۔ کافر کا چہرہ مومن کو ایمان سکھا سکتا ہے، حالانکہ وہ کافر کا چہرہ ہے۔ چہرے نہ کافر ہوتے ہیں نہ مومن ہوتے ہیں، چہرے صرف حسن ہوتے ہیں اور یہ اللہ کی نشانی ہوتی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ چہرے پہچان کے لیے ہیں لیکن اس میں کافر اور مومن کی

بات نہیں ہے۔ کافر یا مومن ایک عمل ہے' کوئی اور واقعہ ہے۔ سوال کا اگلا باب اور آسان ہے کہ آپ پہلے یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ نے اپنے آپ کو کس منزل کا مسافر رکھا ہوا ہے۔ حقیقت کی منزل جو ہے وہ حقیقت سے ہی گزرتی ہے۔ حقیقت کی منزل کا مسافر راستے کے ہر قدم کو منزل سمجھتا ہے۔ اس کی منزل دور نہیں ہوتی کیوں کہ اس کا ہر Step ہی منزل ہے۔ منزل جو ہے یہ حقیقت کے مسافر کی ہم سفر ہوتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ ہم سفر ہوتی ہے تو **وھو معکم این ما کنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جس کی طرف تم جا رہے ہو وہ تو تمہارے ساتھ چل رہا ہے۔ وہ ایک ''طرف'' نہیں ہے بلکہ وہ تو ہمہ جہت ایک مضمون ہے' ایک واقعہ ہے۔ آپ جس طرف جا رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ چل رہا ہے۔ حج صرف وہاں جا کے کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حج کی نیت سے ہی حج شروع ہو گیا' ارادے سے حج شروع ہو گیا۔ نیکی کی منزل کا سارا راستہ نیک ہے۔ نیکی کے سفر کا ارادہ نیک ہے' سفر نیک ہے' سفر کا ہر مقام نیک ہے' اور سفر کا انجام بھی نیک ہے۔ اس لیے آپ یہ بات سوچیں کہ آپ کی نیت درست ہو گئی تو کائنات میں ہونے والے سارے واقعات آپ کے حق میں ہوں گے۔ جب کوئی بہت ابتلا میں ہو تو اُسے ساری دنیا غم میں مبتلا نظر آتی ہے' سارے پریشان نظر آتے ہیں۔ جو بے ایمان ہو وہ کہتا ہے کہ سارے ہی بے ایمان ہیں' سارا سماج ہی خراب ہوا پڑا ہے' سارے ہی جھوٹ بولتے ہیں' سب کچھ غلط ہو رہا ہے' حکومت خراب ہے' عوام خراب ہیں' سیاست خراب ہے۔ یعنی کہ وہ بے چارہ اپنی خرابی کی سند تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا تم بھی خراب ہو تو وہ

کہے گا کہ ہاں ہم بھی خراب ہیں۔ خراب آدمی ساری کائنات میں خرابی تلاش
کر کے اپنے آپ کو مستند سمجھتا ہے۔ نیک آدمی کو کائنات میں ہر طرف نیکی نظر
آتی ہے، جلوے والے کو کائنات میں جلوہ نظر آئے گا اور بزنس والا کہے گا کہ
السلام علیکم، آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ اب وہ تعلق کو بینک بیلنس میں ٹرانسفر
کرے گا۔ کیوں کہ وہ بزنس والا ہے۔ بزنس والے کو تعلقات بزنس نظر آئیں
گے، دوستی والے کو دوستی نظر آئیں گے اور جس کو کوئی خطرہ ہے وہ کہے گا کہ آپ
میرے دوست بن جائیں، کیا آپ کے پاس کوئی کلاشنکوف ہے، کوئی پستول
ہے۔ اس بیچارے کو لڑائی جھگڑا اور فساد نظر آئے گا۔ جس کو جیسی خواہش ہوگی وہ
اپنے تعلقات کو اسی طرح بناتا جائے گا، جس کو وظیفے کی ضرورت ہو وہ پوچھے گا
کہ آپ کو کسی وظیفے کا پتہ ہے۔ پھر وہ کتاب کھولے گا کہ اس میں کون سا وظیفہ
ہے، میرا خیال ہے کہ اس کتاب میں سر درد کا وظیفہ ہے، جلدی جلدی وہ کتاب
منگواؤ، کتاب پڑھی اور پڑھنے کے بعد وظیفہ شروع کر دیا۔ نیکی کے شوق والا
کہے گا کہ نیکی کا کوئی اور باب بتاؤ، نیکی کی کوئی اور خبر بتاؤ۔ نیک آدمی کو اس
کائنات میں نیک راہیں ملیں گی اور بدی والا بدی تلاش کر لیتا ہے، جو نیک ہو اس
کو بدی ملتی ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرے شہر میں تو بدی نہیں ہوتی، ہے ہی نہیں۔
تو یہ ہے آپ کی نیت کا پھل۔ اگر آپ حق کی طرف جا رہے ہیں تو آپ کو ذرہ
ذرہ، پتہ پتہ، سارے کے سارے حق کا پیغام دیں گے کہ یہ حق کا پیغام ہے اور ہر
رنگ میں اس کا جلوہ ہے۔ جو جلوے کی تلاش میں نکلا اس کو ہر طرف جلوہ نظر
آئے گا۔ نیت ہی آپ کا انجام ہے۔ اس راہ میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہے۔

آپ یہ فیصلہ کرلیں۔ بات سمجھ میں آئی؟ جس وقت قدم اٹھایا' اس وقت ایک نیت ہے کہ قدم کیوں اٹھایا۔ قدم اس لیے اٹھایا کہ ایک بد راستے کی بجائے نیک راستے کی طرف جانا ہے۔ یہ خود بخود ہی توبہ ہوگئی۔ نیکی کی تمنا بھی بعض اوقات توبہ ہے۔ بعض اوقات ایک گناہ گار آدمی دل میں سوچتا ہے کہ شاید میرا انجام نیک ہوجائے' تو یہ بھی توبہ ہے۔ برا آدمی' برائی میں مبتلا' اپنے تصوّر میں سوچتا ہے کہ شاید میرے ساتھ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے' تو یہ توبہ ہے اور یہ بخشش کا بڑا طریقہ ہے۔ یعنی کہ آپ رحم کی اُمید لگا کے بیٹھے ہیں جب کہ آپ کا عمل خراب ہے' جس کو رحم کی اُمید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس اُمید کے مطابق وہ رحم کر جاتا ہے۔ آپ اس پہ غور کریں۔ یہ ایک راز ہے کہ تم جیسا عمل کرو گے ویسا نتیجہ ہوگا۔ مذہب کا قانون بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نیکی ذرہ برابر ضائع نہیں کی جائے گی اور بدی بھی ذرہ بھر فمن یعمل مثقال ذرة خیرًا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره اور ہو کے رہے گا فیصلہ۔ وزن اور ترازو ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ تمہارا انصاف تمہارے عمل کے مطابق ہوگا۔ پھر بار بار ارشاد ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ ہم تو مایوس نہیں ہوتے مگر ہمارا عمل اس کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ تو اپنے عمل کی بے عملی سے مایوس نہ ہونا' بداعمالیوں سے مایوس نہ ہونا۔ تیری بداعمالی اللہ کی رحمت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتی' وہ بے معنی ہے۔ تو اللہ نے یہ فرمادیا۔ وہ بار بار تو نہیں کہے گا' Openly تو نہیں کہے گا ورنہ کوئی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ نہ ہو' یہ سب ختم

ہو جائیں۔ نظام بھی تو قائم رکھنا ہے۔ ورنہ تو ایک بار حضور پاک ﷺ نے جوشِ رحمت میں یہ ارشاد فرمادیا من قال لا الٰہ الا اللہ فدخل الجنۃ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا جنت میں داخل ہو گیا۔ حقیقت تو آپ ﷺ نے بیان فرمادی۔ جب فرمانے والے فرمارہے ہیں تو یہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جب یہ پتہ ہے کہ حساب کے ساتھ بات ہونی ہے پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بار بار کہا۔ اب بھی آپ کو سمجھ نہیں آئی تو پھر اس نے اپنے بارے میں خود فرمادیا کہ ان رحمتی وسعت علیٰ غضبی تحقیق میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی ایک طاقت کا دوسری طاقت کے ساتھ تو مقابلہ نہیں کرتا مگر یہاں یہ کرتا ہے' ایک صفت کو دوسری صفت کے مقابلے میں پیش فرمارہا ہے۔ جب تمہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے تو پھر تمہارے اعمال کیا شے ہیں۔ یہ ہو گئے دو مقام' تیسرا مقام یہ ہے کہ سرکار ﷺ کا ٹائیٹل ہے رحمۃ اللعالمین' ساری کائنات کے لیے رحمت۔ اگر تمہیں کوئی چیز تمہارے اعمال سے نہیں بچاتی تو رحمت کسے کہتے ہیں۔ مسلمان ہو' یہ بتاؤ کہ رحمت ہے کیا چیز۔ رحمت ہے ہی یہی کہ تمہیں تمہارے اعمال کی عبرت سے بچایا جائے اور وہ رحمت ساری کائنات کے لیے ہے۔ رحمت کا مطلب کیا ہے؟ کہ جو حق نہ ہو اور وہ مل جائے' جو آپ کے اعمال کی دسترس میں نہیں ہے وہ رحمت کے باب میں آپ کو مل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال کی عبرت اتنی اہم نہیں ہے کیوں کہ اس کی رحمت وسیع تر ہے۔ پھر سب نے دیکھا کہ ابتلا والے معاشرے کو سرکار ﷺ نے بچایا اور اس

معاشرے کو ممتاز فرما دیا۔ آپ یہی کہتے ہیں ناں کہ اسلام سے پہلے عرب کے حالات کیا کیا تھے، وہ معاشرہ ابتلا میں تھا، گناہ میں مبتلا معاشرہ تھا اور رحمت کے آنے سے وہ معاشرہ اس طرح ممتاز ہو گیا کہ نصیب بدل گئے۔ اب یہ ہے رحمت اللعالمینی کا عملی پہلو کہ یہاں سے اُٹھا کے وہاں پہنچا دیا۔ یہاں سے اُٹھا کے وہاں پہنچا دینا ہی رحمت کا کام ہے۔ اگر آپ رحمت کو صرف یاد کریں تو رحمت آپ کو بچا دیتی ہے۔ اگر گناہ گاروں نے اپنے حساب سے لینا ہے تو لیتے جائیں، پھر شفاعت کیا ہے، اس میں شفاعت کا باب کیا ہے؟ شفیع المذنبین کا باب کیا ہے؟ رحمۃ اللعالمین کا باب کیا ہے؟ اور یہ فرمان کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے، پھر اگر اللہ انصاف ہی کرے گا تو اس کی رحمت کہاں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا اور ہم تو اپنے اعمال کو جانتے ہیں کہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ ہم توقع کریں کہ کوئی انصاف ہو جائے کیوں کہ وہ تو ہمارے لیے سخت ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میرے پاس ایک چیز ہے رحمت، اس رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اگر کوئی آدمی کچھ کہہ رہا ہے تو اس کی بات کو سننے کے بعد یاد رکھو کہ شاید وہ کسی اور وقت کام آئے۔ اس کائنات کو یوں حق سمجھنا ہے۔ اس کائنات کے اندر ہر بات آپ کے لیے بہت بہتر ہے۔ بہتر انسان کے لیے سب بہتر ہے۔ بدتر تو اعمال ہوتے ہیں اور اعمال کی عمر، گناہ کی عمر توبہ تک ہے، گناہ گار کی عمر معاف کر دینے والے تک ہے۔ جب معاف کر دینے والا دروازہ مل جائے پھر گناہ کو گناہ کہنا بڑا ہی گناہ ہے، پھر یہ ظلم ہے، کیوں کہ اگر آپ توبہ میں چلے گئے تو پھر کیا رہ گیا۔ ایک آدمی نے معاف کر دیا

اور وہ پھر بھی روتا جا رہا ہے تو اب رونے کا مقام ہی نہیں ہے۔ اب الحمدللہ کا مقام ہے۔ اس لیے معافی کے بعد گناہ کو یاد کرنا بھی ایک گناہ ہی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے آپ اپنے آپ کو معاف کرتے ہیں' یہ جانتے ہوئے کہ میرا بدلنا ممکن ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو ممتاز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سابقون الاولون اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے سارے سفر کے ساتھی تھے' سارے کے سارے ایک کلمے کے حوالے سے اسلام میں داخل ہوئے۔ گویا کہ ایک کلمہ سے ساری Previous زندگی اتنی سرفراز ہوئی کہ صحابہ کرام کا مقام مل گیا۔ آپ نے زندگی میں کبھی کلمہ پڑھا ہے؟ آپ نے کبھی توبہ نہیں کی؟ اب آپ کو کس بات کی دقّت ہوئی؟ شاید آپ کو یہ دقّت ہے کہ آپ نے یقین کے ساتھ کلمہ نہیں پڑھا۔ گناہ بھی تو غلطی سے ہو گیا۔ اس کا یہ معنیٰ ہے کہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پہلے آپ اپنے آپ کو معاف کرو کہ ہم ان گناہوں کو اس کی رحمت کے باب میں کچھ نہیں سمجھتے۔ اس آدمی کی بخشش نہیں ہوتی جو گناہ جاری رکھنے کی نیت رکھتا ہے۔ اس کو پریشانی ہو سکتی ہے۔ کسی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جس نے اپنی غلطی کا راستہ چھوڑ دیا وہ تو ایسا معاف صاف کیا گیا کہ جیسے نیا پیدا ہوا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ ہے اس کی رحمت کا باب کہ اللہ کی رحمت کے سامنے مایوس ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بہت بڑا آدمی جو نیکی میں مشہور ہے کیا پتہ اس کا کون سا قدم کہاں گر جائے۔ آدمیوں کے بارے میں آخری سانس تک آپ نیک و بد کا فیصلہ نہ کرنا۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ کیا بتا رہا ہوں کہ کب تک؟ آخری سانس تک۔ ایک بندہ جو آپ سے ملا ہے وہ بہت

برا ہے لیکن اگر اس کا اگلا قدم نیکی میں چلا جائے تو کیا پتہ کیا ہو جائے۔ اس لیے اگر آپ کو برا انسان مل جائے تو اس کے لیے نیکی کی دعا آپ کا فرض ہے۔ اس سے نفرت نہیں کرنا بلکہ اس کے لیے نیکی کی دعا آپ پر فرض ہو گئی۔ جب اسے اگلا قدم نیکی کا مل گیا، توبہ کا مل گیا تو وہ اتنا ہی نیک ہے، اتنا ہی اچھا ہے جتنا کہ آپ۔ اس پر بڑی Investment ہوتی ہے، ایک تو اس آدمی کے لیے رحمت اللعالمین ﷺ کی سفارش، دوسرا اس کے لیے اللہ کا حکم کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا، پھر یہ حکم کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے وسیع تر، توبہ کا دروازہ کھلا، اس کے ماں باپ اس کے لیے دعا کر رہے ہیں، ممکن ہے اولاد بھی دعا کر رہی ہو اور اگر اُمتِ مسلمہ میں کوئی آدمی کسی جگہ اُمت کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ اس میں بخشا جا سکتا ہے۔ آپ اس سے نفرت کیسے کر سکتے ہیں۔ گناہ کے حوالے سے نفرت کرنے والا بڑا خطرناک ہے۔ اسلام کی بات تو اتنی آسان سی ہے کہ آپ مسلمانوں کو اپنی نگاہ میں معافی دیے رکھو اور ان کے اعمال کی نسبت سے نہیں بلکہ ان کے اسلام کے حوالے سے ان کو دیکھو۔ اسلام بذاتِ خود ہی ان کے لیے شفاعت کا ذریعہ ہے، اسلام اِن کے لیے پوری سند ہے۔ اپنے آپ کو دِقّت میں ڈالنا، روتے رہنا، پریشان ہونا اور گناہوں پر برملا افسوس کا اظہار کرنا، یہ ساری کی ساری غلط باتیں ہیں۔ گناہ پہ توبہ کافی ہے۔ پھر گناہ کا ذکر اور تذکرہ نہ کرنا۔ گناہ کو Retrospectively relish کرنا گناہ ہے، اس کی یاد کو Relish کرنا گناہ ہے۔ گویا کہ اس نے توبہ نہیں کی ہے۔ جس مقام سے آپ توبہ کر کے نکل آئے ہو اس مقام میں کسی کو مبتلا دیکھ کر اس کے ساتھ دوستی نہیں کرنی۔ اس کے لیے دعا

کرو‘اس کے لیے یہ خطرے کا مقام ہے‘ اُسے کہو کہ ہم پہ اللہ نے مہربانی کی تھی تم بھی یہاں سے نکل جاؤ۔ اُسے اُس مقام سے بچانے کی فکر کرو۔ اب یہاں پر داتا صاحبؒ کا قول کہ ایک آدمی توبہ کرتا جاتا ہے‘ گناہ کرتا جاتا ہے‘ پھر توبہ کرتا ہے اور گناہ کرتا ہے تو وہ کیا کرے؟ اس کا جواب انہوں نے کیا دیا؟ توبہ کرو تاکہ اگر سانس ابھی ختم ہو جائے تو انسان حالتِ گناہ میں نہ مرے بلکہ حالتِ توبہ میں مرے۔ لہٰذا ہر وقت حالتِ توبہ ہونی چاہیے۔ میں تو بلکہ یہاں تک کہتا ہوں کہ توبہ ہی آپ کا اصل راز ہے‘ اس گناہ سے توبہ جو ہو گیا اور اس نیکی اور عبادت سے بھی توبہ جو دنیا کو دکھانے کے لیے کی۔ اس میں ریاکاری شامل تھی۔ انسان بیچارہ مجبور ہے‘ اس سے ریاکاری ہو جاتی ہے۔ انسان کے پاس چند پیسے ہوں تو نمائش لگا دیتا ہے‘ کوئی روشنی لگا دے گا‘ کچھ اور لگا دے گا‘ تو کچھ نہ کچھ اظہار کر کے رہتا ہے۔ جب اس کے پاس نیکی ہو تو پھر بھی یہی کرے گا۔ کہتا ہے کہ آج طبیعت ذرا غیر مانوس ہوئی پڑی ہے‘ غیر شگفتہ ہوئی پڑی ہے‘ رات کو تہجد کے وقت طبیعت تھوڑی سی خراب ہو گئی تھی‘ تہجد تو پڑھی مگر صبح کی نماز رہ گئی‘ بڑی مشکل سے وہ پڑھی۔ بس اس بیچارے نے کہیں سے تہجد کا لفظ سن لیا اور اس لفظ پر ایک کہانی بناتا ہوا پوری ہی داستان بنا رہا ہے۔ فرض کرو پڑھ لی ہے تو بھی بیان کی کیا ضرورت ہے۔ انسان کے پاس جب کوئی خزانہ آئے مثلاً وہ شکل کی صورت میں ہو تو وہ بھی اچھا خزانہ ہے‘ وہ اس کو بھی بنا سنوار کے Present کرتا ہے‘ اس کی سجاوٹ کرتا رہتا ہے‘ سجا کے پیش کرتا رہتا ہے اور اگر نیکی ہو تو اس کو بھی پیش کرتا رہتا ہے۔ نیکی کی نمائش ہی نیکی کی نفی ہے۔ گناہ کا اظہار گناہ کو برقرار رکھنے کا

ذریعہ ہے۔ گناہ کو چھپاؤ۔ جس نے اپنے گناہ کو چھپایا اس کی بخشش کا امکان فوراً ہو گیا۔ گناہ پر گواہ بنانا غلط ہے۔ عام طور پر لوگ کسرِ نفسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم گناہ گار ہیں رُوسیاہ ہیں ــــ اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف کرے۔ ایسا بھی کہتے ہیں کہ حقیر فقیر پُرتقصیر بندۂ بے دام، سگِ کوچہ وگدا ــــ ایسے لفظ بھی کہتے رہتے ہیں۔ اپنی اتنی بھی تحقیر نہ کرو کہ تم انسانیت سے باہر ہو جاؤ۔ اگر گناہ ہو گیا تو اپنے آپ کو معاف کر دو۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہم برے آدمی ہیں، تو وہ برائی دور کر لے، کہتا کیوں ہے۔ اب وہ برائی کی سند چاہتا ہے کہ برا ہونا چاہیے۔ اس لیے جس نے اپنے گناہ پر پردہ ڈالا اس کی معافی کے امکان ہیں۔ یہ بات پھر سن لینی چاہیے۔ اپنے گناہ کو چھپانے والا اللہ کی رحمت کے قریب ہو سکتا ہے اور اپنے گناہوں کو ظاہر کرنے والا گناہ کا Propagate کرنے والا ہے، گناہوں کو رائج کرنے والا ہے۔ اگر خدا کرے کہ آپ کو کوئی Status مل جائے تو Status والا آدمی، اس مقام اور مرتبے والا اگر اپنی غلطی کا یوں اظہار کرتا ہے کہ سننے والے اس غلطی سے نفرت نہ کریں تو وہ غلطی کو Propagate کر رہا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کچھ نیکیاں تو اپنے لیے کرو اور کچھ نیکیاں اس لیے کرو کہ آپ کی اولاد آپ کو نیک سمجھتے ہوئے نیکی کر لے۔ اللہ کی نماز تو پڑھو ہی پڑھو، کبھی اولاد کی خاطر بھی کچھ نیکی کرو تا کہ اولاد کہے کہ نیکی کا راستہ اچھا راستہ ہے، یہ ابا حضور کرتے تھے۔ اس طرح اولاد سماج کے عذاب سے بچ جائے گی۔ بدی عام طور پر تباہ کن ہوتی ہے اور نیکی عام طور پر عافیت والی ہوتی ہے۔ اولاد کے سامنے بنا سنوار کے نیکی کرو اور انہیں سند دو کہ نیکی کا راستہ بہتر ہے۔ اولاد سے اپنی

معمولی خامیوں کو بھی چھپاؤ۔ خامی چھپانے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ خامی کو دور ہی کردو۔ ورنہ آپ نے برائی کی تو اولاد اس کو تماشہ بنا دے گی۔ آپ نے ڈرامہ دیکھا تو اولاد وی سی آر منگا لے گی' کیوں کہ یہ اولاد کے لیے سند ہو جاتی ہے۔ اس طرح اولاد کو درست رکھو۔

اس لیے آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' گناہ کو کوئی طاقت ور شتے نہ سمجھنا' گناہ ایسی کوئی شے نہیں ہے کیوں کہ وہ معاف کرنے والا ہمیشہ سے معاف کرتا آ رہا ہے' معاف کرنا جو ہے وہ اس کا شوق ہے۔ ایک جگہ اللہ فرماتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم انسان ہو' میں نے خود پیدا کیا ہے' میں جانتا ہوں کہ تم ضعیف ہو' کمزور ہو' اس لیے میں نے تمہارے لیے اپنی رحمت بنائی ہے۔ ورنہ اللہ کا کام یہ تھا کہ وہ وارننگ دینے والا ہے۔ آپ ﷺ بشیراً و نذیرا بشارتیں دینے والے اور وارننگ دینے والے آئے مصدقاً سچ بولنے والے اور سچ ثابت کرنے والے بن کے آئے مگر آپ ﷺ کا ٹائیٹل کیا ہے؟ رحمۃ للعالمین! ورنہ وارننگ ہو جاتی ہے اور جس وقت اسلام آیا تھا اسی وقت فیصلہ ہو جاتا کہ دودھ ایک طرف کر دو اور پانی ایک طرف کر دو' کافروں کو ہلاک کر دو۔ بات ختم ہو جاتی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ کافر جو ہیں یہ آپ کے لیے نرسری ہیں' اس سے آپ کو خوراک چاہیے۔ یہیں سے اسلام کے پودے باہر آنے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بھی سچا نہیں سمجھتے ہو۔ پھر خود کو اتنا سچا سمجھتے ہو کہ باقی سب کو جھوٹا سمجھنے لگ جاتے ہو۔ یہ بھی افسوس کی بات ہے۔ تمہیں کہتے ہیں کہ سچے ہو جاؤ تو کہتے ہو کہ ہم سچے نہیں ہو سکتے۔

پھر کہتے ہیں کہ ہو جاؤ۔ چلو ہو گئے۔ اب کیا ہے؟ کہتا ہے کہ اب باقی سارے جھوٹے نظر آ رہے ہیں۔ باباجی نے آپ کو اس بات سے بچایا تھا' کہ تم اتنے حق والے نہ ہو جانا کہ سارے ہی برے نظر آئیں۔ حق کی آواز حق ہے' عین حق ہے بلکہ پورا برحق ہے' ساری چیز ٹھیک ہے' ہم بھی حق ہیں' تم بھی حق ہو' تجھے بھی اسی اللہ نے بنایا' مجھے بھی اسی اللہ نے بنایا اور اس کے سارے کام صحیح ہیں۔ اس کے کسی کام کو ہم برا نہیں کہہ سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یارب العالمین تیری سب باتیں سمجھ آ گئی ہیں' یہ نہیں پتہ چلا کہ چھپکلی کیوں پیدا فرمائی۔ اللہ نے فرمایا کہ ابھی چھپکلی پوچھ رہی تھی کہ موسیٰ کو کیوں بنایا۔ یعنی کہ اس کی دنیا میں تیرے جیسے انسان کا وجود نہیں ہے۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ چھپکلی بنانے والا موسیٰ علیہ السلام کو بھی بناتا ہے۔ اس لیے چھپکلی بھی حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ وہ شیر پیدا کرتا ہے تو گیدڑ بھی وہ پیدا کرتا ہے۔ شیر گیدڑ اور لومڑ جو ہیں یہ سارے انسانوں کے نام ہیں' شکلیں جانوروں کی ہیں۔ یہ آسان بات ہے' مشکل نہیں ہے۔ ہر انسان کی جتنی صفات ہیں' کائنات کے جتنے پرندے ہیں' جتنے جانور ہیں' ان میں مکمل طور پر وہ صفت موجود ہے۔ شیر تو ہے ہی انسان کا ٹائیٹل۔ آپ کہتے ہیں ناں کہ شیرِ الٰہی' قطبِ ربانی اور شیرِ ربانی اور اسداللہ الغالب مطلوب کل طالب۔ یہ ایک مقام ہے۔ کوئی بھی جانور لے لو' اس میں کوئی نہ کوئی صفت خصوصیت کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ کسی انسان میں ضرور پائی جاتی ہے۔ آپ نے آستین کا سانپ تو دیکھا ہی ہوا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہمارے اکثر دوست ہوتے ہیں۔ دوستوں کے خلاف بول رہے ہو کیا؟ مطلب

یہ ہے کہ ہر چیز جو ہے وہ موجود ہے۔ کمزور کو گیدڑ کہتے ہیں۔ شاہین کی جھپٹ، چیتے کی آنکھ، یہ ساری انسانوں کی باتیں ہیں۔ جتنی بھی ایسی صفات ملیں گی، وہ انسانوں میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفات کو پوری شکل دے کے یہ مظاہرہ کیا کہ دیکھ لو یہ کیا ہے۔ محنت کرنے کی صفت چیونٹی میں ڈالی، بیچاری نے یہاں سے ایک دانہ اٹھایا اور وہاں جا کے رکھ کے آ گئی۔ بیچاری چیونٹی شاہین کے ساتھ مکالمہ کرتی ہے کہ تو اتنا بلند ہے اور میں زمین پر ہوں، تو بات کیا ہے۔ شاہین نے کہا کہ بات بڑی آسان ہے

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں نُہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں !

یہ تیرا میرا فرق ہے، میرا مقام ستاروں سے یوں بلند ہے کیوں کہ میں آسمانوں کو نگاہ میں نہیں لاتا، سورج کو نگاہ میں نہیں لاتا اور تو خاک کے اندر رینگتی ہوئی دانے اکٹھے کرتی جا رہی ہے۔ دانے کا معنیٰ؟ رزق، دولت، چُننا، پیسہ، جمع، گننا۔ یہ چیونٹی کی زندگی ہے۔ اور ہر شے سے بے نیاز ہو کے بلند نگاہی شاہین کا تصوّر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس کائنات میں انسان ہو کے توبہ کرو اور گناہ کا ذکر نہ کرو۔ توبہ کرنے کے بعد اگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ معاف نہیں کر سکتا تو پھر یہ بڑا ہی کلمۂ کفر ہے۔ اللہ کیسے معاف نہیں کر سکتا۔ اللہ چاہے تو سب کر سکتا ہے۔ آپ معاف کرو اور اپنے آپ پر رحم کرو۔

اب آپ اور سوال کرو ـــــــ

سوال:

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہوتی ہے تو وہ ہمیں کیسے معاف کرے گا۔

جواب:

اس انسان کو بھی یہی پیغام ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاف کر دے۔ جب اپنے آپ کو معاف کرنے کا عمل سمجھ میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ گناہ سے نجات دے گا۔ جب وہ گناہ سے نجات دیتا ہے تو وہ ہر انسان کو معاف کر دیتا ہے۔ اُسے کہو کہ اپنی جان بچا' وہاں رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے' اب یہاں کیا حساب کتاب کر رہا ہے' سب کو معاف کر دو' چھوڑو۔ بس معاف کر دیا اور معافی مانگ لی۔ جن لوگوں نے آپ کا جرم کیا ہے انہیں آپ معاف کر دو' اس کو بھی یہی پیغام ہے کہ آپ نے اس سے جو زیادتی کی ہے وہ آپ کو معاف کر دے گا۔ سب کے لیے یہ پیغام ہے کہ معاف کرنا اور معافی مانگنا۔ یہی بچت کی راہ ہے۔ آپ ایسا کرتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرتا جائے گا۔ اللہ کے بندوں میں نقص نکالنے والا' اصلاح کی صلاحیت رکھے بغیر' بہت مجرم ہے۔ یہ فقرہ پھر دُہرا لو۔ نقص نکالنا اور اصلاح کی صلاحیت نہ ہونا بہت خطرے کی بات ہے۔ ایسے آدمی کے لیے بچت کی راہ نہیں ہے۔ اگر نقص نظر آیا اور نکال سکتے ہو تو چپکے سے نکال دو۔ اگر نہیں نکال سکتے تو اس کے لیے دعا کرو۔ جو نفرت کرتا ہے وہ آدمی کمزور ہے۔ اگر نفرت کرنی ہے تو گناہ سے کرو' گناہ گار سے نہ کرنا' جس طرح ہم مرض کو برا کہتے ہیں لیکن مریض کو تو برا نہیں کہتے۔ ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ مرض

کسی کے پاس نہ آئے، مرض بری شے ہے۔ اور مریض؟ اس کے پاس ہمدردی کے ساتھ جاؤ، کیوں کہ اس کے پاس بری شے آ گئی، آدمی تو اچھا ہے، اس کے پاس جاؤ، ہمدردی کرو، رحم کرو، اچھے کلمات بولو، اس کے پچھلے گناہ معاف کردو، اس سے معافی مانگ لو، ناراض ہے تو اس سے کہو کہ راضی ہو جا۔ یہ اس لیے ہے کیوں کہ اس کے اوپر اب ایک برائی آ گئی ہے، مرض آ گیا ہے۔ اور گناہ سے بڑا مرض کوئی نہیں ہے۔ جس پر گناہ آ جائے وہ مرض میں مبتلا ہے، تو مریض سمجھ کے اس کے ساتھ رعایت کرو۔ رعایت بھی کرو اور اس کے صحت مند ہونے کے لیے نشان دہی بھی کرو۔ گناہ بری شے ہے لیکن گناہ گار جو ہے وہ قابلِ معافی ہے۔ یہ تو عذاب میں ہے، اپنے آپ کو بگاڑ رہا ہے، نقصان پہنچا رہا ہے، اس کا ہاتھ روکو اور اس کا ارادہ بدلو اور اس کے ساتھ نیکی سے محبت کرو۔ جس طرح برے کی صحبت برا اثر کرتی ہے اچھے کی صحبت اچھا اثر کرے گی۔ آپ کون لوگ ہیں؟ اچھے ہیں ناں، تو اس کا ساتھ دیں، اچھے بن کے اس کا ساتھ دیں تو اچھائی اپنا اثر کرے گی۔ اس میں اچھا علم پیدا کریں اور اسے یہ راستہ بتا دیں کہ برائی جو ہے وہ توبہ کے بعد نہیں رہتی۔ توبہ کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ موڑ مڑ جانا۔ کہتا ہے وہ کون تھا جو گناہ گار تھا؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو نہیں ہے۔ آپ کی عمر؟ کہتا ہے کہ ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ وہ کیسے؟ آج ہی توبہ کی ہے۔ توبہ سے پہلے کی زندگی کو تو پھاڑ کے پھینک دیتے ہیں۔ جب زندگی توبہ کے قابل ہو گئی تو اسے Scratch out کردو، زندگی توبہ کے قابل ہو گئی تو توبہ کر کے معاف کر دیا۔ توبہ کے بعد ماضی کی ورق گردانی کرنے والا Relish کرتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بس پھر بات

آسان ہے۔

اور سوال؟ اور لوگ بولیں____ ہاں جی____ اختر صاحب کہاں ہیں؟ وہ بولیں____

سوال:

بعض اوقات وہ گناہ جس سے ہم توبہ کر لیتے ہیں وہ ہم سے چمٹ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک برا کام کرتے ہوئے کسی کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے تو وہ ٹوٹی ہوئی ٹانگ اس کو ساری عمر گناہ کی یاد دلاتی ہے۔

جواب:

شاباش! بڑا اہم سوال ہے۔ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو آپ ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں جس نے آپ کو اللہ کا دروازہ دکھایا۔ گناہ میں ٹوٹی ہوئی ٹانگ آپ کو اللہ کے گھر تک لے گئی ہے' اللہ کے دَر تک لے گئی ہے' یہ ٹانگ آپ کو ایسے مقام تک پہنچا گئی ہے کہ آپ آفرین کرو اور اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو مبارک دیتے جاؤ۔ پھر وہ کہے گا کہ کیا ٹانگ ٹوٹی ہے کہ زندگی بن گئی ہے۔ اس لیے گناہ میں ٹوٹی ہوئی ٹانگ جو ہے وہ یادِ گناہ نہیں ہے بلکہ وہ راستے کا سفر ہے' پاسپورٹ ہے' ٹکٹ ہے اور ویزہ ہے' Secret Badge ہے' اس کی رحمت کی نشانی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ہے وہ مقام جہاں اس کی رحمت نے پکارا تھا' ٹانگ توڑ کے بلایا تھا۔ آپ کو اب میں یہ پیغام دے رہا ہوں کہ گناہ کے بغیر ہی آپ توبہ کر کے اللہ کے پاس چلے جائیں۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ منزل مسافر کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

جواب:

بالکل ساتھ ساتھ چلتی ہے لیکن حق کے مسافر کے ساتھ۔

سوال:

وہ چلتا ہی جاتا ہے اور اس کو استحکام بڑی دیر سے ہوتا ہے۔

جواب:

اس مقام کو اقبالؔ نے بیان کرنے کی کوشش کی تھی کہ ایک مچھلی تھی جو سمندر میں رہتی تھی۔ اس نے سوچا کہ پانی کیا ہے اور میں یہ دیکھوں کہ سمندر کسے کہتے ہیں۔ اُسے کہا گیا کہ تُو تو سمندر میں رہتی ہے تو اُس نے کہا کہ میں نے آج تک دیکھا نہیں ہے۔ اس نے پھر دعا کی، فریاد کی اور خضر علیہ السلام سے بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں سمندر تو دکھاؤں گا لیکن جب تمہیں سمندر نظر آئے گا اور جب باہر نکلے گی تو تُو مر جائے گی۔ تو وصالِ بحر جو ہے یہ آشنائی بحر نہیں ہے۔ وصال تو ہے لیکن خبر نہیں ہے۔ اور جب تو دیکھے گا کہ یہ کیا رحمت ہے جو یہ زندگی ہے تو یہ اس وقت پتہ چلے گا جب زندگی ختم ہو جائے گی۔ یہ بڑا راز ہے۔ آپ اس کو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے باب میں فراق ہی وصال ہے۔ اور کوئی وصال نہیں ہے، کہیں غلط فہمی میں نہ رہنا۔ دوسرا وصال تو فراق ہے۔ اللہ کے باب میں کہیں وصال نہ سمجھ لینا ورنہ یہ بالکل ہی فراق ہو جائے گا، ختم ہو جاؤ گے، بھسم ہو جاؤ گے۔

؎ کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر

وہ تو ناممکن ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ انسان کو مشاہدۂ حق جنت میں نصیب ہوا' یہ آدم علیہ السلام کو نصیب ہوا۔ یہاں اس دنیا میں مشاہدۂ حق نہیں ہے بلکہ یہاں یادِ حق ہے۔ یاد فراق کو کہتے ہیں۔ یاد کسے کہتے ہیں؟ فراق کو کہتے ہیں۔ اور اس دنیا کا وصال ہی فراق میں ہے۔ گویا کہ منزل ساتھ چل رہی ہے لیکن آپ آشنا نہیں ہو سکتے۔ منزل کی طرف جانے کی تمنا ہی منزل ہے۔ آپ چل رہے ہیں ناں۔ یہ جو ہے آپ کے دل کی کیفیت ہے۔ پہلے بھی میں نے یہ فقرہ بتایا تھا کہ سفر الی اللہ ہی دراصل سفر مع اللہ ہے یعنی اللہ کی طرف سفر جو ہے دراصل یہ اللہ کے ساتھ سفر ہے۔ اس کا اور راز یہ ہے کہ وہ جس کو اپنا سفر نصیب کرتا ہے اس کے قریب رہتا ہے۔ اللہ کی طرف سفر کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا اپنا ہی کام ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر کبھی نیکی کی تمنا ہو جائے تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے۔ جس طرح یہ کہتے ہیں کہ حج کرنے جا رہے ہیں' مدینہ شریف جا رہے ہیں کیونکہ بلاوا آیا ہے۔ درخواست آپ نے دی ہے تو بلاوا ادھر سے کیسے آیا؟ ایمان کا حصہ یہ ہے کہ جب تک بلاوا نہ آئے تو وہ سفر نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک اللہ نہ بلائے یہ سفر نصیب نہیں ہوتا۔ اگلی بات دیکھو' کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے کبھی غیر اللہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اس کا حسنِ خیال ہوں اور اس کے حسنِ خیال میں رہنے کے بعد اس کے اِذن کے مطابق دنیا میں حاضر ہوا

؎ نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں
میں حرفِ کن ہوں فرمایا گیا ہوں

مطلب یہ ہے کہ اس کے خیال میں رہ کے ہم یہاں پر آئے۔ کبھی آپ نے کوئی تصویر بنائی۔ تصویر کیا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ یہ مصوّر کا تصوّر ہے۔ آپ کس کا حسنِ خیال ہیں؟ اللہ کا شاہکار ہو، اللہ کا حسنِ خیال ہو بلکہ مصوّری کا کمال ہو بلکہ عین مظہرِ وصال ہو۔ یہی تو آپ کی خوبی ہے۔ گویا کہ آپ کبھی اس سے جدا نہیں ہو۔ جدائی کا احساس ہی آپ کا وصال ہے۔ تو وہ ساتھ ہے، ساتھ چلتا ہے۔

؎ کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل
ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل

بس اتنی سی کہانی ہے کہ دل میں اگر اللہ کی یاد ہے تو آپ چل رہے ہو ورنہ جغرافیائی فاصلہ تو طے نہیں کرنا کہ تین سو میل کے بعد اللہ آجائے گا۔ وہ تو دل کے اندر خیال کا نام ہے۔ جب آپ اللہ کی یاد میں چل رہے ہیں تو اللہ ساتھ ہے۔ یاد ہی تو اللہ ہے۔ مشاہدہ تو وہاں تھا جہاں سے آپ نکل کے آئے ہیں۔ اب اللہ کیا ہے آپ کے لیے؟ اگر یاد ہے تو آپ چل رہے ہیں، تو یاد ہی عطا ہے۔ یاد تیز ہو جائے تو پھر یہ آپ کا مشاہدہ بن جاتا ہے، یہ واردات بن جاتی ہے، رقت طاری ہو جاتی ہے، اور واقعات ہو جاتے ہیں۔ مشاہدۂ حق یوں نہیں ہے جیسے آپ بہشت میں کرتے تھے یا پھر بہشت میں جا کے کریں گے۔ اس لیے وہ آپ کے ساتھ ہے، ہر دم ساتھ ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے یہ کہہ دیا

خلقت کوں جیندی گول ہے
ہر دم فرید دے کول ہے

فریدؔ یہ بیان کر گیا' اور آپ بیان نہیں کر سکتے۔ بات تو وہی ہے کہ جس کی آپ "گول" کر رہے ہیں' تلاش کر رہے ہیں' وہی آپ کے ساتھ ہے۔ آپ جس کی تلاش کر رہے ہیں وہ متلاشی کے ساتھ ہے۔ بس' حقیقت کی بات یہ ہے۔

اور کوئی بات ___ آپ بولو ___

سوال:

بات ہو رہی تھی رحمت کی' اس کی دوسری جو طرف ہے وہ تو گناہ ہے۔ اس میں شیطان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

آپ سے زیادہ باشعور انسان کائنات میں ضرور آئے ہوں گے۔ یہ نہ کہنا کہ سارے ہی ہیں بلکہ انہیں پہچان کے پھر بولنا۔ یہ بات یاد رکھنا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا آپ سے کوئی بڑا انسان ہے' آپ سے کوئی بہتر انسان ہے تو جو آدمی اپنے رب کو بہتر سمجھتا ہے وہ پتہ ہے کہ کیا کہتا ہے؟ سارے ہی بہتر ہیں جی! دراصل وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے۔ آپ کو اس انسان کا نام پتہ ہونا چاہیے جو آپ سے بہتر ہے۔ بس یہ یاد رکھنا۔ ایسا انسان آپ کے اپنے علاوہ ہونا چاہیے۔ آپ سے بہتر کسی انسان نے اللہ تعالیٰ سے یہ سفارش نہیں کی کہ شیطان کو معاف کر دیں۔ یہ اس کا راز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شیطان نے سجدے سے انکار کیا۔ آدم علیہ السلام بھی ایک حکم کی انکاری ہو گئے۔ انہیں کہا گیا کہ

ولا تقربا هذه الشجرة مگرکوئی ایسا واقعہ ہوگیا کہ آدم علیہ السلام بھول گئے۔ بے شک وہ بھول گئے لیکن حکم عدولی تو ہوگئی۔ لیکن اللہ نے آدم علیہ السلام کو ہمیشہ کے لیے گرفت میں نہیں رکھا بلکہ معاف کر دیا۔ معافی کا راستہ آدم علیہ السلام کو سکھایا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ ابلیس پر معافی کے راستے کا باب نہیں کھولا ہے۔ ابلیس وہ ہوتا ہے جس پر معافی کا باب نہ کھلے۔ ابلیس کون ہوتا ہے؟ جس پر معافی کا باب نہ کھلے وہ ابلیس ہے۔ ابلیس کا وہ مکالمہ یاد رکھنا کہ انا خیر منه میں اس سے بہتر ہوں۔ جو اپنے آپ کو باقیوں سے بہتر سمجھے وہ ابلیس ہے۔ اب گنتے جاؤ کہ ابلیس کی صفات کیا ہیں، جس پر معافی کا باب نہ کھلے، جو اپنے آپ کو باقیوں سے بہتر سمجھے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں آگ سے پیدا ہوا اور انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ جس کے مقدر میں یہ آگ ہوگی اس پر سجدہ حرام ہے۔ جو آدمی توبہ نہیں کرتا اس کا مقدر کیا ہوا؟ آگ۔ اور جو توبہ کرے؟ وہ آگ سے نجات پا گیا۔ یہ راز ہے۔ اس لیے کسی نے ابلیس کے لیے سفارش نہیں کی ہے۔ ابلیس کا مقام یہ ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس انسان کا نام ہے ابلیس۔ ابلیس کسے کہتے ہیں؟ جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے۔ جو بھی جہاں مایوس ہو جائے وہ ابلیس ہے۔ وہ ابلیس ہے جو تسلیم کے بعد انکاری ہو۔ جس نے اللہ کو تسلیم کر لیا، یہ حکم مان گیا، معاہدہ ہوگیا، فیصلہ ہوگیا لیکن بعد میں کہتا ہے کہ اب نہیں۔ تسلیم کے بعد امر کا انکاری شیطان ہے۔ اگر آپ کا اپنے ابا حضور سے یہ معاہدہ ہوگیا کہ آپ کا ہر حکم مانیں گے لیکن بعد میں یہ کہنا کہ یہ حکم ہم نہیں مانیں گے، تو یہاں سے شیطان بنتا ہے۔ شیطان کہاں پہ بنتا ہے؟ جو سارے حکم مانے لیکن ایک حکم پہ اٹک جائے۔

یہ شیطان ہے۔ ماننے کے بعد انکاری' شیطان ہے۔ شیطان نے معاف تو ہوجانا تھا لیکن کیا ہوا تھا؟ محفل کے اندر انکار معاف نہیں ہوتا۔ ایسا گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ شیطان سب کے سامنے انکار کر گیا۔ فسجدوا سب نے سجدہ کر دیا الا ابلیس سوائے ابلیس کے۔ وہ یہ برملا کر گیا۔ اب سزا دینا ضروری تھا۔ ابلیس کی سزا دراصل سجدہ کرنے والوں کا انعام بھی تھا۔ تو یہ بات ہے۔ ورنہ گناہ تو اللہ معاف کرتا رہتا ہے اور یہ آدم علیہ السلام کے لیے ہے' انسان کے لیے ہے' مٹی کے لیے ہے' عناصر کے لیے ہے اور ظہورِ ترتیب کے لیے ہے۔ آدم علیہ السلام نے دنیا میں آ کے جو پہلا کلمہ کہا وہ یہ تھا کہ ربنا ظلمنا انفسنا ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اے ہمارے رب۔ ہم سے غلطی ہوگئی۔ یہ دیکھو کہ آدم علیہ السلام کا زمانہ کتنا پرانا ہے اور Language کتنی Developed ہے' اس میں ادب ہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین ۔ اب یہ کسی پرانے زمانے کی بات نہیں لگتی' بہت ادب کی بات ہے۔ پھر معافی ہوگئی۔ گویا کہ معافی مانگنے سے معافی ملتی ہے۔ معافی کا یہ راز انسان کے لیے ہے۔ انسان کو اس نے معاف کرنا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ابلیس کا کیا مقام ہوگا اور اس کی حقیقت کیا ہے تو اب آپ کو ابلیس کی پانچ حقیقتیں پتہ چل گئی ہیں۔ یہ کافی ہیں؟

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ ابلیس نے خدا کو سجدہ کیا لیکن جب خدا نے انسان کو سجدہ کرنے کے لیے کہا تو وہ انسان سے انکاری ہوگیا' یہ بھی ابلیس کی صفت ہے کہ اس نے خدا کا اقرار کیا لیکن انسان کا انکار کیا۔

جواب:

یہ بات یوں ہے کہ اللہ کا سجدہ اور اللہ کے امر سے انکار۔ اس نے آدم کا سجدہ نہیں کیا بلکہ امر کو سجدہ نہیں کیا، امرِ الٰہی کو سجدہ نہیں کیا۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی روح جو ہے وہ اللہ کے امر کی شکل میں آدم علیہ السلام میں موجود تھی۔ یعنی کہ امر کا انکاری شیطان ہے۔ آدم کا انکاری شیطان نہیں ہے بلکہ آدم امرِ الٰہی ہے۔ جس خدا کا تو سجدہ کرتا ہے اگر اس کا کوئی حکم آجائے تو کیوں انکار کرتا ہے۔ جو نماز پڑھتا ہے اگر اسے کوئی بیماری آجائے تو وہ جھگڑتا کیوں ہے۔ بیماری امر ہے۔ جب کوئی تکلیف آجائے تو تُو خدا سے جھگڑتا ہے۔ خدا کو ماننے کے بعد خدا کے کسی حکم سے انکار نہ کرنا۔ مثلاً بیٹا پیدا ہوا، بیٹی پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوا، تو یہ اس کا حکم ہے۔ اگر شادی ہوئی، نہیں ہوئی، یا لیٹ ہوگئی، چار سال بعد ہوئی تو یہ سب اللہ کے امر کے قصے ہیں۔ اب اس امر کو تسلیم کرنے والا مومن کہلائے گا۔ وہ کہے گا کہ ہم نے اللہ کو مانا اور ہم نے اللہ کے احکام کو مانا۔ جس دل میں اللہ کی یاد ہو اس دل میں نفرت نہیں ٹھہرتی۔ بس یہ یاد رکھ لینا۔ اپنے دلوں کا جائزہ لیا کرو۔

اس کو ضرور معاف کردو۔ اس بیچارے پہ رحم کرو۔ کس پر؟ ظالم پر۔ جب آپ کو موقع ملے اور اختیار ملے تو آپ کبھی ظلم نہ کرنا۔ اپنے دلوں کو صاف کردو، دلوں کو رنجش سے صاف کردو۔ اپنے آپ پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ معاف کرنے والا معاف کیا جائے گا۔ یہ چھوٹا سا فقرہ ہے، اسے یاد رکھ لینا۔ رحم کرنے والے پر رحم ہوگا انصاف کرنے والے پر انصاف ہی ہوگا اور

انصاف آپ کے حق میں اچھا نہیں ہے۔ انصاف نامۂ اعمال کی بات ہے۔ اپنے نامۂ اعمال پر زعم نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سمجھیں کہ آپ بہت نیک ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کون سی بدی کہاں پر ہے۔ اس لیے اللہ سے رحم مانگو۔ رحم مانگنے والا کون ہوگا؟ جو رحم کرے جائے۔ معافی مانگو۔ معافی کون مانگے گا؟ جو معاف کرکے جائے۔ اس دنیا کا آپ کے ذمے جو واجب الادا ہے یا ان کے ذمے واجب الادا ہے وہ سب معاف کرکے جاؤ۔ جانا کہاں ہے؟ جانا تو ہے ہی سہی، وہاں جانا ہے۔

سوال:

ورنہ تو معافی مشکل ہوجائے گی۔

جواب:

ہاں، معافی مشکل ہوجائے گی۔ یعنی کہ جب آپ اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں تو معافی کے عمل کو آپ پسند کرو۔ کسی انسان کو معاف کرنا دراصل اپنے آپ کو معاف کرنا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ معاف نہ کیا تو اندر شانتی پیدا نہیں ہوگی۔ اندر رنج پیدا ہوگا تو Development ختم ہوجائے گی، اگر Revenge پیدا ہوگا تو ذہن کی ترقی ختم ہوجائے گی، Vengeance پیدا ہوجائے گی، Bitterness پیدا ہوجائے گی اور زہر پیدا ہوجائے گا۔ ایسے ہوجاؤ کہ نہ کسی سے دوستی، نہ کسی سے بَیر، نہ کوئی جھگڑا نہ کوئی اور بات۔ سب کو معاف کردو۔ پھر آپ کا دل شانتی میں آجائے گا۔ الٰہیات رکھنے والے رنجش نہیں رکھتے۔ اللہ جو آ گیا۔ جس دل میں محبت آجائے اس دل میں نفرت ٹھہر نہیں سکتی۔ جاء الحق وزھق

الباطل محبت حق ہے اور رنجش جو ہے وہ باطل ہے' نفرت باطل ہے۔ حق اگر آپ کے دل میں آ گیا تو آپ کے دل سے سارے رنج نکل گئے' سب کدورتیں صاف ہو گئیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کا سفر بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف انگریزی نہیں سنتا' نہ صرف عربی مانتا ہے بلکہ اللہ نے آپ کو جس زبان میں پیدا کیا اس زبان کے سارے لوازمات جانتا ہے' اس زبان کو خود ہی پیدا کرتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی زبان میں رجوع کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے گرد انسانوں سے Deal کرتے ہوئے اللہ کو پہچان سکتے ہیں۔ کبھی آپ اللہ والے سے پوچھو کہ آپ کو اللہ کہاں سے ملا تو یہ بتائیں گے کہ میری ماں راضی تھی' بہت دعا کرتی تھی۔ ماں اگر ان پڑھ تھی تو بھی پڑھے لکھے بیٹے کو جنت کا راستہ دکھا گئی۔ ماں کی دعا سارے علوم پر حاوی ہے۔ اگر بیٹے کے علم یا عمل کی وجہ سے رنجش پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ بیٹے کی دانائیوں کا راستہ مسدود ہو گیا۔ وہ بیٹا بھی ہو سکتا ہے اور بیٹی بھی۔ یعنی ماں کی رنجش سے دانائیوں کا راستہ مسدود ہو جائے گا اور اس کی ساری زندگی حجاب میں اور مسدود گزرے گی۔ جہاں بھی ماں ہو' زندہ ہو یا مردہ ہو اس سے فوری طور پر معافی مانگ لینی چاہیے۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔

سوال:

اگر کوئی بچہ غلط ہو تو ماں کیا کرے؟

جواب:

اگر ماں کو اپنے بچوں سے کوئی دقّت ہونے لگ جائے تو وہ ماں اپنی ماں سے رجوع کرے۔

سوال:

میری ماں تو مرگئی ہے اب میں کیا کروں؟

جواب:

اپنی مری ہوئی ماں کے ساتھ رجوع کرو۔ اس کی یاد مناؤ۔ اس سے رجوع کرو۔ آپ کی اولاد کا فیض آپ کے ماں باپ کے پاس ہے۔

سوال:

میں اپنی ماں سے کیا کہوں؟

جواب:

آپ اس کو کہو کہ اگر میرے بارے میں آپ کے دل میں کوئی بھی رنجش ہے تو آپ مجھے معاف کرو تا کہ میری اولاد میرا ادب کرے۔

سوال:

اگر میری اولاد مجھے چنگی نہیں لگتی تو میں کیا کروں؟

جواب:

اگر وہ آپ کا ادب کرے گی اور آپ کے کہنے کے مطابق چلے گی تو آپ کو ''چنگی'' لگے گی، اولاد آپ کو اچھی لگے گی، اس میں صرف ایک کیس ہوتا ہے جو شاید آپ کا ہو کہ جب کبھی اولاد کسی ایسے خاوند سے ہو جو اولاد کے پیدا ہونے کے بعد کسی وجہ سے ناپسند ہو تو اس وقت اولاد ناپسند ہو جاتی ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ اولاد جس خاوند سے ہوتی ہے اگر وہ خاوند کسی وجہ سے ناپسند ہو جائے تو کچھ لوگوں کو وہ اولاد ناپسند ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی اولاد کو پسند رکھنا

جو ہے یہ نیک انسانوں کی فطرت ہے۔ اپنی اولاد کو پسند رکھا جائے' اولاد سے محبت کی جائے اور اولاد کی عاقبت کی دعا کی جائے چاہے اولاد کے والدین میں سے ایک نہ بھی ہو یا کوئی ایک الگ ہوگیا ہو یا جدا ہوگیا ہو۔ اس کا فیصلہ بھی اپنے ماں باپ سے محبت کے ذریعے ہوجاتا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اولاد اس کی یاد ہے وہ جو دھوکہ باز چلا گیا۔ حالانکہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ انسان کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ اولاد جہاں بھی ہوگی یہ میری یاد ہوگی۔ تاریخ میں ایک واقعہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے کے جا رہے تھے۔ آپؐ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ یہ فلاں شخص کی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی رشتہ دار زندہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کی صرف ایک ماں ہے۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ وہ جو تمہارا بیٹا ہے تم اس کو معاف کیوں نہیں کرتی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے اچھا نہیں لگتا' اس کی طرف سے مجھے کبھی سکون نہیں ملا' کبھی چین نہیں ملا' میں اس کو کبھی پسند نہیں کرتی' وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کرو کہ تم میرے ساتھ چلو' تمہیں ایک بات دکھاتا ہوں۔ پھر اُسے قبر پر لے آئے۔ اس عورت نے جب اپنے بیٹے پر عذاب دیکھا تو دل سے فریاد نکلی کہ رحم فرما۔ ماں کبھی ظالم نہیں ہوسکتی۔ ماں بے خبر ہوسکتی ہے لیکن ماں کبھی ظالم ہو نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال دی ہے کہ ماں ایسے ہوتی ہے۔ اگر اپنی کوئی اولاد ناپسند ہو تو اس کے حق میں دعا کرو۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ اولاد کے لیے دعا کرو۔

سوال:

ساری دنیا جانتی ہے کہ میں ظالم ماں نہیں ہوں۔

جواب:

نہیں ایسا نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت پسند نہ آئے۔ میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا۔ کبھی اولاد کسی وجہ سے والدین کے مزاج میں نہ آئے تو اس کے لیے دعا کرو۔ آپ کے مزاج میں نہ آنے سے اولاد کی عبرت خراب ہوجاتی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ والدین کے دل سے نکل کے اولاد کی عبرت خراب ہوجاتی ہے۔ والدین اچھی امید سے بچوں کا خیال رکھیں۔ والدین کا خیال ہی اولاد کا مستقبل ہے۔ میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ جتنے بھی سوال کرتے ہیں میں کسی سوال کو ذاتی سوال نہیں سمجھتا۔ اگر ذاتی سوال ہو تو میں اس سے کہتا ہوں کہ آپ اکیلے آجاؤ میں آپ سے بات کرلوں گا۔ بات ان کے سوال سے شروع ہوئی ہے اور جواب میں آپ کو دے رہا ہوں۔ اس لیے یہ ذاتی بات نہیں ہوتی۔ اور کوئی بات ____

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ شیطان انسان کو بہکاتا ہے تو شیطان کے پاس اتنی طاقت کیسے ہے کہ وہ دنیا میں سب کو بہکاتا پھرے؟

جواب:

شیطان کی جمع ہے شیاطین۔ گویا کہ شیطان کی جمع بھی ہے یعنی شیاطین۔ قرآن پاک کو آپ سمجھیں تو اس میں ابلیس کا لفظ بھی ہے، شیطان کا لفظ

بھی ہے اور شیاطین کا لفظ بھی ہے۔ آپ اس کو یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے باب میں جس شیطان کا ذکر ہو رہا ہے وہ ابلیس تھا۔ آپ لوگوں کا شیطان جو ہے وہ انسانوں کی شکل میں موجود رہے گا۔ آپ اتنی بات سمجھ لو کہ شیطان کسی انسان کی شکل میں ہوگا، کسی خواہش کی شکل میں ہوگا۔ وہ بڑا شیطان آپ کو نہیں بہکا رہا ہے بلکہ آپ اپنے قریب قریب شیطان ڈھونڈ لو۔ آپ کی زندگی میں بہکانے والا کوئی انسان ہوگا یا بہکانے والا کوئی خیال ہوگا۔ بس یہی شیطان کافی ہے۔ وہ بڑا ابلیس تو خدا کے مقابلے میں تھا۔ بڑوں کا مقابلہ بڑے شیطان کرتے ہیں اور چھوٹوں کے مقابلے میں چھوٹے شیطان ہوتے ہیں اور شیطان ان لوگوں کے بارے میں پرواہ نہیں کرتا جو پہلے ہی شیطانی کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو ہیں ہی اپنے۔ اگر کہیں نیکی پیدا ہو تو پھر شیطان آتا ہے بہکانے کے لیے۔ ورنہ تو وہ جانتا ہے کہ میرا کام خود بخود ہی ہو رہا ہے۔

سوال:

جناب آپ نے فرمایا تھا کہ تسلیم کے بعد انکار جو ہے وہ گناہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ سود بری بات ہے لیکن سب اس کا انکار کر رہے ہیں۔

جواب:

یہاں پر ذات کی بات ہو رہی ہے یعنی ذات کی تسلیم۔ کہ ذات کی تسلیم کے بعد ذات سے انکار۔ احوال کی تسلیم سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حکومت نظام چلا رہی ہے، بے چارے مجبور ہیں، گھر میں پیسہ رکھ نہیں

سکتے' نہ وہاں رکھ سکتے ہیں اور نہ Interest چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ مجبوری ہے۔ حکومتوں کے اوپر ابتلا ہے کہ معاشرے میں سود کا لکھنا یا سود کا کاروبار کرنا ایک بغاوت ہے اور اللہ کے خلاف ایک قسم کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے سبب بنائے کہ پیسوں کی ضرورت ہی نہ پڑے اور ضرورت پڑے تو سب کے پاس پیسے ہوں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ اب تو کسی کے پاس پیسے ہیں اور کسی کے پاس نہیں ہیں' کچھ بیچارے لوگ سود سے گزارہ کر رہے ہیں' غریب ہیں' فکسڈ ڈیپازٹ کیا ہوا ہے۔ بے چاروں کا مشکل سے گزارا ہوتا ہے۔ اس لیے فی الحال آپ ان لوگوں کو معاف ہی کردو۔ یہ بہت ہی بڑا باب ہے۔ کبھی موقع ہو تو اس کا حل تلاش کرو۔ حکومتوں کا جھوٹ الگ ہے۔ بس ایک بات یاد رکھیں کہ Status والے سے جو جرم سرزد ہوتا ہے وہ جرم اتنے ہی Status کا ہوتا ہے۔ بڑے آدمی کی غلطی جو ہے وہ اتنی ہی بڑی گنی جائے گی جتنا اس کا مقام ہے۔ جہاں جہاں آپ کو اللہ تعالیٰ مرتبے دیتا جائے آپ اپنی بہت احتیاط کرنا کیونکہ مرتبے کے مطابق تھوڑی غلطی بھی اتنی ہی Multiplied ہوگی جتنا وہ مرتبہ ہے۔ کیونکہ وہ تاثیر بن جاتا ہے۔ الناس علی دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر چل پڑتے ہیں۔ اگر بادشاہ میں غلطی پیدا ہو جائے تو لوگوں میں جتنی غلطی پیدا ہوگی اس کے لیے بادشاہ ہی مجرم گنا جائے گا۔ مثلاً ایک رائٹر ہے' رائٹر کی کتابوں کو پسند کرنے والے یا کتاب کو پسند کرنے والے اس کے Status کا حصہ ہیں۔ اگر وہ غلطی پیش کر رہا ہے' گناہ پیش کر رہا ہے اور لوگوں میں گناہ کی خواہش پیدا ہو رہی ہے تو اس کی عبرت جو ہے وہ رائٹر کو جاسکتی ہے۔

آپ کی تحریر اپنی تاثیر کی نسبت سے گنی جا سکتی ہے، آپ کی تقریر تاثیر کی نسبت سے گنی جا سکتی ہے، مرتبے کی نسبت سے گنی جا سکتی ہے۔ لوگوں کے اندر گناہ کی رغبت پیدا کرنے والے مجرم گنے جائیں گے اور نیکی کی تاثیر پیدا کرنے والے نیک گنے جائیں گے۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز چھوڑ جائیں جو بعد میں کسی کی زندگی میں کوئی شرارت پیدا کرے تو وہ آپ کی عاقبت پر اثر کرے گی۔ اس لیے عام طور پر آپ کے اندر مرنے کے بعد بھی تاثیریں بنتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات آپ ایسا گناہ چھوڑ جاتے ہو جو ہوتے ہوتے آپ کے گناہ میں اضافہ کرتا جاتا ہے اور ایسی نیکی چھوڑ جاتے ہو جو آپ کی عاقبت کا حصہ بن جاتی ہے۔ اگر آپ نے مسجد بنا دی تو جو بھی نماز پڑھے گا وہ آپ کی روح کے لیے ثواب ہوگا۔ اگر گناہ والی کوئی چیز بنا دی تو گناہ آپ کے باب میں آ جائے گا۔ اگر کوئی ایسی کتاب لکھ دی جو اچھا لٹریچر نہ ہو، اس کو جتنے لوگ پڑھیں گے ان ساروں کے گناہ کے اندیشے آپ کے باب میں شامل ہو جائیں گے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

اور بولو

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ ریاکاری کی نیکی بھی کرتے ہیں۔

جواب:

آپ نیکی کریں تو ریاکاری کی نہ کریں۔ میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ نیکی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک ریاکاری کی اور ایک اصل کی۔ میں اصل نیکی کی بات کر رہا ہوں۔ ریاکاری کی مسجد گرا دو، اگر آپ کو یقین ہو کہ یہ

ریاکاری کی ہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جو شخص اصل میں نیکی کر رہا ہے' اس کی نیکی کا کوئی ایسا حصہ جو اس کے بعد ٹھہر جاتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں اضافہ کرتا ہے۔ اور جو ریاکاری کی نیکی ہے وہ تو ریاکاری ہی کی نیکی ہے اور وہ ریاکاری گنی جائے گی۔ لیکن جو انسان جائز نیک ہے اس کا مقام ذہن میں ضرور رکھو اور آپ ریاکاری کی نیکی نہ کرنا۔ دوسروں کو ریاکار سمجھنے سے پہلے اپنی طرف دیکھ لو کہ کوئی کمی بیشی تو نہیں رہ گئی۔ آسان نسخہ یہ ہے کہ اگر نیکی تلاش کرنی ہو تو دوسروں میں دیکھو' دوسروں کی خوبیاں دیکھو اور اگر خامی کی تلاش ہو تو وہ اپنے آپ میں دیکھ لو کہ شاید وہ اپنے گھر میں پڑی ہو۔ خامی تلاش کرنے کے لیے قریب کا سفر ہے اور نیکی کے لیے دور جاؤ اور باہر جا کے تلاش کرو۔ وہ دوسروں میں نظر آئے گی۔

سوال:

گناہِ کبیرہ اور گناہِ صغیرہ میں کیا فرق ہے؟

جواب:

اس کا آپ کے لیے آسان جواب یہ ہے کہ وہ گناہ جو معاشرہ شکن ہوتے ہیں انہیں کبیرہ کہیں گے اور وہ گناہ جو آپ کی ذات شکنی کرتے ہیں وہ صغیرہ ہوتے ہیں۔ بس اس میں آپ زیادہ بحث میں نہ پڑیں۔ معاشرہ توڑ جو گناہ ہیں وہ سارے کبیرہ ہیں۔ ان میں معاشرے کو توڑنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ جو گناہ آپ کی ذات کو نقصان پہنچائیں وہ صغیرہ گناہ گنے جائیں گے۔ آپ جیسے بھی دیکھو گے Ultimately اس کا یہی جواب آئے گا۔ ورنہ تو یہ نام

ہیں کہ یہ گناہِ صغیرہ ہے اور وہ گناہِ کبیرہ ہے بلکہ جھوٹ بولنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ وہ ایک لمبی بات ہے۔ لیکن آپ دیکھو کہ معاشرے کو نقصان پہنچ رہا ہے تو وہ گناہ کبیرہ ہی ہوگا اور جہاں آپ کی ذات کو نقصان ہے اور آپ دوسروں کے لیے نقصان دہ نہیں رہے ہو تو پھر آپ کے لیے بچت کی راہ ہو جائے گی۔ داتا صاحبؒ کا فرمان ہے کہ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ مبلغ اپنی تبلیغ کے حوالے سے تقویت چاہتا ہے، مرتبے چاہتا ہے اور لوگوں میں اپنی شہرت چاہتا ہے، ایک ایسا مقام آسکتا ہے کہ ایک آدمی شراب خانے میں اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے پہنچاتے بے ضرر کرلے، تو وہاں پہ داتا صاحبؒ کا قول ہے کہ شراب خانے میں بے ضرر ہونے والا انسان اس عالم دین سے بہتر ہے جو مسندِ رسالت پر بیٹھ کر طاقتِ دنیا حاصل کرنا چاہے۔ مثال کی طرح انہوں نے Gravity بنائی ہے کہ یہ مثال یوں ہے اور سارے کا سارا Emphasis جو ہے یہ سماج سازی پر ہے۔ اسلام نے آپ کو ذاتی طور پر کلمہ پڑھایا اور نماز میں کیا پڑھایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی سارے جمع کے صیغے، کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ سجدہ جو ہے یہ آپ کا ذاتی ہے۔ ربی الاعلیٰ واحد ہے ربی العظیم واحد ہے۔ باقی سارے کے سارے جمع کے صیغے ہیں۔ اسلام نے جمع بندی کرائی تھی اور اس جمع کو توڑنے والے کو سزا دی جاتی ہے تاکہ وہ اجتماع کو نہ توڑے۔ جس نے پہلا فرقہ بنایا اس نے اجتماع توڑ دیا، دوسرا فرقہ بنایا تو بھی اجتماع توڑ دیا، تیسرے نے بنایا، چوتھے نے بنایا تو بھی اجتماع توڑ دیا۔ ایک آدمی نے ایک سیاسی جماعت سے الگ ہو کے اپنی جماعت بنائی اور اس کا نام اتحاد

پارٹی رکھ دیا۔ وہ ایک بزرگ کے پاس آیا جو ہمارے پاس بیٹھے تھے' ان کو بتایا کہ میں نے ایک جماعت بنائی ہے' یہ سب کی جماعت ہوگی' آپ لوگوں کی جماعت ہوگی اور میں پی ڈی پی سے علیحدہ ہوگیا ہوں۔ بزرگ نے پوچھا کہ جماعت کا نام کیا رکھا ہے' تو کہتا ہے کہ اتحاد پارٹی۔ وہ بزرگ بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ تُو تو توڑ کے آیا ہے اور پھر اس کا نام اتحاد کیسے رکھ لیا' اتحاد تو تب ہوتا اگر تم وہیں بیٹھے رہتے۔ یعنی کہ جماعت توڑنے کے بعد نام اتحاد رکھو تو پھر بات بنتی نہیں ہے۔ ہمارے فرقے یہاں سے بنے ہیں۔ صداقت یہ ہے کہ تو نے گروہ کو چھوڑ دیا' اب تیرے پاس کیا صداقت رہ گئی۔ اس لیے آپ کو راز کی یہ بات بتاؤں کہ تمام سلاسل برحق ہیں لیکن اگر سلاسل جمع نہ ہوئے تو سارے مٹ جائیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے اور یہ راز ہے۔ یہ جمع سلاسل کا وقت ہے۔ اب سارے سلاسل جمع ہو جائیں' فرقے اکٹھے ہو جائیں او کمزور بھائی کو اٹھا لو' جس سے کوئی غلطی ہو گئی اسے معاف کر دو' جو غریبی میں رہ گیا' پسماندہ ہو گیا' اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو اس کی مدد کرو' جو گناہ میں ہے اس کو توبہ کی راہ دکھاؤ' بزرگوں کا ادب کرو' چھوٹوں کو ساتھ ملا لو_____

آپ یہ دیکھیں کہ اجتماع کیسے ٹوٹا ہے۔ اجتماع نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ اب آپ کا اجتماع ٹوٹ گیا ہے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ بری صحبت سے دور رہنا چاہیے مگر جو بری صحبت سے دور ہوتا ہے وہ بھی بعض اوقات اچھا نہیں ہوتا۔

جواب:

یہ نہیں کہتے کہ صرف بری صحبت سے دور ہونا چاہیے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اچھی صحبت اختیار کرو۔ صرف بری صحبت چھوڑنے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بات یہ ہے کہ اچھی صحبت اختیار کرو۔

سوال:

کیا کائنات میں ایسی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں اور کیا ان کا کوئی موسم ہوتا ہے۔

جواب:

آپ کون سی کائنات کا کہہ رہے ہیں۔

سوال:

پوری کائنات کا

جواب:

کیا ہماری دنیا کے علاوہ؟

سوال:

دنیا تو ہم Earth کو سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ہے۔

جواب:

یہ کیا سوال بنا۔ مثلاً یہ ہماری زمین ہے اور اس پر جو روشنی ہے یہ زمینی چیز گنی جائے گا' حالانکہ یہ آسمان کی روشنی ہے۔ آپ سورج کو زمین کے علاوہ کیسے گنیں گے۔

سوال:

اس کے لیے کائنات کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔

جواب:

زمین کے علاوہ باقی کیا کائنات ہے۔آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

سوال:

وہ جو بڑا نظام ہے اس کے بارے میں' یہ دنیا کا جو Planet ہے' اس کے علاوہ جو پورا نظام ہے' کیا اس میں کچھ تبدیلیاں اور تغیر آئے ہیں۔

جواب:

یہ تو سائنس کا بڑا ہی واضح سوال ہے کہ Universe کی کیا University ہے۔

سوال:

سائنس کے حوالے سے بھی۔

جواب:

سب کو پتہ ہے کہ Universe میں کیا ہوتا ہے۔

سوال:

سائنس تو بتاتی ہے اور پتہ نہیں سائنس کب اور کیا بنا دیتی ہے۔

جواب:

آپ سوال تو سائنس سے لے رہے ہیں۔اگر سوال سائنس کا نہ ہوتو پھر جواب سائنس کا نہیں ہوگا۔یہ سوال سائنس کا ہے۔ہمارے اس سفر میں آپ

کواس سوال کی ضرورت کیسے ہوئی۔

سوال:

بس محسوس ہوئی۔

جواب:

کیسے محسوس ہوئی اور کہاں پر محسوس ہوئی؟

سوال:

آپ جب بیان فرمارہے تھے تو اس دوران کسی وقت محسوس ہوا۔

جواب:

کیا محسوس ہوا؟

سوال:

ایک انسانی زندگی میں ایک تو دنیاوی زندگی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور زندگی ہے اور ہر ایک کا اپنا دائرہ ہے اور جو بڑی حقیقت ہے اس میں بھی کچھ ہوتا رہتا ہے۔

جواب:

وہ تو صبح شام ہوتا رہتا ہے۔

سوال:

صبح شام تو ہماری دنیا میں ہوتے ہیں۔

جواب:

آپ کی دنیا اسی کی دنیا ہے، یہی بات تو آپ کو سمجھ نہیں آرہی۔ یہ جو آپ

کی دنیا ہے اس کی دنیا ہے۔ سوال کی ذرا اور وضاحت کریں کہ سوال کیا ہے۔

سوال:

سوال تو موجود ہے لیکن اس کو زبان نہیں مل رہی۔

ایک اور سوال:

کیا یہ اندر اور باہر کے موسم کی بات ہے؟

جواب:

انہوں نے یہ نہیں کہا۔

سوال:

جی ہاں، میں نے یہ نہیں کہا۔

جواب:

پھر آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

ایک اور سوال:

یہ آپ تو سمجھ رہے ہوں گے کہ سوال کیا ہے۔

جواب:

اگر آپ کو سوال سمجھ آ گیا تو پھر جواب سمجھ آ جائے گا۔ سوال کو زبان دیں۔

ایک اور سوال:

یہ ایک بار پھر سوال کو دہرائیں۔

جواب:

سوال دہرائیں، شاید کوئی بات نکل آئے۔

سوال:

کرۂ ارض کے اپنے موسم ہوتے ہیں۔ کیا کائنات میں بھی کوئی موسم ہوتے ہیں؟ شاید مجھے خیال اس لیے آیا ہے کہ ہر صدی کو ایک خاص نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یا خصوصیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی حوالے سے میں نے اسے اور آگے بڑھا کے پوچھا ہے کیونکہ صدی تو وقت کا فاصلہ ہے۔

ایک اور سوال:

کیا یہ جو مختلف زمانے ہوتے ہیں، Ages ہوتی ہیں ان کے حوالے سے؟

سوال:

صرف Ages ہی نہیں بلکہ موسم کے حوالے سے۔

ایک اور سوال:

کیا آپ موسم سے سردی گرمی کی بات کر رہے ہیں۔

سوال:

موسم تو تبدیلی کا نام ہے۔

ایک اور سوال:

یہ جو لفظ ''موسم'' ہے اس کی ذرا وضاحت کر دیں۔

سوال:

موسم تو گرمی سردی ہے لیکن میں نے تبدیلی کے بارے میں، کائنات میں تبدیلی اور تغیر کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ وہ کہاں تک ہوتا ہے اور ہم

اس سے کس حد تک متاثر ہوتے ہیں۔

جواب:

اب سوال کیا بنا؟

ایک اور شخص:

انسان جو زمین پہ رہتا ہے' وہ دنیا جو اپنے گرد اور سورج کے گرد گھومتی ہے' اس کی تبدیلیوں کا وہ شکار ہوتا ہے اور متاثر ہوتا ہے لیکن یہ دنیا یہ زمین خود اس بڑی کائنات کا حصہ ہے اور اس کا اپنا سورج ہے' چاند ہے اور سیارے ہیں' اکثر یہ ہوتا ہے کہ چاند ستارے اور سیارے جو ہیں ان کے اثرات زمین پر ہوتے ہیں' جس طرح زمین اپنے رنگ بدلتی ہے کیا کائنات میں بھی ایسے لمحے آ جاتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہو کہ زندگی زیادہ زور سے پرورش پانے لگے' زمین پر فصلیں زیادہ اچھی ہونے لگیں' کوئی طوفان آنے لگیں......

جواب:

یہ جو زمین کے موسم آپ کہہ رہے ہیں اس میں یہ جواب کافی ہے' مکمل ہے' زمین پر ہونے والے واقعات کو آپ زمین کے محرکات سے نسبت دے دیں۔ اس میں آپ کائنات کو کیوں ملاتے ہیں۔ آپ کائنات کا اثر زمین پر دیکھ رہے ہیں تو زمین پر تو اپنی تاثیر موجود ہے۔

سوال:

آپ جو فرماتے ہیں اس کے مطابق ہم نہ دیکھیں تو بھی Relationship تو اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔

جواب:

کائنات سے کیا تعلق ہے آپ کا۔ زمین پر تبدیلیاں ہوتی ہیں تو ہونے دیں۔ آپ زمین سے کائنات تک کیسے پہنچے؟

سوال:

کچھ Consciousness تو ہے ناں۔

جواب:

"Consciousness کس بات کی؟ اگر زمین پر تبدیلی نہ ہو تب بھی کائنات بدلتی ہے۔ پھر کیا ہوا؟ ان دونوں کو آپ ملاتے کس طرح ہیں؟

ایک اور سوال:

سر! اگر میں ٹرین کے ڈبے میں بیٹھا ہوں تو ایک چیونٹی میرے پیروں سے سر کی طرف سفر کرتی ہے۔ میں ایک طرف سفر کر رہا ہوں اور چیونٹی ایک اور طرف سفر کر رہی ہے۔

جواب:

یہ سب ٹھیک ہے لیکن اس سے سوال کو کیا فرق پڑا؟

ایک اور سوال:

بظاہر وہ چیونٹی نیچے سے اوپر جا رہی ہے لیکن چونکہ میرے اوپر چڑھی ہوئی ہے اور میں اِدھر سے اُدھر جا رہا ہوں، ریل ایک طرف جا رہی ہے، تو ہم دونوں اسی طرف جا رہے ہیں جس زمین پر ہم بیٹھے ہیں۔ اگر ہم اس زمین پر نظر رکھیں تو ہمیں لگے گا کہ زمین مشرق سے مغرب کی طرف جا رہی ہے، ہوسکتا ہے

کہ زمین سورج اور کہکشاں سمیت کہیں اور رُخ میں جا رہی ہے۔

جواب:

اس سے آپ کو فرق کیا پڑا؟ آپ کی لائف کو کیا فرق پڑا؟ یہ سارا سوال ایک فاؤل ہے۔ کچھ ستارے اتنے دور ہیں کہ ان کی روشنی ابھی زمین تک آنی ہے جب کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ کچھ رپورٹ زمین پر کئی سو سال کے بعد آنی ہے۔ کائنات میں اتنی وسعت ہے۔ سیارے اور ستارے ایسے ہیں کہ جن کا فاصلہ ہمیشہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ لامحدود سیارے اور لامحدود ستارے ہیں۔ کائنات میں ٹائم Infinite ہے۔ اب یہ کہ کائنات کا ہم پر اثر پڑتا ہے کہ نہیں پڑتا تو آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اتنی وسیع کائنات کا خالق وہ اللہ ہے جس نے آپ کو یہاں پیدا کیا۔ آپ فطرت میں نہ اُلجھ جانا بلکہ آپ کا تعلق فاطر کے ساتھ ہو، جس نے یہ کائنات تخلیق فرمائی ہے اور زمین کی پروڈکشن یا کائنات کی سب سے بڑی پروڈکشن یہ انسان ہے۔ اب کائنات تو ایک طرف رہ جاتی ہے۔ آپ کے ساتھ کائنات کی تاثیر خالق کے حوالے سے ہے، Planets کے حوالے سے نہیں ہے، یہاں ستارے اور سیارے کی نہیں بلکہ ایمان کی اور بے ایمانی کی بات ہو رہی ہے۔ وہ جس نے کائنات بنائی ہے اُسے فاطر کہتے ہیں اور کائنات کو فطرت کہتے ہیں۔ فطرت تاثیر دیتی ہے۔ کچھ لوگ فطرت شناس ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا مضمون نہیں ہے، ہمارا مضمون ہے فاطر، فاطر کے ساتھ، بنانے والے کے ساتھ۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ کائنات کے Planets کی جو Interplanetory Situation ہے اس سے

ہمیں فرق پڑ رہا ہے' کیا ہم کسی کی پروڈکشن تو نہیں ہیں' کیا کہیں اور سیاروں کا جھمگھٹ ہے اور ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر وہ سیارے الگ ہو جائیں گے پتہ نہیں کیا ہو گا' کیا کوئی ستارہ آ رہا ہے جو صدی کو Produce کرنے والا ہے ____ تو ایسا نہیں ہے۔ یہ منشائے الٰہی کا واقعہ ہے۔ یہ سیارگان کی بات نہیں ہو رہی۔ اس لیے یہ سوال ایک فاؤل ہے۔ یہ واقعہ کس کا ہے؟ یہ اللہ کی منشا کا واقعہ ہے' کسی سیارے کا اثر نہیں ہے' نہ یہ کوئی سیارگان کی پوزیشن کا اثر ہے کہ ہم کیا بن گئے اور ہم کیا نہ بن گئے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ کیا سمجھ آئی ہے؟

سوال:

انسان کا تعلق.....

جواب:

انسان کی بجائے مومن کا تعلق

سوال:

مومن کا تعلق اللہ سے ہے۔

جواب:

مومن کا تعلق اس حوالے سے ہے جس نے یہ وسیع کائنات بنائی اور جس کے سیارے اور ستارے اثر کرتے رہتے ہیں۔ وہ کریں یا نہ کریں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

سوال:

اب آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اثر کرتے رہتے ہیں لیکن ہمیں اس سے

کوئی غرض ہے۔

جواب:

وہ کریں یا نہ کریں، جو شخص فطرت تک محدود ہے اس کا یہی مضمون ہوگا کہ ستارہ بدل گیا

؎ عبس ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

یہ اقبالؔ نے کہا ہے۔ اقبالؔ کا ایک اور شعر ہے

؎ ستارہ کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں

اُسے تو خود راستہ نہیں مل رہا، وہ تمہیں کیا راستہ بتائے گا۔ آپ کون سے چکر میں پڑ گئے، اگر ستارے ساز گار نہ ہوں، ایک آدمی سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا سجدہ نہیں کر رہا تو دونوں ایک ہی کائنات میں ایک جیسے ہیں، ایک جنت میں چلا گیا اور دوسرا دوزخ میں چلا گیا۔

سوال:

جیسے ہم یہاں سے بھاگ کے دبئی چلے جائیں یا زُہرہ سیارے میں چلے جائیں۔

جواب:

وہ الگ بات ہے۔ لیکن آپ خدا کے حوالے سے بات کریں۔ اب آپ سوال کو خدا کے حوالے سے دہرائیں۔

سوال:

پھر تو سوال ہی نہیں رہتا کیونکہ خدا کے حوالے کی بات آ گئی۔

جواب:

پھر آپ نے خدا کے علاوہ حوالہ کیوں ڈھونڈا۔ کائنات میں تو بہت سیارے ہیں، گرم بھی ہیں اور سرد بھی ہیں، موسم بدلتے رہتے ہیں، کوئی کائنات کسی لمحے اپنے Previous لمحے کے برابر نہیں رہتی۔ اس میں اتنی تیز تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ کائنات میں کوئی مقام دوبارہ واپس نہیں آتا۔ اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ستارے کی پوزیشن واپس آئے گی تو کبھی نہیں آئے گی، قیامت تک نہیں آئے گی، وہ صدیوں بعد بھی نہیں آئے گی۔ یہ واقعہ پھر نہیں ہوتا۔ ہر شے تیزی سے بدل جاتی ہے۔ یہ تو Mutability کا قانون ہے اور آپ کو نیچر کے قانون کی سمجھ نہیں آتی۔ کوئی چیز اپنی اصل جگہ پر دوبارہ واپس نہیں آتی۔ زمین جو اپنی حالت پہ واپس آتی ہے وہ بھی نہیں آتی۔ سیارے اور سورج بظاہر نظر آتے ہیں کہ اپنی حالت میں واپس آئے ہیں مگر کبھی نہیں آتے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ آپ یہ جو دن مقرر کرتے ہیں کہ یہ دن فلاں دن کی یاد ہے تو یہ دن وہ دن نہیں ہے۔ یعنی آپ جو دن مناتے ہیں لیلۃ القدر مناتے ہیں لیکن لیلۃ القدر جو اِس رمضان میں آئی ہے یہ وہ نہیں ہے جو اُس رمضان میں تھی، پہلے رمضان میں تھی۔ بڑا فرق ہے۔ کہیں آپ اسے وہ لیلۃ القدر نہ سمجھ لینا۔ یہ وہ نہیں ہے۔ دسویں محرم آئی تو یہ محرم تو ہم اسی طرح منائیں گے لیکن یہ وہ محرم نہیں ہے جو وہ محرم تھا۔ اس کائنات میں کوئی واقعہ دوبارہ Repeat نہیں ہوتا۔ کل یوم ھو

فی شان ساری کائنات ہی بدلتی جا رہی ہے۔ آپ کہیں انہیں ملانے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ اس کائنات کی Setting دوبارہ اس حالت میں ہو رہی ہے جیسے آج سے کچھ صدیاں پہلے' زمین بننے سے پہلے یہ سنگم ہوا تھا اور یہ واقعہ یوں ہوا تھا۔ خدانخواستہ ایسی بات نہ سوچ لینا۔ یہ نہ کہنا کہ یہ دور غالباً وہی دور ہی جس میں لارڈ کرشنا آئے تھے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ایسی سوچ مت رکھو۔ ایسا نہیں ہے۔ کوئی واقعہ بالکل Repeat نہیں ہوا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں، 'موسم کی تبدیلی سے آپ کی کیا مراد تھی۔

سوال:

صرف یہ دیکھنا تھا کہ جو واقعات ہو رہے ہیں وہ کیسے ہو رہے ہیں۔

جواب:

ان کا تعلق خدا کے حکم سے ہے یا آپ کے عمل سے ہے اور کائنات کے کسی سیارے کی پوزیشن سے نہیں ہے۔ ستارے بدلتے ہیں۔ اصل میں ستارہ جو ہے وہ آپ کے عمل کا نام ہے۔ سیارے اور ستارے جو ہیں یہ گنتی کے ہوتے ہیں کہ اتنے دن میں پیدا ہونے والے کا یہ حساب کتاب ہوتا ہے۔ بہت سارے لوگوں کا اگر ستارہ اور سیارہ ایک جیسا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ کسی کی زندگی سسک کے گزرتی ہے اور کسی کی مر کے گزرتی ہے اور کسی کی پریشان ہو کے گزرتی ہے۔ 25 دسمبر کو پیدا ہونے والے سارے تو Christ نہیں ہوں گے' نہ وہ سارے عظیم آدمی ہو جائیں گے۔ ایک نام والوں میں سے کوئی کچھ بن جائے گا اور کوئی کچھ بن جائے گا۔ ایک جیسے ٹائم میں پیدا ہونے والے' ایک وقت میں پیدا

ہونے والے، ایک Moment میں پیدا ہونے والے جو ہیں ان کی زندگیوں میں بڑا فرق ہوگا بلکہ قیامت کا فرق ہوگا۔ کہیں آپ ایسے علم میں نہ پڑ جانا کہ کائنات میں کون سا واقعہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ہم کسی واقعہ میں مبتلا ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کا اچھا نام رکھو تو یہ نام اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

جواب:

بچہ وہ نام سن سن کے تاثیر لے لیتا ہے۔ اس کے لیے ایک قسم کا وظیفہ ہو جاتا ہے۔ جب اس کا نام پکارا جائے تو اس پہ یہ اثر پڑ جاتا ہے جیسے وظیفے کا اثر پڑتا ہے۔ اچھے نام کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ جب آپ نام بگاڑ کے کسی کو غنڈہ کہتے ہیں تو چار دن پکارنے کے بعد وہ غنڈہ ہو جائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نام بگاڑ کے نہ پکارا کرو۔ بہت سے غنڈوں کے نام الگ الگ رکھ دیے جاتے ہیں۔ پورا نام پکارو تو وہ آدمی اپنے برے ہونے میں بہت احتیاط کرتا ہے اور بچت کرتا ہے۔ اس لیے اچھا نام رکھنا بہتر ہے۔ اچھے نام کی نسبت بہتر ہوتی ہے، اچھے نام کی آواز بہتر ہوتی ہے، اچھے نام کی تاثیر بہتر ہوتی ہے۔ اچھا نام ایک طرح سے وظیفے کا کام دیتا ہے۔ اچھا نام رکھنا چاہیے۔ نام بگاڑنا نہیں چاہیے۔ لاڈ میں عام طور پر نام بگاڑ دیتے ہیں، یہ بگاڑنا نہیں چاہیے ورنہ کردار بگڑ جاتا ہے۔ کسی کو برے نام سے پکارو تو تیسرے دن ہی وہ برا ہو جائے گا۔ جب خود ہی اپنے آپ

کو کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم ناکام ہیں' ہم نے پاس نہیں ہونا تو آپ فیل
ہو جائیں گے۔ جب خود ہی کہتے ہو کہ پاس نہیں ہونا تو کیسے پاس ہو گے۔ اس
لیے اچھا خیال رکھنا چاہیے' اچھا نام رکھنا چاہیے' اچھی امید رکھنی چاہیے اور اچھا
سفر کرنا چاہیے۔

اب آپ بولیں ___ آپ پچھلے سوال کی گرفت سے تب بچیں گے
جب آپ ایک اور سوال کریں گے۔

سوال:

ہمیں اکثر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ حقیقت پسندانہ بات کرنی چاہیے لیکن
یہ سمجھ نہیں آتا کہ حقیقت کیا ہے۔

جواب:

حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کچھ ہے' یہ باطل نہیں ہے' اس کائنات میں باطل
شے کوئی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ حقیقت وہ ہے جو Real ہو۔

سوال:

کبھی لگتا ہے کہ ہر چیز تو تیزی سے تبدیل ہوتی ہے پھر کس چیز کو حقیقت
کہتے ہیں۔

جواب:

جو چیز بدل گئی اس کے بعد جو حقیقت آ گئی آپ اس کو دیکھو۔ بچے کا
بچپن حقیقت ہے' بڑا ہو جائے تو پھر جوانی حقیقت ہے' ملنا حقیقت ہے اور الوداع
ہونا حقیقت ہے ___ اصل میں انہوں نے یہ سوال کرنا تھا کہ جب Real اور

Ideal میں فرق ہوتو پھر کیا کرنا چاہیے۔ یہ جو کہتے ہیں وہ Ideal کا کہہ رہے ہیں جب کہ Real اور ہے اور Ideal اور ہے۔ وہ Ideal کو حقیقت کہتے ہیں اور یہ Real کو حقیقت کہتے ہیں۔ یہ فرق ہے دونوں کا۔ یہ فرق قائم رہے گا۔ Ideal جو ہے وہ خیال میں ایک چیز کی انتہائی شکل ہے اور Real جو ہے وہ اس کی ظاہری شکل ہے اور ان کا فاصلہ رہنا اچھی بات ہے، یہ کبھی بھی برابر نہیں ہونا چاہیے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ Real وہ ہے جتنا حاصل ہو گیا اور Ideal وہ ہے جو آگے ہوگا

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

آپ بلند نگاہی قائم رکھو۔ جنہوں نے آپ کو حقیقت پسندی کا کہا ہے وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

سوال:

جب انسان آئیڈیل کو سامنے رکھے تو پھر وہ Limitations کو بھول جاتا ہے۔

جواب:

وہ Idealism کیا ہے۔

سوال:

وہ تو Abstaract ہے

جواب:

وہ Abstaract نہیں ہے بلکہ اس شخص کا Real ہے۔ Idealist کا

جو Idialism ہے وہ Real ہے۔ شاعر کے حوالے سے شاعر کا خیال Real ہے۔

سوال:

Reality تو With Limitations ہے۔

جواب:

Reality جو ہے یہی Reality ہے۔ With Limitations اس کی اپنی Proper ہے' اس کا حسنِ خیال Real ہے۔ اس کو یہ کائنات کسی کا عکس نظر آتی ہے اور اس کو اپنا عکسِ خیال Real نظر آتا ہے۔

سوال:

بچوں کو سمجھانے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ وہ Idealism کی بات کرتے ہیں اور ہم Realism کی بات کرتے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی۔

جواب:

ہاں وہ نہیں آتی ہے۔

سوال:

خاص طور پہ مجھے تو اپنے بچوں کو سمجھانے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ ہم بچوں سے کہتے ہیں کہ سچ بولو' جھوٹ نہ بولنا۔ پھر کوئی آ جائے تو انہیں کہتے ہیں کہ یہ نہ بتانا کہ ابا جان ادھر ہیں۔ بچے کہتے ہیں کہ ابھی تو آپ نے سچ کا کہا تھا اور اب جھوٹ بولنے کا کہہ دیا ہے۔ اس بات سے بڑا سخت Conflict پیدا ہوتا ہے۔

جواب:

جو یہ بات کہہ رہا ہے یہ اس کے بچوں میں ہے۔ سارے لوگ یہ بات نہیں کہتے۔

سوال:

اکثر گھروں میں یہ ہے۔

جواب:

اکثر گھروں میں تو بڑا فساد ہے۔

سوال:

میرا مطلب ہے کہ ہم بچوں کے دل میں خود ایک Conflict پیدا کر رہے ہیں۔

جواب:

آپ یہ نہ کرو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس بات کو نہ کرو۔ بچوں کو اگر سچ بولنے کا حکم دیا ہے تو پھر خود بھی بولو۔ آپ بچوں کو ایسی بات کیوں بتاتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

سوال:

بچے بڑے سخت idealist ہوتے ہیں اور Idealism پہ یقین رکھتے ہیں۔

جواب:

بچے زیادہ دانا ہوتے ہیں۔ انہیں سمجھاؤ۔

سوال:

ہم جب ان کو Limitations بتاتے ہیں اور ان کو Realist بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

جواب:

آپ نے بچوں کو جو کچھ بتانے کی کوشش کی ہے اور پھر اللہ نے انہیں جو بنایا وہ بن گئے۔ سکولوں میں اور کالجوں میں بچوں کو آپ نے بہت سکھایا مگر انہوں نے کتنا سیکھا۔

سوال:

اس طرح تو خرابی پیدا ہو رہی ہے۔

جواب:

بچے مذہب میں Uneducated تو ہیں لیکن Ill-educated نہیں ہیں۔

سوال:

ان کو Educate کرنا تو ہمارا مقصد ہے۔

جواب:

اس کے لیے پہلے آپ کو ایجوکیشن چاہیے۔ پہلے خود مذہب کا شعور حاصل کرو، پھر بچوں کو کہو۔ جو عالمِ دین Ill-Educated ہیں وہ زیادہ تباہ کن ہیں۔

سوال:

وہ تو تباہ کن ہیں، زہر ہیں۔

جواب:

پھر تو ایک صحیح انسان چاہیے' ایسا معاشرہ چاہیے جو صحیح علم رکھتا ہو۔ آپ صحیح علم لیں اور بچوں کو صحیح علم دیں۔ بچوں کو جھوٹ کی تلقین نہ کریں۔ یہ اگر آپ کی مجبوری ہے تو یہ تو ایسی بات نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی علم ہونا چاہیے۔ سوال کو سوال کی حد تک ڈھونڈو۔

سوال:

یہ جو جھوٹ کہتے ہیں کہ "ابا گھر میں نہیں ہے" تو اس کے پیچھے بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔

جواب:

اگر ابا گھر میں ہو تب بھی اماں اُسے نہیں مانتی کہ وہ گھر میں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ وہ بے چارہ گھر میں ہے تب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ سچ ہے اور جھوٹ نہیں ہے۔ اس کا علاج یوں نہیں ہونا کہ آپ درمیان میں سے علاج شروع کر دیں۔ یہ اور ہی علاج ہونا ہے۔

سوال:

یہ جو آپ نے Ill- Educated اور Un-educated کی بات کی ہے تو جو Un-educated ہے وہ کم از کم نیچر کے تو قریب ہوتا ہے۔

جواب:

Un-educated جو ہے وہ نیچر کے قریب ہوتا ہے اور وہ بہت اچھا انسان ہے اور Ill- Educated بہت برا انسان ہے۔ اس وقت آپ کے دین میں

تقریباً یہ یلغار ہو چکی ہے۔ آپ کبھی اندازہ لگاؤ کہ شروع میں مسلمانوں کے لیے
کیا کیا ہوگا' کافروں کو اللہ کی ترغیب دی ہوگی' کہ ہمارے پاس اچھا مذہب ہے
جس سے تمہاری زندگی بھی بن جائے گی' آخرت بھی بہتر ہو جائے گی' ماحول بھی
اچھا ہو جائے گا۔ یہی دعوت دی ہوگی۔ انہوں نے ڈرایا تو نہیں ہوگا۔ اور آج
آپ مسلمانوں کو ایسا علم دے رہے ہو جو ڈرانے والا علم ہے۔ مسلمان دوسرے
مسلمان کو خوش نہیں کرتا۔ یہ درمیان کا جو عالمِ دین ہے وہ آدمی ہے جو حکومت کو
اپنی ذات تک منسوب کرے اور علم سے اپنی ذات تک وابستہ رکھے۔ وہ لوگ جو
ہیں وہ آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یعنی کہ مسلمانوں کو کمزور سمجھنا اور انہیں غلط
کہنا' گمراہ کہنا' یہ غلطی ہے۔ مسلمان یہی ہیں جیسے ہمارے پاس ہیں۔ اگر ہے تو
انہی سے دین کی شان ہے۔ یہ جیسے بھی ہیں' جب وقت آتا ہے تو کوئی علم الدین
کام کر جاتا ہے۔ ورنہ تو پھر یہ سارے علماء نے خراب کیا ہے' جھگڑا فساد ان کے
اندر ہے۔ آپ لوگ ٹھیک ہو جاؤ تو یہ کافی ہے۔ اسلام کو اپنی ذات تک رکھو اور
اپنے آپ کو پہچانو۔ آپ اپنی زندگی کو خراب نہ کر لینا' زندگی بھی اللہ کا حکم ہے' یہ
بھی یاد رکھنا' میرا پیغام ہے۔ جس طرح اللہ کا حکم ہے کہ کلام الٰہی پڑھو' نماز پڑھو'
روزہ رکھو' حج کرو' اسی طرح زندگی کو بھی دیکھو' یہ بھی اللہ کا فرمان ہے' زندگی ضائع
نہیں کرنی' خراب نہیں کرنی' اسے نقصان نہیں پہنچانا' اسے بڑے آرام سے
گزارنا ہے۔ یہ کب خراب ہوتی ہے؟ جب اپنی استعداد سے زیادہ بوجھ ڈالو تو یہ
خراب ہو جاتی ہے۔ یا اگر اپنی ہستی سے کم گزارو تو بھی خراب۔ اس میں جھوٹ
شامل نہ کرو اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی کرو۔ نہ بہت چھپانا پڑے اور نہ بہت

مبالغہ کرنا پڑے۔ زندگی یہ ہے۔ کیا ہے؟ نہ چھپاؤ نہ مبالغہ کرو۔

سوال:

میانہ روی رکھیں؟

جواب:

ہاں ———

اور سوال ———

سوال:

جناب ہم صبح اُٹھتے ہیں تو ایک مسجد سے آواز آ رہی ہوتی ہے' دوسری مسجد سے اور آواز آ رہی ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو ایسے میں ہم ہر آواز کو آوازِ حق کیسے سمجھیں؟

جواب:

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آواز اپنی جگہ پر حق ہے اور اس کے علاوہ بھی حق ہے۔ آپ اپنے آپ کو Consult کریں کہ آپ نے کس حق پہ چلنا ہے۔ ایک اُس کو غلط کہہ رہا ہے اور وہ اِس کو غلط کہہ رہا ہے لیکن یہ بھی غلط ہے کہ آپ کسی تیسری طرف بھی نہیں جا رہے یعنی آپ کسی اور مسجد کی طرف بھی تو نہیں جا رہے۔ یہ بات بھی تو غلط ہے۔ کس کی غلطی سے' مولوی صاحب کی غلطی سے آپ کو ایک غلط کام کرنے کا جواز تو نہیں مل گیا۔ اگر وہ دونوں غلط ہیں تو بھی آپ کی نماز اپنی جگہ پہ ہے' وہ آپ پڑھ لو۔ آپ مجھے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہم نے نماز گھر پر پڑھ لی ہے۔ لیکن یہ نہ کہنا کہ مولوی غلط کہتا ہے لہٰذا مسجد

نہیں جاتے۔ یہ غلط ہے۔

سوال:

لیکن وہ آوازِ حق تو نہ ہوئی۔

جواب:

آوازِ حق تو تب ہوتی ہے جب آپ حق کے حوالے سے بات کریں لیکن یہ تو شریعت کی بات ہے۔ وہ میں نے توحید کے حوالے سے بتایا تھا۔ توحید کے حوالے سے وہ ٹھیک ہو رہا ہے' بالکل ٹھیک ہو رہا ہے' یہ جتنا اجتماع ہو رہا ہے' جھگڑا ہو رہا ہے وہ ہونے دو' اسی کے اندر سے اصل بات نکل آئے گی۔ یہ سب بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں کہ اسلام کے حوالے سے ایک دوسرے سے جھگڑا ہو رہا ہے' تو یہ ہو رہا ہے اور آپ دیکھ رہے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حل بہت جلد ہو جائے گا۔ اب یہی تو راز ہے اس کا۔ آپ دیکھنا یہ حل ہو جائے گا' بہت جلد حل ہو جائے گا' آپ کو ایک ہی آواز آ جائے گی۔ آپ کسی طریقے سے مسجد سے لاؤڈ سپیکر نکالو۔ دعا کرو اور کوشش کرو۔ صرف لاؤڈ سپیکر نکال دو گے تو آپ کا بہت سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکل جائے گا۔

سوال:

یہ تو لوڈ شیڈنگ کے ساتھ بھی نہیں جاتا۔

جواب:

انشاء اللہ تعالیٰ نکل جائے گا۔

سوال:

لاؤڈ سپیکر نکل گیا تو یہ بات نہیں رہتی۔

جواب:

ساری خرابی اسی وجہ سے ہوئی ہے۔

سوال:

ٹیپ لگائی ہوتی ہے اور ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ٹیپ کیا ہوا ختم ہو گیا تو پھر گانا چل پڑا۔

جواب:

ایسا ہوتا ہے۔ بہر حال یہ کہنا نہیں چاہیے لیکن یہ ادارہ جو ہے یہ کمزور ہو گیا ہے۔ اس جگہ سے جو فلاح ہونی تھی وہ نہیں ہو رہی۔ اب اس کا کوئی انتظام ہونا چاہیے۔ اللہ کے آگے ہم دعا کر رہے ہیں، درخواست کر رہے ہیں کہ یا اللہ اس ادارے کو صحیح معنوں میں Revive کر۔ اب کیا کہیں کہ ایک آدمی جھوٹا ہے کہ نہیں ہے لیکن اس ادارے کی فلاح جو ہے وہ عوام الناس تک نہیں پہنچ رہی۔ یہ ہونا چاہیے، خانقاہ بحال ہونی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ بحال ہونی چاہیے کیونکہ وہ اپنے مقام سے ہٹ گئی ہے۔ وہ بھی بحال ہو۔ جو جو Institutions ہیں وہ دوبارہ بحال ہونے چاہییں۔

سوال:

اگر ہم ظالم کو معاف کر دیں تو کیا ظلم بڑھ تو نہیں جائے گا؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ معاف کرنے سے ظلم بڑھتا نہیں بلکہ رُکتا ہے۔

سوال:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو ظلم برداشت کرتا ہے وہ بھی ظالم ہے۔

جواب:

یہ ساری Situations بالکل صحیح ہیں اور اسلام نے بہت صحیح مقام بیان فرمائے ہیں۔ آپ کے پاس بہت سارے عناصر موجود نہیں ہیں۔ آپ ایک چیز کو لے لیتے ہیں اور اسلام ایسے نافذ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ کہ آپ ایک چیز کو لے لو، رزق کے پیچھے پڑ جاؤ، جب کہ حرام بھی نہیں ملتا، لوگوں کا گزارہ نہیں ہوتا۔ جب آپ ایک چیز کو لے لیں گے تو دوسری چیزیں رہ جائیں گی۔ اسلام میں ساری کی ساری زندگی مربوط ہے۔ صرف ایک چیز نافذ نہیں ہو سکتی۔ ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ صرف نماز شروع کرا دیں تو نہیں چل سکتی کیونکہ ہر چیز مربوط ہے۔ اگر کہیں ظلم ہو رہا ہے تو نہیں ہونا چاہیے۔ ملک کے سربراہ پر کسی کا اعتماد نہیں ہے تو پھر نماز کیسے پڑھے گا، کسی کو حق نہیں ملا تو وہ عبادت نہیں کر سکتا کیونکہ اسے حق ملنا چاہیے اور اس پر ظلم نہیں ہونا چاہیے۔ ظلم کی صرف یاد انسان کو عبادت سے محروم کر دیتی ہے۔ ہر چیز ہونی چاہیے۔ آپ دعا کرو کہ کوئی ایسا موقع آ جائے، کسی انسان میں کوئی آگہی آ جائے یا انسانوں میں آ جائے تو ایک پورا نظام نافذ ہو جائے۔ وہ آسانی کا نظام، خوبی کا نظام، سلامتی کا نظام ہو۔ سلامتی سے مراد یہ ہے کہ زندگی میں جو سب سے چھوٹا انسان ہے سب کی زندگی اس کے برابر ہو یا

پھر سب کی زندگی سب سے بڑے کے برابر ہو۔ آسان سی بات ہے کہ یا تُو بھی ہماری طرح غریب ہو یا ہم بھی تیری طرح حاصل کریں۔ یہ دو صورتیں ہیں' لہٰذا لائف میں کوئی نہ کوئی توازن پیدا ہو جانا چاہیے جو نہیں پیدا ہو رہا۔ اس کے لیے دعا ہے ____

سوال:

کہتے ہیں کہ خیال میں بڑی طاقت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ مل کے سوچیں تو وہ بات ہو جاتی ہے' تو خیال کی طاقت کے بارے فرمائیں۔

جواب:

ایک تو خیال کی طاقت پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس میں بہت طاقت ہے بلکہ طاقت ہی خیال کی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ دیکھو کہ آپ کی ذاتی زندگی میں آپ کو حرکت دینے والا آپ کا خیال ہے۔ نیند ہو' بیداری ہو' سفر ہو' تلاش ہو' کھانا ہو' یہ سب خیال سے ہیں۔ اگر خیال آپ کے وجود میں حرکات پیدا کرتا ہے تو خیال باقی جگہ بھی اثر کرے گا۔ خیال ہی اگر نیکی بدی ہے تو ساری دنیا میں خیال ہی کارگر ہے۔ خیال سے نیکی ہے' خیال سے بدی ہے اور خیال سے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو انسان کو کرنے نہیں پڑتے بلکہ ہو جاتے ہیں۔ خیال میں اتنی طاقت ہے۔ اگر آپ درودِ شریف پڑھ رہے ہیں تو آپ کا تعلق خیال کا ہے یعنی نسبتِ رسول ﷺ کا تعلق خیال کا ہے۔ اللہ سے آپ کا جو تعلق ہے وہ خیال کا ہے مشاہدے کا نہیں ہے اور یہ بڑا طاقت ور تعلق ہے۔ بلکہ اس حد تک کہتے ہیں کہ آپ کے خیال کا نام ہی اللہ ہے۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن یہ سب آپ

کا خیال ہی تو ہے اور اگر خیال نہ ہو تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا ہے۔ تو خیال ہی طاقت ور ہے اور حسن خیال کی انتہا جو ہے وہ اللہ ہے۔ یہ پوری طاقت ہے۔ ساری کائنات میں خیال نازل فرمانے والا وہی ہے ____

اور کوئی بات ____

سوال:

ہم آج خوش ہیں۔

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ خوشی کو اپنے پاس محفوظ رکھو۔

سوال:

اسے بانٹنا بھی چاہیے۔ دوسروں کو بھی دینا چاہیے۔

جواب:

پھر بتائیں ناں کہ کیا خوشی ہے؟

سوال:

یہ Radiate ہو رہی ہے۔

جواب:

ہم ہمیشہ خوش ہیں۔

سوال:

ہفتے میں کوئی دن چھوٹے بچوں کے لیے بھی ضرور Reserve فرمائیں۔

جواب:

ٹھیک ہے، یہ ہونا چاہیے۔

ایک اور سوال:

میرا دس گیارہ سال کا ایک بھانجا ہے، وہ بڑا Curious تھا اور مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا میں نہیں آ سکتا ہوں۔

جواب:

کیا آپ نے مجھ سے پوچھا تھا؟ آپ نے پوچھا ہی نہیں ____

آخر میں دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ چھوٹوں اور بڑوں سب پر اپنا کرم فرمائے۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔